نام کتاب

مطالعہ بریلویت

جلد ——— ہشتم

مصنف

ڈاکٹر علامہ خالد محمود ایم اے، پی ایچ ڈی

زیر اہتمام

عثمانی برادرس

ناشر

حافظی بکڈپو دیوبند

HAFZI BOOK DEPOT

DEOBAND-247554 (U.P.)

Tele-fax (01336) 222311 (24 Hrs.)
Mobile - 9412556171

ایک ضروری گزارش

اس کتاب کو ای بک بنانے میں ہماری غرض صرف اتنی ہے کہ کوئی اللہ کا مخلص بندہ اس کو پڑھ کر ہدایت پا جائے اور ہمارے لئے مغفرت کا ذریعہ بن جائے۔

جن پبلشرز حضرات کی کتاب کو بغیر اُنکی اجازت کے ہم نے یہ کیا ہے ان سے عاجزانہ گزارش ہے کہ اللہ کے لئے ہم کو معاف کر دیں، اللہ سے قوی امید ہے کہ انشاءاللہ قیامت میں آپ کو اس کا بدلہ آپ کی توقع سے زیادہ دیکر آپ کو خوش کر دے گا

فہرست مضامین

بریلویت دم توڑ گئی

۵۔ مقام احسان پانے کیلئے بیعت کی ضرورت

الحمد علی احسانہ

مقدمہ

بریلویت ذم تو زکی

الحمد للہ و سلام علی عبادہ الذین اصطفی اما بعد

[illegible]

مدرسہ دیوبند نے قائم رکھا اس سے پہلے مدرسہ رحیمیہ دہلی کو بیت علم الحنفیہ کہا جاتا تھا۔ شیخ محمد اکرام بھی لکھتے ہیں کہ اہل حدیث پہلے شاہ ولی اللہ کی لائن سے نکلے اور پھر کیسے مولانا احمد رضا خان نے نیا کام دکھایا۔ آپ لکھتے ہیں:

اہل حدیث نے فروعات (جیسے رفع یدین عند الرکوع، آمین بالجہر اور وضعت الید تحت السرہ اور نماز تراویح) میں قوم کی دیرینہ روایات کا جس طرح احترام نہیں کیا اور اس معاملے میں قوم کے سب سے بڑے عالم امام الہند شاہ ولی اللہ کے طریق کا رکو ترک کر دیا تو اس سے دو قابل ذکر نتیجے نکلے ہیں جو دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں پہلا نتیجہ اصلاحی تحریک کے خلاف زبردست رد عمل اور بریلوی پارٹی کا آغاز ہے صوبجات متحدہ کی جس بستی (رائے بریلی) میں مولانا سید احمد بریلوی پردہ عدم سے ظہور میں آئے تھے اس کی ایک ہم نام بستی بانس بریلی میں ۱۲۷۲ھ میں ایک عالم پیدا ہوئے مولوی احمد رضا خاں نام (موج کوثر ص ۷۰)

یہ درست ہے یہ واقعی بریلویوں کا واقعی یہ عقیدہ ہے کہ مولانا احمد رضا خاں عالم پیدا ہوئے تھے یہ بات انہوں نے محض اس لئے بنائی کہ انہوں نے علم کسی مدرسہ سے نہ پڑھا تھا تین برس کی عمر میں فصیح عربی میں تقریر کرتے تھے یہ اسی طرح ہو سکتا ہے کہ وہ پیدائشی عالم ہوئے تھے۔

اس وقت ہمارا موضوع مولانا احمد رضا خاں کی شخصیت نہیں بریلویت ہے مولانا احمد رضا خاں بریلوی کی علمی تصویر ہم مطالعہ بریلویت کی دوسری جلد میں دے آئے ہیں۔ یہاں ہم یہ کہہ رہے ہیں کہ مولانا احمد رضا خاں حنفی مکتب فکر سے ہی تعلق رکھتے تھے۔ اور اسی مکتب فکر میں انہوں نے تفرقہ کی ایک نئی راہ بنائی تھی۔ اس کے لئے انہوں نے علماء دیوبند کے خلاف اختلافات کی نہیں الزامات کی راہ اختیار کی اپنوں سے اختلاف کرتا بڑی کٹھن گھاٹی ہے اس لئے وہ الزامات لگانے پر مجبور تھے اس کی پوری بحث ہم جلد اول میں کر چکے ہیں۔

فرقوں کے اختلافات

اختلافات عقائد سے پیدا ہوتے ہیں۔ بریلوی دیوبندی اختلافات عقائد سے نہیں جھوٹے الزامات

وہ رضا کے نیزہ کی مار ہے　　　　کہ عدو کے سینے میں غار ہے

کسے چارہ جوئی کا وار ہے　　　　کہ یہ وار وار سے پار ہے

دیکھئے پہلوان کس طرح لٹھ لئے آ رہا ہے کیا یہ علماء کی شان ہے؟ اولیاء کاملین کی ادا جن کا ایک ایک سانس بندگی اور تواضع کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ وہ عبد کریم کا روپ اختیار کرتے ہیں نہ کہ پہلوان کی طرح بار بار کروٹیں بدلتے ہیں اور دوسروں کو دھاڑتے اور پچھاڑتے ہیں۔

مولانا احمد رضا خاں کی چند کتابوں کے نام اور ان کے معانی پر غور کریں ان میں آپ کو ایک شب خون مارنے والے پہلوان سے پالا پڑے گا آپ یہاں ان کے حق جائیں تو آپ یہاں ایک عالم دین کو ہرگز نہ دیکھ پائیں گے۔ آپ محسوس کریں گے کہ آپ کو ایک پہلوان نظر آ رہا ہے جو ایک لٹھ لئے آپ کی طرف بڑھ رہا ہے ان کی کتابوں کے یہ چند نام ملاحظہ ہوں

۱۔ الکوکبۃ الشہابیہ علی کفریات ابی الوھابیہ

۲۔ سوماح القھار علی کفر الکفار

۳۔ قوارع القھار علی المجسمۃ الفجار

۴۔ السہم الشہابی علی خداع الوھابی

۵۔ سل السیوف الھندیہ علیٰ کفریات ابی النجدیہ

۶۔ ازالۃ العار لحجر نکاح الکرائم بکلاب النار

۷۔ النیر الشہابی علی تدلیس الوھابی

دیوبند کے حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن نے پھر خاں صاحب کے جواب میں انہی کی زبان استعمال کی۔ جزاء سیئۃ سیئۃ مثلھا ۔ انہوں نے بھی بریلویوں کو پکڑ ایسے خطابات دیئے اور اپنے دس نمبر پورے کر لئے۔

۱۔ الکوکب الیمانی علی اولاد الزوانی

۲۔ السہیل علی الجعین

۳۔الطین اللازب علی الاسود الکاذب

۴۔الختم علی لسان الخصم

۵۔العقابۃ الکبری علی من کذب و تولی

۶۔نار الغضا فی جوانح الوہنا

۷۔قاسمۃ الاطہر

۸۔الکوکب الیمانی علی الجعلان

۹۔قطع الوتین عن تقول علی الصالحین و الخراطین

۱۰۔ردالتکفیر علی الافحش المسطر

خاں صاحب نے پھر ان ناموں سے بھی بہت لطف لیا ہوگا ان کی زبان کا چٹخارہ بس اسی قسم کے الفاظ ہوتے تھے قیامت کے دن ان کا بار بھی خاں صاحب پر آئے گا۔ لان البادی اظلم

مناسب ہوگا کہ ہم یہاں مولانا احمد رضا خاں کے الزامات کی ایک جھلک ہدیہ قارئین کر دیں تاکہ وہ حضرات اس کے ذیل میں خانصاحب کا ذوق فحش گوئی بھی ملاحظہ کرلیں۔

مولانا احمد رضا خاں کے الزامات کی ایک جھلک

مولانا اسمٰعیل شہید کے عقیدہ قدرت باری (ان اللہ علی کل شیء قدیر) کو مولانا احمد رضا خاں اس طرح پیش کرتے ہیں اور چٹخارے لے لے کر بات یوں بڑھاتے چلے جاتے ہیں اور انہیں کچھ خیال نہیں آتا کہ لوگ ان کی اس زبان سے اپنی سوچ میں کہاں تک پہنچیں گے۔ افسوس کہ خاں صاحب کو مولانا اسمٰعیل کے ذمہ یہ عقیدہ لگاتے اور اللہ رب العزت کے بارے میں یہ زبان استعمال کرتے خاں صاحب کو کچھ بھی حیا محسوس نہ ہوئی۔ آپ اس قدر تو بے حیا نہ تھے۔

ان کے ان الفاظ کو پڑھئے اور ان کی بے حیائی پر سر دھنئے۔

اس کا علم اس کے اختیار میں ہے جب چاہے تو جاہل رہے ایسے کو جس کا جھکنا بھولنا سونا اونگھنا غافل رہنا ظالم ہونا حتی کہ مر جانا سب کچھ ممکن ہے۔ کھانا پینا پیشاب، پاخانہ پھرنا، ناچنا تھرکنا نٹ کی

دیکھئے کہ یہ عقیدہ کن کے ذمہ لگایا جا رہا ہے۔ جو اللہ رب العزت کی ہمہ گیر قدرت پر عقیدہ رکھتے ہیں۔ افسوس کہ خان صاحب ہمہ گیر قدرت کا مفہوم بھی نہ سمجھ پائے۔ وہ تو اب اس دنیا میں نہیں ہم ان کے پیروؤں کو یہ اصولی بات بتائے دیتے ہیں۔

اللہ رب العزت کی ہمہ گیر قدرت

یاد رکھئے۔ قبائح دو طرح کے ہیں ایک وہ جو عقلاً برے ہیں جیسے جھوٹ (بمعنی خلاف صدق) سفہ (بمعنی خلاف حکمت) ظلم (بمعنی خلاف عدل) اور بخل (بمعنی خلاف کرم) اور ایک وہ جو بے حیائی کو شامل اور مستلزم تغیر ذات وصفات ہوں۔ پہلے چار تحت قدرت ہیں۔ گو ممتنع الصدور ہیں ان کا وقوع ممکن نہیں ہرگز اللہ رب العزت کے شایان شان نہیں۔ یہ ممکن نہیں کہ وہ کبھی صدور میں آسکیں۔ یہ مقدور ممتنع الصدور ہیں جو ان کے وقوع کو ممکن مانے وہ کافر ہے حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی لکھتے ہیں۔

جو شخص حق تعالیٰ کی نسبت یہ عقیدہ رکھے یا زبان سے کہے کہ وہ کذب بولتا ہے وہ قطعاً کافر ہے اور مخالف قرآن وحدیث اور اجماع امت کا وہ ہرگز مومن نہیں۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۳۹)

یہ بات ہرگز صحیح نہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر طرح کے قبائح پر قادر سمجھا جائے۔ دیوبند ہر قسم کے کذب کو (جیسے کذب فی الخبر) بھی تحت قدرت نہیں مانتے۔

ذات الٰہی اور اس کی صفات حقیقیہ احاطہ قدرت سے باہر ہیں۔ بندوں کے وہ افعال تحت قدرت باری ہیں جن سے اس کی ذات اور صفات میں کوئی تغیر لازم نہ آتا ہو۔ جو مستلزم تغیر ذات وصفات ہیں وہ تحت قدرت نہیں جو ان کے ماسوا ہیں وہ مقدور ممتنع الصدور ہیں امتناع بالغیر امکان ذاتی کے خلاف نہیں ہوتا۔

مولانا احمد رضا خاں جانتے تھے کہ مولانا اسمٰعیل شہید کے عقیدہ میں بے حیائی سے یہ قبائح ہرگز تحت القدرت نہیں یہ مستلزم تغیر ذات وصفات ہیں اور کسی کے ہاں بھی انہیں تحت قدرت باری شمار نہیں کیا گیا۔ مگر پیشواؤں کی ضد دیکھئے کس طرح جھوٹ رستہ لے کر اس نے حضرت مولانا اسمٰعیل شہید پر یہ بہتان باندھا ہے۔ کہ وہ اللہ تعالیٰ کو بے حیائی کے ان کاموں پر قادر مانتے ہیں۔ استغفر اللہ العظیم

مولانا احمد رضا خاں کی فحش گفتگو نجی زندگی میں

مولانا کی یہ فحش کلامی جو ابھی آپ نے خدا تعالیٰ کے بارے میں ملاحظہ کی صرف مذہبی امور تک ہی محدود تھی نہ وہ صرف علماء دیوبند کے خلاف یہ زبان استعمال کرتے تھے۔ بلکہ ان کے نجی حلقوں میں بھی یہ زبان بولی جاتی تھی۔ یہ ذوق اس نورانی گھرانے کو کہاں سے ملا اس کے بارے میں یقینی طور سے کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ تاریخ میں صرف اتنی بات ملتی ہے کہ ان کے گھروں کے قریب طوائف عورتیں بھی رہتی تھیں اور وہ کبھی اپنے ہاں ختم شریف میں ان مولویوں کو بھی بلا لیتی تھیں۔

فحش کلامی مولانا احمد رضا خاں کی نجی گفتگو میں

مولانا احمد رضا خاں کے مذہب کے ایک داعی بہار (ہندوستان) کے مولانا ارشد القادری گزرے ہیں وہ لکھتے ہیں کہ مولانا احمد رضا خاں پہلے تو اپنے مخالفین کو اچھے الفاظ میں اپنی بات سمجھاتے تھے لیکن جب وہ نہ مانتے تو مولانا احمد رضا خاں مجبوراً پھر فحش کلامی پر آ جاتے۔ آپ کے مخالفین واقعی ایسا کرتے تھے یا نہیں ہم اس وقت اس کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتے لیکن مولانا ارشد القادری کے اس بیان سے اتنا ضرور پتہ چلتا ہے کہ مولانا احمد رضا خاں اپنے گھر میں فحش کلامی کے بہت مزے لیتے تھے ارشد القادری صاحب لکھتے ہیں۔

مولانا احمد رضا خاں کو ... مجبوراً اسی زبان میں ان سے (علمائے دیوبند سے) بات کرنی پڑی جو زبان وہ اپنی نجی گفتگو میں استعمال کرتے تھے۔ (زیروزبر ص ۲۹۸ طبع لاہور)

اختلاف کرنے والے علماء سے کتنا ہی اختلاف کیوں نہ ہو بات شریفانہ زبان میں کی جاتی ہے لیکن یہ ہوا یہ گفتگو تو کسی عام کو نہیں بجتا چہ جائیکہ صدی کا مجدد اس زبان میں بولے جو بازاری لوگوں کی زبان ہو۔ زیروزبر کے ان لفظوں پر غور فرمائیں۔

> صورت مجبور ہے کہ نہ ٹکرائے تو (اے دیوبندیو!) تمہارے اور ہمارے
> پیرِ تعلیم کے کلیہ سے قطعاً واجب کہ تمہارا خدا بھی نہ ٹکرائے ورنہ دیوبند میں
> چکلہ والی فاحشات اس پر قہقہہ اڑائیں گی کہ کمبخت (یعنی خدا) تو ہمارے برابر

نجی گفتگو میں استعمال کرنے والا کس درجے کا مجدد ہوگا کیا ایسا نہیں کہ اس کے ساتھ یہ اعلان ہوتا آیا ہو۔

سنت اور بدعت پر فحش آرائی

سنت و بدعت شرعی اصطلاحات ہیں اور ان کے اپنے اپنے احکام ہیں مگر مولانا احمد رضا خاں نے ان پر بھی دہلی کی بیوتوں کی زبان اپنائی دار العلوم ندوۃ العلماء بنا اس پر آپ کی گوہر فشانی حدائق بخشش کے تیسرے حصے میں ملاحظہ ہو۔

بسپ سنت مادہ خر از بدعت آوردہ ایم
استر ندوہ بدست آرند و فخر مے کنند

(ترجمہ) سنت کا گھوڑا بدعت کی گدھی پر آیا تو ندوہ کا خچر پیدا ہوا اس پر یہ لوگ بڑا فخر کر رہے ہیں۔
دیکھئے مولانا احمد رضا سنت کا لفظ کس بے حیائی سے گھوڑے پر لائے ہیں گھوڑے کی یہ پذیرائی تو شیعہ کے ہاں تھی۔ مولانا احمد رضا خاں نے اسے اپنے لئے کیوں گوارا کیا؟ کیا یہ شریعت سے اور اس کے الفاظ سے کھلا استہزاء نہیں؟ کیا شریعت سے اور سنت سے استہزاء کرنے والا مسلمان رہ سکتا ہے؟ کہاں ہیں مفتیان شرع متین جو اس پر فتوے دینے کی ہمت رکھتے ہوں۔

گرنے کے خطرے سے تحفظ

ندوہ کے کان [illegible] پکڑ کے گرنے کے خطرے سے بچنے سے پہلے اختلاف پر تخلیق کرنا یہ کام مولانا احمد رضا خاں ہی کر سکتے تھے اور انہوں نے کر دکھایا اور بڑی جرأت سے کہا:

تھانوی جی ندوہ کان چھوڑیں گے — ورنہ ہم ان کے کان چھوڑیں گے
ہم انہیں نکالے جائیں گے — وہ بھی تو مکان چھوڑیں گے
ہم نے کیسا چکھایا ذائقہ کیوں سا — پھر اچھل کر بالاں چھوڑیں گے
وہ دولتی چلائیں ہم ان کو — چھت پر جا کے کان چھوڑیں گے

(حدائق بخشش ح ۳ ص ۹۲)

مولانا احمد رضا خاں علماء کے اختلاف میں اگر اپنے گھر کی بھی زبان اختیار نہ کرتے تو شاید دو بدلی

آگئے یہاں وہ دو سال تک اس طرح دبے اور چپ سادھے رہے کہ گویا ان کا علماء دیوبند سے کبھی کوئی اختلاف نہ ہوا تھا۔ یہ ان کے پیدا کردہ اپنے اختلافات میں پہلی دراڑ تھی اور اب بجا طور پر کہا جا سکتا ہے کہ خاں صاحب کی ضد خود ان کی اپنی زندگی میں ہی دم توڑ گئی تھی اور غالباً وہ خود بھی المہند کے قائل ہو گئے ہوں گے۔

خان صاحب کے اپنے حلقے کے ساتھی بھی ان سے بغاوت کر گئے

مدینہ منورہ کے مفتی شافعیہ مولانا سید احمد آفندی برزنجیؒ مولانا احمد رضا خاں کی نظر میں کیا تھے؟ اسے خاں صاحب کی کتاب حسام الحرمین کے صفحہ ۲۱۳ پر ملاحظہ فرمائیں:۔

جامع علوم نقلیہ و اصل فنون عقلیہ جامع شرافت حسب و نسب آباء و اجداد وارث علم و شرف محقق صاحب ذہن نقاد و مدقق تیز ذہن۔

اب ان پر جب مولانا احمد رضا خاں کی حقیقت کھل تو دیکھئے انہوں نے ایک ہی عبارت میں خاں صاحب کو گمنامی میں بٹھا دیا کہ اب ان کے اس انجام پر کوئی رونے والا بھی نہ رہا۔

شیخ سید احمد آفندی برزنجی غایۃ المامول میں اب احمد رضا خاں کا ذکر اس طرح کرتے ہیں۔

ثم بعد ذالک ورد الی المدینہ المنورۃ رجل من علماء الھند یدعی باحمد رضا خان (غایۃ المامول ص ۲۹)

(ترجمہ) پھر اس کے بعد مدینہ منورہ میں ہندوستان کے علماء میں سے ایک شخص آیا جسے احمد رضا خاں کہتے تھے۔

سیدی احمد رضا خاں ہیں جو علامہ تحریر تھے اب رجل یدعی باحمد رضا خاں ہو گئے اور اب انہیں اس مجہول ادا میں ذکر کیا جانے لگا

ہندوستان واپس آئے تو یہاں بھی ان کا حلقہ اثر ٹوٹنے لگا خیر آبادی سلسلہ کے مولانا معین الدین اجمیری نے خاں صاحب کے خلاف تجلیات انوار المعین اور القول الاظہر جیسی کتابیں لکھیں آپ انہیں مطالعہ کی جلد ششم میں پڑھ کر آئے ہیں۔ انہوں نے علماء دیوبند کی تکفیر کرنے میں احمد رضا

خاں سے کھلا اختلاف کیا اور یہ سب باتیں تحریر میں آ چکی ہوئی تھیں۔ پھر مولانا خلیل احمد برکاتی نے انکشاف حق لکھ کر مولانا احمد رضا خاں کے اختلافات کی دیوار بکھر کر رکھ دی۔ اب خان صاحب کے پیدا کردہ فرضی اختلافات میں وہ جان نہ رہی کہ عوام انہیں وہ حقیقی اختلاف رکھنے والے فرقے سمجھیں لوگ جتنے بھی ان کے قریب ہوتے گئے انہیں ان دو حلقوں میں الزامات کے کانٹوں کے سوا اور کچھ نہ نظر آیا۔ یہ صرف چند رسوم ہیں جن کے سہارے اب تک ان میں اختلافات کی دیوار کھڑی ہے۔ مولانا احمد رضا خان کے خلیفہ مولانا دیدار علی الوری کے بڑے بیٹے مولانا ابوالحسنات محمد احمد نے ۱۹۵۳ میں ایک ہائی کورٹ انکوائری میں بیان دیا:

"مجھ سے کہا گیا ہے کہ میں تفصیل سے یہ بیان کروں کہ بریلویوں اور دیوبندیوں کے درمیان اساسی عقائد کے اعتبار سے کیا اختلاف ہے۔ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ بریلی اور دیوبند دونوں جگہ ہر خیال اور عقیدہ اور ہر مذہب کے لوگ موجود ہیں اس لئے بریلویوں اور دیوبندیوں کے اختلاف کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ علاوہ ازیں بریلی اور دیوبند دونوں مقام ہندوستان میں رہ گئے ہیں اس لئے پاکستان میں ان کے اختلاف کا سوال ہی بے معنی ہے اگر موضوع سے مراد یہ ہے کہ بریلی کی دینی درسگاہ اور دیوبند کی دینی درسگاہ سے تعلیم و تربیت حاصل کرنے والوں کے نظریات وافکار کے اختلاف پر روشنی ڈالی جائے تو میں اعلان کئے دیتا ہوں کہ اساسی عقائد کے اعتبار سے دونوں مکتبوں کے درمیان کوئی اختلاف نہیں بریلوی علماء حضرات رسول اکرم ﷺ کی ادنیٰ توہین کرنے والے کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں۔ اور دیوبند کے علماء بھی اصولی طور پر اس کلیہ پر ایمان رکھتے ہیں دونوں سلسلوں کے علماء کے درمیان بعض عبارتوں کے متعلق رائے کا اختلاف ہے۔ بریلوی علماء دیوبندی علماء کی بعض عبارتوں پر معترض ہیں اور یہ رائے رکھتے ہیں کہ ان تحریروں کے ظاہری معانی توہین سمجھنے والا کافر ہے۔ دیوبندی اپنے اکابر کی ان تحریروں کو قابل گرفت اور موجب تکفیر خیال نہیں کرتے لیکن اصول اساسی میں بریلوی علماء سے سو فیصد متفق ہیں۔ (روزنامہ نوائے پاکستان ۲۸ اپریل ۱۹۵۵ء)

یہ تفصیلات بتاتی ہیں کہ کس طرح بریلویت کی کڑیاں ایک ایک کر کے ٹوٹتی گئیں اور اب تک قوم نے

ان اختلافات کا حدود اربعہ اور کہیں نہیں دیکھا گیا۔ حج کے وجہ اعظم میں ان دو کے مابین اختلاف کا کوئی خانہ نہیں ہے۔ نہ اس کا اب تک کسی جانب سے کوئی مطالبہ کیا گیا ہے۔ قادیانیوں سے مسلمانوں کا حقیقی اختلاف تھا ان سے امتیاز کے لئے پاسپورٹ کے اوراق میں مذہب کا خانہ موجود ہے۔ لیکن اب تو یہاں تک صفائی بیان دینا پڑتا ہے کہ اس صورت حال میں یہ تسلیم کرنے سے چارہ نہیں کہ ان اختلافات کی آمد ہی شروع سے ہی زور سے نہیں چلی اور آج جب کہ مولانا احمد رضا خاں کو قبر میں پہنچے اسی سال ہو رہے ہیں ہم شرح صدر سے کہہ سکتے ہیں کہ بریلویت دم توڑ گئی ہے۔ اختلافات کی آمد ہی انہی کی طرف سے تھی اور اب انہی کی طرف لوٹ گئی ہے، من عندهم تخرج الفتنة والیهم تعود۔ اور افسوس یہ کہ بریلوی علماء کو اس کا احساس تک نہیں ہے وہ محض طلب شیخ کے پیرائے میں مطالعہ بریلویت پڑھتے ہیں اور یہ ماننے کے لئے تیار نہیں ہوتے ہیں کہ یہ ہرگز کوئی حقیقی اختلافات نہیں ہیں۔

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

اس اختلاف کو سب سے بڑا اختلاف کہنے والے غازی

مولانا ابوالحسنات کی تائید کرتے ہوئے ہم بھی کہہ دیتے ہیں کہ دونوں میں اصول دین کا واقعی کوئی اختلاف نہیں ہے لیکن بریلویوں میں ایسے غازیوں کی بھی کمی نہیں جو ہر دم لٹھ لئے اس اختلاف کو نوع انسان کا سب سے بڑا اختلاف کہتے ہیں۔ اہلحدیث (باصطلاح جدید) کا اہل سنت سے اختلاف تقلید اور مذاہب اربعہ پر ہے سنی اور شیعہ کا اختلاف صحابہؓ اور راشدین پر ہے لیکن بریلوی مولوی کہتے ہیں دیوبندی بریلوی اختلاف ذات رسالت پر ہے اور ظاہر ہے کہ حضورؐ ائمہ اربعہ اور راشدین اربعہ سے بہت آگے کا محور علم ہیں۔ جب انہی پر اختلاف ہو گیا تو اور کون سا متحد ہونے باقی رکھا جا سکتا ہے ہم اس سے انکار نہیں کر سکتے کہ بریلویوں میں ایسے غالی اب بھی موجود ہیں لیکن **یہ وہ لوگ ہیں جن کا ان کے اپنے حلقوں میں بھی سنجیدہ اہل علم میں کوئی شمار نہیں ہے۔**

ہم پیچھے کہہ آئے ہیں کہ دیوبندی بریلوی نزاع اختلافات پر نہیں زیادہ تر الزامات پر مبنی ہے اور اس کی کچھ تفصیل ہم مطالعہ کی جلد اول میں کر آئے ہیں جہاں ہم ایک ایک الزام کی ہم کچھ وضاحت بھی کر چکے ہیں تاہم غالی بریلوی دیوبندیوں کو گستاخ رسول کہنے سے پھر بھی نہیں رکتے۔ یہ اس بات پر مصر ہیں کہ دیوبندی شان رسالت کو نہیں مانتے رسالت کی توہین کرتے ہیں اور یہ اندر سے رسول کو نہیں مانتے۔ (معاذ اللہ)

بریلویوں کا دوسروں کو گستاخ رسول قرار دینے کا ہتھیار خود ان کے اپنوں پر بھی چل گیا

بریلویوں کا دوسروں کو گستاخ رسول قرار دینے کا ہتھیار خود ان کے ہاتھوں ان کے اپنوں پر بھی بڑی بے دردی سے چلا ہے اور ان کے قائد بے شک ان کے زخموں سے اب تک کراہ رہے ہیں۔ اگر عوام یہ جان لیں کہ بریلویوں کا گستاخ رسول کا ہتھیار کوئی ایسا نہیں جو صرف دیوبندیوں پر ہی چلا ہو تو وہ کسی بریلوی مولوی کو بھی اپنے پاس پھٹکنے نہ دیں۔ ان کا یہ وہ تاریخی ہتھیار ہے جو یہ خود اپنے بھی ایک طبقے پر چلا چکے ہیں۔ یہ غالی بریلوی اپنے ان غالی بریلویوں کو بھی گستاخ رسول کہتے ہیں جو مولانا احمد رضا خاں کے ترجمہ قرآن کنزالایمان کو کہیں کہیں درست تسلیم نہیں کرتے۔ بریلویوں کے ان قائدین میں ان کے شیخ الحدیث مولانا غلام رسول سعیدی، مولانا ابوالخیر محمد زبیر، مولانا محمد اشرف سیالوی اور مولانا شاہ احمد نورانی بھی ہیں۔ زیادہ بریلوی علماء نے مولانا احمد رضا خاں کے سورہ الفتح پ ۲۶ کے ترجمہ کو غلط قرار دیا ہے اور اس پر رسالہ مغفرت ذنب میں ان کے تصدیقی دستخط موجود ہیں جس میں مولانا احمد رضا خاں کی کنزالایمان کی ایک غلطی بڑے مدلل پیرائے میں تسلیم کی گئی ہے۔ اس رسالہ مغفرت ذنب میں ان غالی بریلویوں کا اپنے ان علماء پر گستاخ رسول ہونے کا الزام ان الفاظ میں نقل کیا گیا ہے۔

ذنب کی نسبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف قائم رکھنا یہ غلط ہے بلکہ سنگین بے ادبی، گستاخی وجہالت اور گمراہی ہے۔ ایسا کرنے والا نبی کا گستاخ ہے اور کافر ہے۔ توہین رسالت کی جو سزا ہے وہ اس پر نافذ کی جائے جہنم اس کا مقدر ہے آخرت اس کی برباد ہوگئی۔ عبداللہ بن ابی کے ساتھ اس کا

منتشر ہوئی۔ پھر بریلویوں نے رسالہ مغفرت ذنب ص ۳ تالیف مولانا ابو نعیم محمد زین شائع کردہ دکن
اسلامک پبلیکیشنز حیدرآباد ۱۹۹۰ء پر گستاخی رسول ہونے کا فتویٰ لگایا یوں لکھتے ہیں۔

یہ فرقہ عوام کو بڑا بے وقوف سمجھتا ہے کہ اس آیت کا ترجمہ یا تشریح کرتے وقت اگر ذنب یا اس
کے معنی گناہ یا خطا کے کرتے ہوئے اس کی نسبت حضور ﷺ کی طرف براہ راست کی (جیسا کہ قرآن
نے رکھی ہے) تو اس سے عصمت انبیاء کا مسئلہ عقیدہ مجروح ہو جائے گا۔ (مغفرت ذنب ص ۵)

یہاں یہ فرقہ سے کون مراد ہے؟ بریلویوں کو ہی جو عوام کو بے وقوف بنا کر جو چاہیں ہانک دیتے ہیں۔
پھر آپ نے ان غالی بریلویوں کے بارے میں یہ بھی لکھا ہے۔

اس فرقے کا دوسرا عقیدہ جو ان کی باتوں سے پتہ چلتا ہے وہ یہ ہے کہ ان کے نزدیک اعلیٰحضرت
فاضل بریلوی کا مرتبہ حضور اکرم ﷺ سے بڑھ کر ہے (معاذ اللہ)۔ (ایضاً ص ۴)

اس سے واضح ہوتا ہے کہ دوسروں پر گستاخ رسول ہونے کا الزام ان کے ہاں کوئی نئی بات نہیں اس کی
طرح مولانا احمد رضا خاں نے ڈالی اور اس کا پہلا نشانہ مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری اور مولانا
اشرف علی تھانوی کو بنایا اور ان کے غالی اصاغر اب تک اسی لکیر کو پیٹتے چلے آرہے ہیں جن کے منہ کو
یہ خون لگ چکا۔ اب ان کا نشانہ ان کے اپنے بھی بن کے رہے ہیں ـــــــــــــــ اول
قارورہ کسرت فی الاسلام۔

اس سے معلوم ہوا کہ کسی پر گستاخی رسول کا الزام محض ایک الزام بھی ہو سکتا ہے ورنہ دنیا میں کوئی ایسا
بدبخت نہیں ہو سکتا جس کا یہ عقیدہ ہو کہ مولانا احمد رضا خاں کا درجہ (معاذ اللہ) حضور خاتم النبیین سے
بڑھ کر ہے۔ اسی طرح کوئی بدبخت یہ عقیدہ بھی نہیں رکھ سکتا کہ معاذ اللہ شیطان لعین کا علم حضور سے بڑھ
کر ہو یا آپ کا علم بہائم و مجانین کے علم کے برابر ہو۔ عقل سلیم ہرگز اجازت نہیں دیتی کہ کوئی مومن ایسے
گستاخانہ عقیدے کے باوجود زندہ رہ سکے۔ یہ سب غلط الزامات کا مکروہ ثمرہ ہے جس کے یہ لوگ عادی
ہو چکے ہیں ورنہ دیوبندی بریلوی اختلافات ہرگز شان رسالت کی سرحدوں کو نہیں چھوتے البتہ عظمت کی
تعبیرات کا کوئی فرق ضرور ہے۔ ہم ان شاء اللہ آگے اس حصہ میں بریلویوں کے اس اپنے اختلاف کا بھی ذکر

جائزہ لیں گے جو انہوں نے قرآن کے ترجمے میں حضور ﷺ کے بارے میں تعلیم کرنے کی کوشش کی ہے۔
ہم ان بریلویوں کے بھی ساتھ نہیں جنہوں نے مولانا ابو الخیر محمد زبیر پر محض اس جرم میں کہ انہوں نے مولانا احمد رضا خاں کے ترجمۂ قرآن کنز الایمان کی تصحیح کیوں کی تھی۔ گستاخ رسول ہونے کا الزام لگایا اور ان کا عبداللہ بن ابی کے ساتھ حشر بتایا اور مولانا ابو الخیر محمد زبیر کے بھی ساتھ نہیں ہو سکتے جن کے بقول بعض بریلویوں کا عقیدہ ہے کہ مولانا احمد رضا خاں کا درجہ (معاذ اللہ) حضور اکرم ﷺ سے بھی زیادہ ہے۔ استغفر اللہ من ذلک البہتان العظیم۔
ہم سمجھتے ہیں کہ پوری دنیا میں کوئی ایسا بریلوی نہ ہوگا جس کا یہ عقیدہ ہو۔ ہاں الزام کی ٹک ایک ایسی ٹک ہے جس سے ہر شخص دوسرے کے بارے میں جو چاہے کہہ سکتا ہے۔

ہم پھر اپنے موضوع کی طرف لوٹتے ہیں

ہم پھر اپنے اصل موضوع کو لیتے ہیں۔ مولانا احمد رضا خاں نے جب علماء دیوبند پر یہ ہتھیار آزمایا اور ان پر گستاخ رسول ہونے کے الزام لگائے تو علمائے حرمین نے حسام الحرمین میں ان کی اس شرط کے ساتھ تائید کی کہ یہ سوالات واقعات کے مطابق ہوں محض سوالات نہ ہوں اور جب بات کھل کر یہ علماء دیوبند کے عقائد نہ تھے جو مولانا احمد رضا خاں نے حسام الحرمین کے مسودوں میں پیش کئے تھے تو انہوں نے علمائے دیوبند کے عقائد کی دستاویز المہند علی المفند پر بھی دستخط کر دیئے جو مولانا احمد رضا خاں کی کتاب حسام الحرمین کا جواب تھی اور مولانا خلیل احمد برکاتی جیسے کئی حضرات ایسے بھی تھے جنہوں نے کھلے بندوں اب اپنے آپ کو مولانا احمد رضا خاں سے بے تعلق کرایا اور اپنے آپ کو اس سے بچالیا کہ ان کی قبر پر آگ برسے یا کہیں وہ اس میں جھلس نہ جائیں۔

کاسہ کا ہے بازخواں ایں قصہ پارینہ را

اس صورت حال سے ہمارے مخلص قارئین اور وہ بریلوی جن کی قسمت میں رجوع الی الحق کی سعادت لکھی تھی اچھی طرح سمجھ گئے ہیں کہ دیوبندی بریلوی اختلافات کی جو تحریک مولانا فضل رسول بدایونی (م [illegible]ھ) اور مولانا عبدالسمیع رامپوری نے صدی پہلے شروع کی تھی کس طرح تدریجی طور پر

کمزور ہوتی گئی ہے اور اب جب ہم اکیسویں صدی میں داخل ہو رہے ہیں فرضی اختلافات کی یہ تحریک اب بالکل دم توڑ گئی ہے۔ مرزا غلام احمد (مدعی نبوت) اور مولانا احمد رضا خاں (مدعی مجددیت) کی تحریکیں تقریباً ساتھ ساتھ شروع ہوئیں اور دونوں پر انگریزی عنایت کے گہرے سائے تھے۔ مسلمانوں اور قادیانیوں کے اختلافات حقیقی اور اصولی تھے وہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اور گہرے ہوتے گئے اور مسلمان زیادہ سے زیادہ سنبھلتے گئے یہاں تک کہ رابطہ عالم اسلامی (مکہ) نے ۱۹۷۴ء میں ۱۴۰ اسلامی تنظیمات کی تائید سے انہیں عالمی سطح پر ایک غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا۔

جس طرح یہ حقیقی اختلافات اس صدی کے ہر کروٹ پر اور مضبوط ہوئے ہیں دیوبندی بریلوی کے الزامی اختلافات اس صدی کے ہر موڑ پر اور کمزور ہوئے یہاں تک کہ اب برصغیر پاک و ہند میں مولانا احمد رضا خان کے اس فتوے پر عمل کرنے والا کوئی گروہ آپ کو نظر نہ آئے گا۔

مولانا احمد رضا خاں کا صدی پہلے کا ایک غلط فتویٰ

— جس پر عمل کرنے والا آج کوئی نہیں —

جو شخص وہابیوں اور دیوبندیوں کے کفر میں شک کرے اس کے بارے میں لکھتے ہیں:۔

بلاشبہ اس سے بھاگنا اور اسے اپنے سے دور کرنا۔ اس سے بغض، اس کی اہانت، اس کا رد فرض ہے۔ اور توقیر حرام موجب ہدم اسلام۔ اسے سلام کرنا حرام۔ اس کے پاس بیٹھنا حرام، اس کے ساتھ کھانا پینا حرام، اس کے ساتھ شادی بیاہ حرام اور قربت زنا خالص۔ اور بیمار پڑ جائے تو اسے پوچھنے جانا حرام، مر جائے تو اس کے جنازے میں شرکت حرام اسے مسلمانوں کا سا غسل و کفن دینا حرام ہے۔ اس پر نماز جنازہ پڑھنا حرام بلکہ کفر ہے اس کا جنازہ اپنے کندھوں پر اٹھانا اور اس کے جنازے کی مشایعت حرام، اسے مسلمانوں کے مقابر میں دفن کرنا حرام، اس کی قبر پر کھڑا ہونا حرام، اس کے لئے دعائے مغفرت یا ایصال ثواب حرام بلکہ کفر۔ (عرفان شریعت)

کیا آج پورے پاکستان میں کوئی ایک بریلوی ہے جو مولانا احمد رضا خاں کے اس فتوے پر عمل کرتا ہو۔ اور اپنی مسجد میں اپنے مقتدیوں کو اس پر عمل کرنے کی تلقین کرتا ہو ہرگز نہیں بریلویت اگر دم نہیں توڑ گئی تو یہ صورت حال کیوں ہے؟

مولانا احمد رضا خاں کا یہ زوال خود ان کی زندگی میں شروع ہو گیا تھا

مسلمان صرف ہندوستان میں ہی تو مقیم نہ تھے حضور خاتم النبیین کی امت پوری دنیا میں پھیلی ہوئی ہے اس وسیع اسلامی دنیا کو ساتھ لئے بغیر محض ہندوستان میں بیٹھے محدثین کرام دہلی اور علماء دیوبند کو کافر نہیں بنایا جاسکتا تھا۔ یہ وہ ضرورت تھی جس کے لئے مولانا احمد رضا خاں نے ۱۹۲۳ء میں حجاز کا سفر کیا۔ بریلوی اسے آپ کا سفر حج کہتے ہیں اور دنیا جانتی ہے کہ آپ کا یہ سفر عبادت کے لئے نہیں تھا تفریق بین المسلمین کے لئے تھا اور یہ ایک نہایت مذموم کاروائی تھی۔

ان کے اس سفر کا اصل مقصد اس تکفیری دستاویز پر علماء مکہ و مدینہ کے دستخط کروانا تھا۔ تاہم یہ صحیح ہے کہ مولانا احمد رضا خاں اپنی اس تکفیری مہم میں بری طرح ناکام لوٹے۔

حجاز میں علماء دیوبند میں سے شیخ الاسلام مولانا حسین احمد پہلے سے مدینہ میں موجود تھے اور آپ کا وہاں علم حدیث کا درس بہت معروف تھا۔ پھر ۱۹۲۳ میں جلیل القدر محدث مولانا خلیل احمد سہارنپوری بھی وہاں پہنچ گئے ان دونوں بزرگوں نے مولانا احمد رضا خاں کے ان جھوٹے الزامات کو خوب طشت از بام کیا ان کے خلاف خوب لکھا۔ سو ہم کہہ سکتے ہیں کہ مولانا احمد رضا خاں کی اس تکفیری مہم کا زوال خود ان کی زندگی میں ہی شروع ہو گیا تھا وہاں جانا کیا ہوا کہ اچانک ذہنی کے حالات پیدا ہو گئے۔

حیرا آتا نہ تھا فالم کر تہیہ جانے کی

مولانا حسین احمد مدنی کی بروقت گرفت

حضرت مولانا حسین احمد مدنی نے مولانا احمد رضا خاں کا پردہ فریب بری طرح چاک کیا اور خاں صاحب کے جھوٹے الزامات کی تردید میں ایک مستقل کتاب لکھی۔ الشہاب الثاقب علی المسترق الکاذب

اس نام کا ترجمہ ملاحظہ کیجئے اور خاں صاحب کے چھپے کمالات کی داد دیجئے۔ اس نام کا ترجمہ یہ ہے۔ چوری چھپے دین کی باتوں میں اپنی باتیں ملانے والے پر شہاب ثاقب ٹوٹنے والے تارے۔

یہ شہاب ثاقب کن پر برسائے جاتے ہیں اور کب برسائے جاتے ہیں؟ جب شیطان ملاء اعلیٰ سے

چوری چھپے کچھ باتیں سن پاتے ہیں اور پھر اس میں کچھ اپنے جھوٹ ملاتے ہیں قرآن کریم میں ہے:۔

لا یسمعون الی الملاء الاعلی و یقذفون من کل جانب O دحوراً ولهم عذاب واصب O الا من خطف الخطفة فاتبعه شهاب ثاقب O (پ ۲۳ الصافات ۸۔۱۰)

(ترجمہ) وہ عالم بالا کی باتیں سننے کے لئے ادھر کان بھی نہیں لگا سکتے اور وہ ہر طرف سے مارے جاتے ہیں بھگانے کے لئے اور ان کے لئے مسلسل عذاب ہے ہاں یہ ہے کہ کوئی ایک آدھ بات لے بھاگے تو فوراً اس کے پیچھے ایک دہکتا شعلہ لگ جاتا ہے۔

یہ تاثر خود بتا رہا ہے کہ مولانا احمد رضا خاں نے علماء دیوبند کی باتوں میں اپنی باتیں ملا کر کس طرح اپنے آپ کو شہاب ثاقب کا مورد بنایا ہے۔ یہ علماء حق کی مظلومیت تھی کہ وہ مولانا احمد رضا خاں کے پہلے حملہ میں ہی علماء عرب کے سامنے تکفیر کرا گئی اور جیسے عقائد علمائے دیوبند کے خود مولانا احمد رضا خاں کے اپنے عقائد وہاں زیر بحث آ گئے وہ انہیں لینے کے دینے پڑ گئے۔

اما الزبد فیذهب جفاء و اما ما ینفع الناس فیمکث فی الارض کذالک یضرب الله الامثال (پ ۱۳ الرعد ۱۷)

(ترجمہ) جو جھاگ ہے وہ تو کارہ جاتا ہے لیکن جو چیز لوگوں کو نفع دے وہ زمین میں ٹھہر تی ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ مثالیں بیان کرتے ہیں۔

نوٹ: بریلویوں کے پروفیسر مسعود احمد عربی میں کمزور ہونے کی وجہ سے الشہاب الثاقب کا ترجمہ نہ کر پائے اور انہوں نے المسترق کا معنی چور کر دیا یہ چوری نہیں سینہ زوری ہے۔ چور کو عربی میں سارق کہتے ہیں المسترق جگہ جگہ سے بات اچکنے والے کو کہتے ہیں۔ پروفیسر مسعود صاحب عربی عبارات کے ترجمہ میں عام طور پر دوسروں سے مدد لیتے ہیں۔ ایک جگہ خود لکھتے ہیں۔

"ڈاکٹر محمد ریاض صاحب کا ممنون ہوں کہ انہوں نے بعض عربی عبارات کے ترجمہ میں مدد فرمائی۔ (فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں ص ۸)

نامناسب نہ ہوگا کہ ہم یہاں کچھ وہ بھی منظرِ عام پر کر دیں جس کی وجہ سے مولانا حسین احمد، مولانا احمد رضا خاں کی اس حرکت پر اس قدر تڑپے اور پھر ان پر اس طرح بگڑے کہ بریلویت خود ان کے سامنے دم توڑ گئی۔ اب مولانا حسین احمد کی داستانِ غم سنئے اور مولانا احمد رضا خاں کی جراٴت خیانت پر سر دھنئے۔

ہماری اس جلد کا موضوع یہی ہے کہ مولانا احمد رضا خاں علماء حجاز کی نظر میں کس طرح ناقابلِ اعتبار ٹھہرے جس طرح ساتویں جلد کا مرکزی موضوع یہ رہا کہ مولانا احمد رضا خاں خیر آبادی علماء کی نظر میں کیا رہے۔ اس آٹھویں جلد کا مرکزی نقطہ ہے کہ احمد رضا خاں پر حجاز میں کیا گزری۔ یہ بات پوری تفصیل سے تو کتاب میں آپ کے سامنے آئے گی لیکن ہم اس مقدمہ میں اس کے یہ چند پہلو ہدیہ قارئین کئے دیتے ہیں۔ جن سے مولانا احمد رضا خاں کی حجاز میں ناکامی کی یہ داستان صفِ ماتم بچھائے ہوئے ہیں۔ اس میں وہ وجوہ منظر بھی آپ کے سامنے آجائے گا جس کے باعث حضرت مولانا حسین احمد مولانا احمد رضا خاں پر اس قدر خشمگیں نظر آتے ہیں۔

مولانا احمد رضا خاں کی حجاز کی داستانِ غم

مولانا احمد رضا خاں پر حجاز میں کیا گزری اسے آٹھ حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے (۱) آپ کو لینے کے دینے پڑ گئے (۲) شریف مکہ نے ملاقات کا موقعہ نہ دیا (۳) مولانا خلیل احمد کے مکہ میں ہونے کی رپورٹ (۴) شریف کی مجلس احمد رضا خاں سے پہلے کس ماحول کی تھی (۵) مولانا احمد رضا خاں کا مکہ سے نکلنے کا حکم (۶) مولانا خلیل احمد کی مفتی صالح کمال سے ملاقات (۷) مولانا احمد رضا خاں کی ہندوستان آکر غلط بیانی (۸) علماء دیوبند کے عقائد کی دستاویز حجاز میں (۹) المہند کے بعد کیر و فراست

۱۔ مولانا احمد رضا خاں کو لینے کے دینے پڑ گئے

مولانا احمد رضا خاں حجاز اس خیال سے آئے تھے کہ علماء دیوبند کے خلاف علماء حجاز سے فتوے کفر حاصل کریں مگر یہاں ان کے اپنے خلاف بات چل نکلی کہ عقائد شرک رکھنے والا ایک ہندی عالم حجاز آیا ہوا ہے وہاں لاہور کے ایک عالم مولانا شیخ محمد نقشبندی کے پاس ایک مکتوب طویل آیا کہ اس قسم کا

ایک شخص یہاں آیا ہوا ہے اس کا یہاں ہونا خطرناک ہے وہ خیالات فاسدہ رکھتا ہے اور علماء کی تکفیر ہی کا دن رات کا مشغلہ ہے:

مشغلہ اس کا ہے تکفیر مسلمانان بند   ہے وہ کافر جس کو ہوا اس سے ذرا بھی اختلاف

جناب عبد القادر آفندی شیخ زندہ کعبہ کے کنجی بردار کو پتہ چلا تو انہوں نے دو مختصر نامہ شریف کے پاس پہنچا دیا شریف نے اس شیخ کے قید کرنے کا ارادہ کر لیا جناب شیخ محمد رامپوری اور مولوی منور علی نے مشورہ دیا کہ پہلے اس سے اس کے عقائد دریافت کئے جائیں اس وقت مولانا احمد رضا خاں کا کوئی رسالہ ان کے پاس نہ تھا البتہ کسی رامپوری مولوی سلامت اللہ کے ایک رسالہ (اعلام الاذکیاء) پر مولانا احمد رضا خاں کی ایک تقریظ تھی اس کی روشنی میں خاں صاحب کے عقائد پر تین سوال کئے گئے۔
مولانا احمد رضا خاں نے اس میں لکھا تھا کہ آنحضرت ﷺ کو ازل سے ابد تک کی جملہ اشیاء کا علم ہے (۲) مثقال ذرہ بھی آپ سے مخفی نہیں اور (۳) یہ کہ آپ ہی اول و آخر اور ظاہر و باطن ہیں۔ اس تقریظ کے آخر میں الفاظ لکھے تھے۔

و صلی اللہ علی من ھو الاول و الآخر و الظاہر و الباطن

ان تینوں باتوں کے جو جوابات خاں صاحب نے لکھے ان سے وہاں کے علماء مطمئن نہ ہو سکے ہم وہ جوابات کہیں پیچھے درج کر آئے ہیں شریف نے حکم دے دیا کہ ان کو آگے سفر کرنے کی اجازت نہ دی جائے۔

۴۔ شریف مکہ نے ملاقات کا موقعہ نہ دیا

مولانا احمد رضا خاں کو شریف سے ملنے کا موقعہ نہ دیا گیا شریف کی مجلس میں شیخ شعیب مالکی اور شیخ احمد فقیہ اور شیخ صالح کمال کا مولانا احمد رضا خاں کے عقائد کے بارے میں کافی اختلاف ہو چکا تھا۔ پہلے دونوں عالموں کا اصرار تھا کہ مولانا احمد رضا خاں کو قید کیا جائے اور اسے اپنے عقائد فاسدہ سے توبہ کرنے کا حکم دیا جائے مگر شیخ صالح کمال کا مشورہ یہ تھا کہ غیر ملکی کی گرفتاری مناسب نہیں حضرت مولانا حسین احمد ان دنوں وہیں تھے آپ کی شہادت ملاحظہ ہو۔

شریف صاحب اپنی مجلس میں یہ جھگڑا دیکھ چکے تھے انہوں نے فوراً یا اس شخص کو جلد یہاں سے نکال دینا چاہیے تاکہ عوام پر اس کا کوئی نتیجہ اثر نہ پڑ جائے چنانچہ وہاں سے حکم آیا کہ تم جلد یہاں سے چلے جاؤ شریف کو جو طیش و غضب اس شخص پر تھا وہ حضار مجلس ہی بیان کر سکتے ہیں۔ (الشہاب ص ۲۰۵ طبع لاہور)

۳۔ مولانا خلیل احمد صاحب کے مکہ میں ہونے کی رپورٹ

مولانا احمد رضا خان کو جب ملک چھوڑنے کا حکم ہوا تو آپ نے کہا مجھے تو میرے عقائد کی وجہ سے نکالا جا رہا ہے حالانکہ میں اہل سنت والجماعت سے ہوں لیکن مکہ میں ایک ایسا شخص بھی موجود ہے جس کا عقیدہ ہے کہ شیطان کا علم (معاذ اللہ) حضور اکرم کے علم سے زیادہ ہے خان صاحب نے فیاض احمد مفتی صالح کمال کی معرفت شریف صاحب کو پہنچادیا شریف کی مجلس میں اس وقت شیخ شعیب مالکی اور شیخ احمد فقیہ بھی موجود تھے۔ ان سب حضرات نے یہ بات سنتے ہی اس کا رد کر دیا کہ یہ ہرگز نہیں ہو سکتا اپنے آپ کو مسلمان کہنے والا کوئی شخص یہ عقیدہ نہیں رکھ سکتا۔ یہ الزام کوئی افتراء اور بہتان ہے جو یہ شخص کسی کے ذمہ لگا رہا ہے۔ اس پر مفتی شیخ صالح کمال بہت شرمندہ ہوئے اور انہیں احمد رضا خان کے وکیل بننے پر سخت ندامت ہوئی۔

اگر کسی کا یہ عقیدہ ہو تو وہ اپنا پیشوا شیطان کو مانے گا نہ کہ حضور کو۔ یہ بات کسی پہلو سے لائق تسلیم نہ تھی کہ کوئی شخص اپنے آپ کو مسلمان بھی کہے حضور اکرم کا کلمہ بھی پڑھے اور پھر شیطان کو علم میں حضور سے زیادہ کہے استغفر اللہ العظیم۔ اگر کوئی ایسا فرقہ ہوتا تو وہ فرقہ ابلیسیہ ہوتا نہ یہ کہ وہ اپنے آپ کو امت مسلمہ کا ایک فرد کہے اور امام ابوحنیفہ کا پیرو کہلائے۔

مولانا خلیل احمد صاحب کو جب اطلاع ملی کہ خان صاحب نے میرے خلاف یہ رپورٹ درج کرائی ہے تو آپ نے فوراً ان ناپاک کلمات کو افتراء و بہتان کہا آپ مفتی صالح کمال کے پاس خود تشریف لے گئے اور کہا کہ میں ہی وہ شخص ہوں جس کی نسبت یہ افتراء کیا گیا ہے۔ آپ نے اسے فوراً افتراء اور بہتان کہا کیا اب بھی مولانا احمد رضا خاں کے مفتری اور کاذب ہونے کا کوئی شک ہو سکتا ہے ان

عبدالرحمن دہلوی۔ انہوں نے مقدمہ کتاب سن کر کہہ دیا کہ یہ کتاب رنگ بدل دے گی۔ شریف ذی علم ہیں مسئلہ ان پر منکشف ہو جائے گا۔ انہوں نے کتاب پر کچھ اعتراض کیے۔ حضرت مولانا شیخ کمال نے جواب دیا آگے بڑھے انہوں نے پھر ایک مہمل اعتراض کیا۔ (ملفوظات حصہ دوم ص ۱۱۔۱۲)

اس سے یہ بات سمجھ آتی ہے کہ شریف کی مجلس میں یہ لوگ صاحب اثر تھے اور مولانا احمد رضا خاں کی باتیں ان کے نظریات کے خلاف ہیں۔

۵۔ مولانا احمد رضا خان کو مکہ سے نکلنے کا حکم

شریف کی مجلس میں جو علماء بیٹھتے تھے اگر وہ وہابی ہوتے تھے تو فیصلہ کیجئے کہ وہاں ان دنوں کون سا رنگ چڑھا ہوا تھا پھر احمد رضا خاں کی تحریر سے یہ اندیشہ کہ یہ دربار کا رنگ بدل دے گی صاف بتلاتا ہے کہ اس وقت مکہ و مدینہ کے عرب ان عقائد کے ہرگز نہ تھے جو احمد رضا خاں کی اس کتاب میں تھا اور اسے وہ وہاں لے کر گئے تھے۔ شریف کو سیاسی طور پر انگریزوں سے ساز باز رکھتا تھا۔ لیکن وہ عقائد میں عیسائیوں کی طرف جھکا ہوا نہ تھا۔ اور مولانا احمد رضا خاں کے عقائد مسیحی عقائد کے بہت قریب تھے یہی وجہ ہے کہ شریف نے مولانا کی وہ تحریر اپنے پاس ہی رکھ لی نہ اسے واپس کی نہ مولانا صالح کمال کو۔ مولانا احمد رضا خاں اس کے پندرہ سال بعد بھی یہی کہتے ہیں۔
کتاب بغل میں لے کر بالا خانہ پر آرام کے لئے تشریف لے گئے وہ کتاب آج تک انہی کے پاس ہے۔ (ملفوظات ۲ ص ۱۱)

اگر شریف نے اس کتاب سے کچھ بھی موافقت کی ہوتی تو پھر مجلس علماء میں کیوں نہ پڑھی گئی۔ پھر اگر علماء نے اس کی نقلیں لیں تو احمد رضا خاں کے نسخہ سے کیوں لیں اس کتاب سے کیوں نہ لیں جو شریف نے کسی دوسرے کو نہ دی اپنے پاس رکھی۔ ان حالات میں یہ تسلیم کرنے سے چارہ نہیں کہ اس وقت مکہ و مدینہ کے وہ عقائد ہرگز نہ تھے جو مولانا احمد رضا خاں وہاں پھیلانا چاہتے تھے۔ وہ لوگ اہل سنت عقائد کے تھے اہل بدعت نہ تھے۔

اس صورت میں اس کے سوا کیا ہو سکتا تھا کہ شریف مولانا احمد رضا خاں کو جلد مکہ سے نکلنے کا حکم دے اور وہ جلد مدینہ سے فارغ ہو کر واپس ہندوستان پہنچ گئیں۔ آپ نے اس لئے انہیں گرفتار نہ کروایا کہ یہ لوگ عجمی رعایا پر ہاتھ ڈالنا پسند نہ کرتے تھے۔ سو آپ انہیں صرف مکہ سے نکلنے کا حکم دینا کافی تھا۔

۶۔ مفتی صالح کمال سے ملاقات

پھر یہ بات بھی معلوم ہونی ضروری ہے کہ شریف کی مجلس میں پہلے مولانا خلیل احمد کے عقائد زیر بحث آئے یا اس میں پہلے مولانا احمد رضا خاں کے عقائد پر سوالات کا حسنہ تھا؟ مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری کی شیخ صالح کمال سے پہلی ملاقات شریف کی اس مجلس سے یقیناً بعد میں ہوئی جس میں مولانا خلیل احمد کے بارے میں ایک غلط رپورٹ دی گئی تھی اور حاضرین مجلس نے جن میں شریف بھی تھے اسی وقت اسے محض ایک الزام قرار دیا تھا کیونکہ ان کے نزدیک ایسے عقائد کسی دعوے اسلام کرنے والے کے نہیں ہو سکتے تھے سو اس بہتان کی وہاں اسی مجلس میں اسی وقت تردید ہو گئی تھی نہ مولانا خلیل احمد تو صرف شیخ صالح کمال کو حقیقت حال بتانے کے لئے وہاں اس کی مجلس میں گئے تھے اور آپ نے انہیں صاف لفظوں میں کہا کہ یہ سب جھوٹ ہے۔ میرے یہ عقائد ہرگز نہیں ہیں۔

۷۔ مولانا احمد رضا خاں کی ہندوستان آ کر غلط بیانی

مولانا احمد رضا خاں اپنے اس تکفیری پروگرام میں ناکام ہندوستان واپس لوٹے آپ نے واپس آ کر کسی کو نہ بتایا کہ ان پر دیار عرب میں کیا گزری؟ ... [illegible] کو چھپاتے ہی رہے پھر انہوں نے چودہ سال بعد جب دیکھا کہ اب لوگ ان کی اس رسوائی کو بھول چکے ہوں گے اچانک ۱۳۳۸ھ میں وہاں گزرے حالات کی ایک غلط کہانی وضع کی اور اسے الملفوظ حصہ دوم میں شائع کر دیا۔ پھر اس کے ستر سال بعد پروفیسر مسعود احمد صاحب نے اسے اپنے الفاظ میں فاضل بریلوی دیار عرب میں میں پیش کیا یہ اتنی دیر کی کہانی اور وہ بھی صرف اپنی زبانی۔ کیا اس ایک گھڑی داستان کا پتہ نہیں دیتی؟ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب حضرت مولانا حسین احمد نے جو ان دنوں وہیں مقیم تھے صحیح صورت حال لوگوں کو انہی دنوں بتلا دی تھی۔ بعد پھر اسے الشہاب الثاقب میں شائع بھی کر دیا تھا تو اس وقت مولانا

احمد رضا خاں نے اس کی تردید یوں نہ کی۔ ایسا ہوتا تو ان کے اپنے ساتھی مولانا خلیل احمد برکاتی تو
اس غلط فہمی میں نہ پڑتے کہ شاید مولانا احمد رضا خاں نے اپنی غلط فہمی دور کر لی ہو اور مولانا خلیل احمد
محدث سہارنپوری کے بیانات پر انہیں یقین آ گیا ہو۔۔۔ ہم تو یہی سمجھتے رہے کہ مولانا احمد رضا خاں کا
شاید فتح قبول ہو گیا ہو گا اور انہوں نے اپنی اس بہتان تراشی سے توبہ کر لی ہوگی۔

۸۔ علماء دیوبند کے عقائد کی دستاویز حجاز میں

علماء حرمین نے صحیح اقدام کیا کہ جو الزامات مولانا احمد رضا خاں نے علماء دیوبند پر لگائے تھے ان کے
بارے میں خود علماء دیوبند سے براہ راست سوالات کئے ان کے جوابات پھر مولانا خلیل احمد
محدث سہارنپوری نے ہی لکھے جو اپنا مجمل بیان خود مکہ میں دے آئے تھے ان جوابات پر پھر کچھ اوپر ۲۵
علماء دیوبند نے دستخط کئے تھے جن میں شیخ الہند مولانا محمود حسن حکیم الامت مولانا اشرف علی مفتی اعظم
مفتی عزیز الرحمن عثمانی اور مفتی اعظم ہند مفتی کفایت اللہ محدث دہلوی کے بھی دستخط تھے پھر اس کتاب
پر حرمین کے بعض ان علماء کی بھی تصدیق تھی جن سے مولانا احمد رضا خاں پہلے حسام الحرمین پر دستخط
لے چکے تھے۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب ابھی شریف مکہ تک مولانا احمد رضا خان کے غلط حقائق کی
کوئی رپورٹ نہ پہنچی تھی اور علماء حرمین ابھی تک احمد رضا خاں کا احترام کرتے تھے۔ وہ دونوں جانتے
تھے حقیقت حال تو بعد میں کھلی اور پھر پیچھے سے باہر آ گئی۔

علماء دیوبند کے عقائد کی اس دستاویز کا نام المہند علی المفند ہے اور اس کا دوسرا نام التصدیقات لدفع
التلبیسات ہے یہ ہندوستان میں ۱۳۲۵ھ میں شائع ہوئی اور پھر اب تک بیسیوں دفعہ چھپ چکی ہے علماء نے اسے
ہاتھوں ہاتھ لیا ہے۔ یہ عربی میں ہے اور اس کے ساتھ اس کا اردو ترجمہ بھی دیا گیا ہے۔ اس سوال اس
کے بعد بھی کتاب کی چھبیس سوالات کے جوابات ہیں۔

۹۔ المہند علی المفند کے ہمہ گیر اثرات

المہند کے ذریعہ پورے عالم اسلام میں علمائے دیوبند کا عام تعارف ہو گیا اور مصر و شام کے علماء
نے بھی المہند میں دیئے گئے عقائد کی پوری تصدیق کر دی۔ خود بریلوی حلقوں میں بھی یہ بات چلی

نکلی کہ علمائے دیوبند عقیدہ اہل السنۃ والجماعۃ ہیں اور یہ کہ مولانا احمد رضا خان کے ان پر عائد کردہ الزامات سب غلط ہیں اور علماء دیوبند ۱۸۵۷ء کی جنگ میں انگریزوں کے خلاف نکلے تھے اس لئے انگریزی سیاست کا تقاضا تھا کہ انہیں جس طرح بھی بن پڑے ہندوستانی رعایا میں بدنام کیا جائے۔ لوگ انہیں گستاخ رسول سمجھتے ہوئے ان سے کنارہ کش رہیں اور انگریز حکومت کو اپنے خلاف آئندہ کسی عام بغاوت کا اندیشہ نہ رہے۔ انگریزوں کی یہ سیاست زیادہ دیر نہ چل سکی اور الحمد نے پوری دنیا میں علماء دیوبند پر عائد کردہ ان الزامات کو پوری طرح دھو دیا انگریزوں کو اب اور دروازوں سے وفادار میسر آنے لگے اور علمائے دیوبند کے خلاف گستاخ رسول ہونے کی آواز یکسر دب گئی۔

بریلوی مکتب فکر کے جاں بلب ہونے کی ایک غیر جانبدار شہادت

مشہور مستشرق W.C. Smith اپنی کتاب "Modern Islam in India" میں بریلویوں کو ایک انحطاط پذیر طبقہ لکھتا ہے وہ انہیں ایک "decadent people" قرار دیتا ہے اس مکتب کے بارے میں وہ لکھتا ہے۔

It expresses and sustains the social and religious customs of decadent people. It is society accomodating winting people at the drinking of the wine and the prevailing superstitions, saint worship and degradation.

The Brailwi clegy accepts the fiteous villages of India as they find them; and their Islam is not without qualification on criticism of the actual religion of these villages

(MODREN ISLAM IN INDIA P-362-363, Ed. 1969)

(ترجمہ) یہ طبقہ پست رو لوگوں کے معاشرے اور ان کی مذہبی رسوم کو پیش کرتا ہے اور اسی پستی کو وہ دامن میں لئے ہے۔ یہ مجلسی طور پر نچلے درجے کے لوگوں کو جو شراب پر جمع ہونے والے ہیں اپنے ساتھ لئے ہوئے ہے۔ یہ لوگوں کے عصر حاضر کے توہمات جیسے پیر پرستی اور انحطاط پذیری کو اپنے دامن میں لئے ہے۔

مقام نہیں دیتے۔

انسائیکلو پیڈیا کے ایک ڈائریکٹر کو کہا گیا کہ اس میں مولانا احمد رضا خاں کا کسی اچھے پیرایہ میں بھی ذکر آنا چاہیے تو انہوں نے کہا کہ اس پر کوئی غیر جانبدار شہادت نہیں ملتی۔ ان کا کوئی بنا معتقد ہی اس پر کچھ لکھے تو لکھے عام اہل علم تو انہیں جانتے تک نہیں اس پر پروفیسر مسعود نے کہا اب میں لکھتا ہوں میرے نام سے انہیں انسائیکلو پیڈیا میں جگہ دیجئے پھر تو آپ کو کوئی اعتراض نہ ہونا چاہیے۔

سو اس میں کوئی تردد نہیں رہتا کہ بریلویت خود مولانا احمد رضا خاں کی زندگی میں ہی انحطاط پذیر ہو چکی اور اب یہ صرف ایک لکیر ہے جس پر یہ جہالت پسند طبقہ خراماں خراماں چلتا آ رہا ہے۔

ہم نے سرراہے بریلویت کو دیکھا ہے مولانا احمد رضا خاں کی خلاف تہذیب اور گندی تحریرات کو دیکھنا کوئی آسان کام نہ تھا تاہم اس سے وقت کی ایک متوازی تحریک کا کچھ مطالعہ ضرور ہو گیا ہے یہ مطالعہ بریلویت ہے اور بریلویت نہیں محض بریلویت کی ایک تصویر ہے۔ ہم نے اپنا مفصل مطالعہ ان آٹھ جلدوں میں ہدیہ قارئین کر دیا ہے۔

بریلویت پر گزرے ایک سو سال

بریلویت اپنی ابتداء میں تو محض چند جھوٹے الزامات اور علماء اہل سنت کی چند عبارات کی تحریف کا نام تھا۔ بریلویت اس پہلو سے تو ابتداء میں ہی دم توڑ گئی تھی علمائے حرمین کی حق پسندی سے حسام الحرمین کا طلسم ٹوٹا اور علمائے دیوبند کے عقائد المہند کے نام سے برسر عام آ گئے لیکن اس رستے کے راہی انگریز حکومت کے زیر سایہ اپنی علیحدہ جماعت بندی پر مجبور تھے اہل سنت مسلمانوں کو دو حصوں میں تقسیم کرنا انگریز حکومت کی ایک مجبوری تھی اور وہ اپنی اس پالیسی سے بہت نہ سکتی تھی۔

مولانا احمد رضا خاں نے الزامات میں اپنے کو ناکام ہوتے دیکھا تو انہوں نے اپنے چند عقائد کو ایک نئی ترتیب دی اس پر ان کے یہ عقائد مستند وجود میں آئے۔ تاہم کہیں کہیں انہوں نے صحیح عقائد کی بات بھی کر دی سو ان کے ان نئے عقائد کو بھی مسلمانوں نے زیادہ تر لفظی نزاع سمجھا۔ اور مولانا احمد رضا خاں حقیقی طور پر اہل سنت کو دو حصوں میں تقسیم نہ کر سکے ہم ان عقائد حسنہ کا ذکر اس کتاب کی پانچویں

جلد میں کرا آئے ہیں جن سے عام طور پر بریلوی پہچانے جاتے ہیں۔ بعد ازاں ان لوگوں نے اپنے عوام کو علمائے دیوبند سے دور رکھنے کے لئے عملی بدعات کی ایک لمبی فہرست مہیا کردی اور ان کو ان بدعات پر لگا دیا تاکہ یہ ہمیشہ دوسرے عام مسلمانوں سے اپنے آپ کو جدا سمجھیں۔ ہم اس کتاب کی جلد ششم میں ان بدعات کا بھی کچھ ذکر کر آئے ہیں ہماری اسی جدوجہد کا نتیجہ یہ ہے کہ اب ان کے علماء ان بدعات پر زیادہ مصر نہیں رہے ہاں بریلوی عوام ان بدعات کے رسیا ہو کر اہل سنت سے پوری طرح جدا ہو چکے ہیں پھر بھی عام مساجد میں یہ سب لوگ اکٹھے نماز پڑھتے دکھائی دیں گے۔ یہ صورت حال بتاتی ہے کہ بریلویت اپنے مقاصد میں اب دم توڑ چکی ہے اور عام پڑھا لکھا طبقہ بھی ان دو حلقوں میں کوئی بنیادی اختلاف محسوس نہیں کرتا۔ مطالعہ بریلویت ان دونوں کو دور قریب کرنے کے لئے ایک تاریخی اور مصلحانہ کوشش ہے۔

مولانا احمد رضا خاں کا یہ گہرا مطالعہ کرنے سے طبیعت ان کے ساتھ کچھ مانوس ہو گئی ہے جب بھی ان کی کوئی یاد ستاتی ہے ایک جلد اور بڑھ جاتی ہے۔

کبھی چھوڑی ہوئی منزل بھی یاد آتی ہے راہی کو

دیوبندی اور بریلوی حلقوں میں پھر سے اتحاد ہو جائے اور بعض مسجدوں پر بریلوی مسلک کے لگے ہوئے بورڈ یکسر اتر جائیں تو آج بھی ٹوٹا ہوا تارا مہ کامل بن سکتا ہے اور اہل سنت پھر سے ایک ہو سکتے ہیں۔

عروج عالم خاکی سے انجم سہمے جاتے ہیں
کہ یہ ٹوٹا ہوا تارا مہ کامل نہ بن جائے

ہم انشاء اللہ العزیز اس جلد میں اس پر بحث کریں گے کہ مولانا احمد رضا خاں پر دیار عرب میں کیا گزری اس المیہ سے ہمارے قارئین بھی کافی متاثر ہوں گے ہم اس پر بھی انشاء اللہ العزیز ایک مضمون سپرد قلم کریں گے کہ مولانا احمد رضا خاں نے حرمین کا رخ کیوں کیا۔ وہ آخر حرمین کو اپنا دینی مرکز سمجھتے تھے تبھی تو انہوں نے وہاں کا رخ کیا۔ اور ان حضرات کے فتووں کو اسلام کی سند سمجھا۔ کیا

آج بریلویوں کی حرمین شریفین سے وہ تاریخی عقیدت باقی ہے؟ ہرگز نہیں۔ بریلویت کی ان مختلف منزلوں پر بھی ہم ایک مقالہ پیش کریں گے۔ اور آخر میں ہم انشاءاللہ العزیز پوری الحمد کو بھی اپنے قارئین کے سامنے لے آئیں گے جس سے بریلویوں کی سیاسی عمارت اپنی ابتدا میں ہی دھڑام سے نیچے آگری تھی۔

یہ وہ سوالات تھے جو علماء دیوبند سے کئے گئے تھے

۱۔ حضور ﷺ (کے روضہ) زیارت کے لئے سفر کر کے جانا کیسا ہے؟

۲۔ اس سفر میں زیارت کی نیت کرے یا مسجد نبوی کی حاضری کی بھی نیت کرلے؟

۳۔ حضور ﷺ کی وفات کے بعد اپنی دعاؤں میں حضور ﷺ کا وسیلہ لینا کیسا ہے؟

۴۔ سلف صالحین سے انبیاء یا صدیقین سے یا شہداء و صالحین سے توسل لینا کیسا ہے؟

۵۔ حضور ﷺ کی قبر میں حیات کیا عام مسلمانوں کی طرح صرف برزخی ہے؟

۶۔ حضور کی مسجد میں دعا کرنے والا کیا روضہ مبارک کی طرف منہ کرسکتا ہے؟

۷۔ حضور ﷺ پر کثرت سے درود پڑھنا اور دلائل الخیرات پڑھنا کیسا ہے؟

۸۔ ائمہ اربعہ کی تقلید کرنا کس درجے میں ہے مستحب ہے یا واجب؟

۱۰۔ ائمہ اربعہ میں سے تم (اے علماء دیوبند!) کس کی تقلید کرتے ہو؟

۱۱۔ مشائخ کی بیعت اور صوفیہ کرام کے اختیار کردہ آداب بجالانا کیسا ہے؟

۱۲۔ شیخ محمد بن الوھاب کی طرح کیا تمہارا مسلک بھی پہلوں کو برا کہتا ہے؟

۱۳۔ کیا تم استوا علی العرش میں اللہ کے لئے جہت اور مکان کے قائل ہو؟

۱۴۔ استواء سے استیلاء مراد لینا اور ید سے قدرت مراد لینا کیسا ہے؟

۱۵۔ کیا تم کائنات میں سے کسی کو حضور اکرم ﷺ سے افضل مانتے ہو؟

۱۶۔ جو شخص خاتم النبیین کے بعد کسی کو نبوت ملنا جائز سمجھے وہ کیسا ہے؟
اور کیا تم میں سے کسی نے کہا ہے کہ کوئی اور نبی بھی پیدا ہوسکتا ہے؟

ہمیں چاہیے کہ منقبت رسالت میں کہیں اس طرح آپے سے باہر نہ ہو جائیں کہ نعت کہنے والے کو خالق اور مخلوق میں کوئی فاصلہ ہی نظر نہ آئے اور وہ بے خودی میں یہاں تک کہہ دے۔

ممکن میں یہ قدرت کہاں واجب میں عبدیت کہاں
حیراں ہوں یہ بھی ہے خطا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

افسوس کہ حضورؐ کو مالک یوم الدین کے درجے میں لانے کے لئے یہاں تک کہہ دیا گیا۔

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب
فرق محبوب و محب میں نہیں تیرا میرا

جب کسی مذہب میں افراط اس درجے تک آجائے کہ وہ خالق و مخلوق اور مالک و مملوک میں کوئی فرق نہ رکھ سکیں تو پھر یقین کیجئے کہ آخرت میں آگ بھی ان کے سر سے نہ ہٹے گی۔

ہم اس پر اس مقدمہ کو ختم کرتے ہیں اور مطالعہ کی جلد ہشتم کا آغاز کرتے ہیں۔ ہم پہلے یہاں مطالعہ جلد ہفتم کا ایک باب تلخیصاً پیش کرتے ہیں تاکہ ماقبل سے پھر ایک رابطہ ہو جائے اور یہ بات مزید نکھرے کہ خیرآبادی علماء ہرگز مولانا احمد رضا خاں کے ہم خیال نہ تھے پھر یہ مضمون سمجھنے میں بہت مدد ملے گی کہ مولانا احمد رضا خاں علماء حجاز کی نظر میں کیا ٹھہرے۔

وما توفیقی الا باللہ و علیہ توکلت و الیہ انیب

اللہ بس و باقی ہوس
مولف عفا اللہ عنہ
جامعہ دارو پاکستان

باب اوّل

خیر آبادی علماء بریلوی عقائد کے نہ تھے

الحمد للہ و سلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ اما بعد

بریلویت اپنے آپ کو خیر آبادی علماء کا وارث قرار دیتی ہے یہ محض اس لئے کہ مولانا فضل حق خیر آبادی کے مولانا اسمٰعیل شہید سے مسئلہ امتناع النظیر پر کچھ علمی اختلافات ہوئے تھے لیکن یہ درست نہیں کہ مولانا فضل رسول بدایونی یا مولانا احمد رضا خاں مولانا فضل حق خیر آبادی کے علمی وارث ہوئے اس باب میں اس موضوع کی کچھ تلخیص پیش کرتے ہیں اس کے بعد دوسرے باب میں اس پر بحث ہوگی کہ مولانا احمد رضا خاں پر دیار عرب میں کیا گزری۔ ہم ساتویں جلد میں علامہ معین الدین اجمیری خیر آبادی کی کتاب تجلیات انوار المعین جو انہوں نے مولانا احمد رضا خاں کے خلاف لکھی پوری پیش کر چکے ہیں ہم اس باب میں مولانا احمد رضا خاں کے کردار پر کچھ گفتگو کرتے ہیں کہ انہوں نے جس طرح محدثین دہلی اور علماء دیوبند پر جھوٹے الزامات لگائے اور انگریزی عملداری میں پاک و ہند کے اہل سنت میں ایک تفرقے کے لئے تاریخی بنیادیں مہیا کیں اور اپنی تصدیق کے لئے علماء حرمین مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ سے بھی استفسار چاہا۔ اور ایک تکفیری دستاویز تیار کر کے حجاز پہنچے۔ ان پر کیا گزری۔

ملک کے اندر انہوں نے مولانا فضل حق خیر آبادی سے نسبت قائم کرنے کی بات کی اور اب تک ان کے پیرو مولانا فضل حق کے واسطہ سے حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی تک پہنچتے ہیں۔ ہم مطالعہ بریلویت کی ساتویں جلد میں خیر آبادی سلسلہ کے مقتدر عالم مولانا معین الدین اجمیری کی دو کتابیں (۱) القول الاظہر (۲) اور تجلیات انوار المعین۔ جو انہوں نے خاص مولانا احمد رضا خاں کے رد میں لکھیں۔ ہدیہ قارئین کر آئے ہیں۔ جو شخص بھی ان کا مطالعہ کرے گا وہ اس حقیقت کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ بریلویوں نے غلط طور پر اپنے آپ کو مولانا فضل حق خیر آبادی کا وارث قرار دے رکھا ہے اور اس طرح وہ اپنے تاریخی جھوٹوں میں ایک اور جھوٹ کا اضافہ کئے ہوئے ہیں۔

مولانا احمد رضا خاں کا صرف علماء دیوبند سے ہی اختلاف نہ تھا خیرآبادی علماء بھی ہرگز بریلویت پر نہ تھے۔ ہندوستان میں جتنے بھی علماء کے حلقے تھے ان میں بدایوں کے علماء کے سوا کسی نے مولانا احمد رضا خاں کا ساتھ نہ دیا تھا۔ اور علماء بدایوں سے بھی وہ کہاں تک نبھا سکے۔ اس کے لئے یہی کہنا کافی ہے کہ علماء بدایوں سے ان کا اختلاف عدالت تک پہنچ گیا تھا۔ سو علماء برصغیر کا کوئی گروہ ایسا نہ ملے گا جس سے مولانا احمد رضا خاں نے اختلاف نہ لیا ہو۔

علماء فرنگی محل، علماء رامپور، علماء لکھنؤ، علمائے دہلی، علمائے علی گڑھ ان میں سے کسی نے علماء دیوبند کی مخالفت میں ان کا ساتھ نہ دیا تھا اور آپ بھی آخر عمر میں اس اختلاف کو چھوڑ بیٹھے تھے۔ جو طلبہ ان تاریخی حقائق میں جانا چاہتے ہیں ان کے لئے ہم ان کے اور خیرآبادی علماء کے تاریخی فیصلے پھر سے ہدیہ قارئین کئے دیتے ہیں۔

ہندوستان میں خیرآبادی علماء کی معقولات میں دور دور تک شہرت تھی اور محدثین دہلی پورے ہندوستان میں علم قرآن، علم حدیث اور علم فقہ کے امین سمجھے جاتے تھے۔ مولانا حالی محدثین دہلی کو ہندوستان میں اسلام کا قلعہ کہتے تھے ان کا دہلی کے جہاں آباد کو سلام عقیدت ملاحظہ ہو۔

اے جہاں آباد اے اسلام کے دارالعلوم — اے کہ تھی علم و ہنر کی تیرے ایک عالم میں دھوم
تھے ہنرور تجھ میں اتنے جتنے گردوں پر نجوم — تھا تفاخر تیرا جاری ہند سے تا شام و روم

زیب دیتا تھا لقب تجھ کو جہاں آباد کا
نام روشن تجھ سے تھا قرطبہ و بغداد کا

علماء کے اختلافات صرف علمی حد تک محدود رہتے ہیں

معقول و منقول کے کچھ ظاہری تصادم میں مولانا فضل حق خیرآبادی اور مولانا اسمٰعیل شہید میں امتناع نظیر کے مسئلہ میں اختلاف چلا۔ یہ کوئی ضروریات دین کا اختلاف نہ تھا۔ اور جس طرح بڑے علماء اختلاف کو ہمیشہ اس کے اپنے درجے پر رکھتے ہیں۔ اور وہ ہر اختلاف میں کفر و اسلام کے فیصلے قائم نہیں کرتے۔ مولانا اسمٰعیل شہیدؒ اور مولانا فضل حق خیرآبادی نے بھی اپنے اس اختلاف کو صرف

ایک علمی اختلاف کے درجہ پر رکھا تھا اور اسے اس کی حد سے آگے نہ بڑھایا۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں بزرگوں کے درجے اور بڑھائے۔ اس وقت دونوں اپنے خیمے جنت میں لگائے ہوئے ہیں۔

مولانا فضل حق خیرآبادی نے اپنے موقف کی حمایت میں جو نکات اٹھائے شاہ محمد اسحٰق کے ایک شاگرد مولانا سید امیر احمد سہسوانی (۱۳۰۶ھ) نے تنقیص الاباطیل فی الذب عن الشیخ اسمٰعیل میں ان سب کے جوابات دیئے اور معاملہ ٹھنڈا پڑ گیا مولانا فضل حق نے مولانا اسمٰعیل کی شہادت پر جو بیان دیا اس سے پتہ چلتا ہے کہ خیرآبادی علماء ہرگز بریلوی عقائد کے نہ تھے۔ اور ان کا مولانا اسمٰعیل شہید سے فاصلہ کوئی قطعی درجے کا نہ تھا۔

لیکن افسوس کہ مولانا احمد رضا خان نے ان کے ان اختلافات کو بہانہ بنا کر ایک پوری فرقہ بندی ترتیب دے دی۔ اور اپنے آپ کو مولانا فضل حق خیرآبادی سے غلط طور پر نسبت کیا۔ اس سے اب انہیں محدثین دہلی کے سلسلہ سے استفسار کی ضرورت نہ رہی انہوں نے حضرت شاہ عبدالعزیز کے بعد شاہ محمد اسحٰق اور اس سلسلہ کے جملہ محدثین سے کٹ کر لی اور ان کے پیرو آج تک اس لکیر کو پیٹتے چلے آ رہے ہیں۔ بریلوی علماء کی مولانا فضل حق سے عقیدت ملاحظہ ہو:۔

ماہنامہ المیزان بمبئی کے احمد رضا نمبر میں ہاشمی میاں کچھوچھوی کا یہ بیان دیکھئے:

حضرت علامہ (فضل حق خیرآبادی) اور آپ کے تمام ساتھی سنی بریلوی علماء نے انگریزوں کے خلاف علم جہاد بلند کیا۔ (ماہنامہ المیزان بمبئی۔ احمد رضا نمبر ص ۳۸۷)

بریلویوں کو آزادی ہند کی تحریک میں داخل کرنے کے لئے یہ بکری کا جالا بنا جا رہا ہے؟ محض اس لئے کہ کسی طرح مولانا احمد رضا خاں سے پروردہ برٹش ہونے کا لیبل اتارا جا سکے یاد رہے کہ جس وقت مولانا فضل حق نے انگریزوں کے خلاف علم جہاد بلند کیا تھا اس وقت مولانا احمد رضا خاں پیدا بھی نہ ہوئے تھے۔ نہ سنی بریلوی علماء کے نام سے اس وقت کوئی گروہ علماء موجود تھا۔

پھر اس امام احمد رضا نمبر کے آخری صفحہ پر ماہنامہ المیزان کا یہ اعلان بھی قابل مطالعہ ہے۔

المیزان کا آئندہ نمبر علامہ فضل حق نمبر ہوگا ص ۶۴۲

اس اعلان پر ۲۶ مارچ ۱۹۷۶ء کی تاریخ درج ہے اب ۱۹۹۹ء سے گزر رہے ہیں۔ بریلویوں کے اس اعلان پر تیس ۲۳ سال ہوگئے مگر وہ علامہ فضل حق نمبر ہم نے کہیں نہیں دیکھا۔ جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے۔ علامہ فضل حق کے یہ جعلی وارث ابھی تک انہیں بریلوی قالب میں نہیں لاسکے۔ مارتے دم تک انہیں بریلوی عقیدہ کا ثابت کرسکیں گے۔ مولانا اسمٰعیل کی شہادت پر انہوں نے جو بیان دیا وہ تاریخ کے اندھیروں میں روشنی کا مینار ہے پیر مہر علی شاہ صاحب بھی اسی لئے ان دونوں بزرگوں کو اللہ کے ولی اور مجدد کہتے تھے۔

ہم مطالعہ بریلویت کی ساتویں جلد میں خیرآبادی سلسلہ کے نامور عالم مولانا معین الدین چشتی اجمیری کی دو کتابیں (۱) القول الاظہر اور (۲) تجلیات مہریہ قارئین کرا چکے ہیں۔ جو انہوں نے مولانا احمد رضا خاں کے رد میں لکھیں اور انہوں نے خاں صاحب کو اس طرح بے نقاب کیا ہے کہ شاید آج تک بریلویت کے کسی مخالف نے ان کی اتنی توضیح نہ کی ہوگی۔

ان مولانا معین الدین اجمیری کا تعارف بریلویوں کے مذکورہ بالا المیزان بمبئی امام احمد رضا نمبر میں اس طرح دیا گیا ہے۔

شمس العلماء حضرت مولانا معین الدین اجمیریؒ

حضرت مولانا معین الدین اجمیری بھی انگریزوں کی مخالفت میں اور برطانوی استبداد سے مسلمانوں کی آزادی میں مولانا فضل حق مرحوم کی تحریک آزادی کے ممتاز رہنما تھے۔ مولانا مرحوم کا جو عزم جہاد انگریزوں کے خلاف تھا۔ وہ آپ کی گرانقدر کتاب ہنگامہ اجمیر سے ظاہر ہے (المیزان ص ۳۹۶)

انہیں مولانا معین الدین اجمیری نے اپنی کتاب تجلیات انوار المعین میں مولانا احمد رضا خاں کو ایک پہلو سے مرزا غلام احمد قادیانی کے ساتھ رکھا ہے اور یہ آپ مطالعہ بریلویت کی ساتویں جلد میں دیکھ آئے ہیں۔

اب پیشتر اس کے کہ ہم یہ بحث کریں کہ مولانا احمد رضا خاں کا کوئی اعتقادی رشتہ مولانا فضل حق خیر

آبادی سے نہ تھا ہم پہلے خیرآبادی علماء کا ایک مختصر علمی شجرہ ہدیہ قارئین کئے دیتے ہیں جس سے
سے مولانا احمد رضا خاں کے بارے میں خیرآبادی علماء کے خیالات معلوم کئے جا سکتے ہیں۔

خیرآبادی علماء کا ایک مختصر علمی شجرہ

۱۔ مولانا فضل امام خیرآبادی

۲۔ مولانا فضل حق خیرآبادی

۳۔ مولانا عبدالحق خیرآبادی (۱۳۱۸ھ)

۴۔ مولانا معین الدین اجمیری (۱۳۵۹ھ)

۵۔ مولانا برکات احمد بن دائم علی (۱۳۴۷ھ)

۶۔ حکیم محمود احمد برکاتی (کراچی) مؤلف حیات شاہ محمد اسحٰق محدث دہلوی

مولانا فضل رسول بدایونی اور مولانا احمد رضا خاں حضرت شاہ محمد اسحٰق پر بھی اسی طرح برستے رہے اور ان کے خلاف کتابیں لکھتے رہے۔ جس طرح وہ مولانا اسمٰعیل کے خلاف لکھتے رہے اور ان کا رد کرتے رہے تھے۔ اب ان خیرآبادی حضرات کا حیات شاہ محمد اسحٰق جیسی کتابیں لکھنا بتاتا ہے کہ یہ حضرات ہرگز بریلوی عقائد کے نہ تھے۔ نامناسب نہ ہوگا کہ آپ ان حضرات سے شروع سے کچھ تعارف کرتے چلیں۔

مولانا فضل امام خیرآبادی

سید قاسم محمود انسائیکلو پیڈیا آف اسلام میں مولانا فضل امام کے ذکر میں لکھتے ہیں۔

پہلے ہندوستانی مسلمان تھے جن کو ایسٹ انڈیا کمپنی نے دہلی کے مفتی اور صدر الصدور کے منصب پر ۔۔۔ ۱۸۲۷ء میں آپ اس عہدہ سے الگ ہو گئے اور ان کے تلمیذ خاص مفتی صدر الدین آزردہ ۔۔۔ صدر الصدور کے منصب پر فائز ہوئے۔

یہ نہ سمجھا جائے کہ آپ ۱۸۲۷ء میں خود بڑھاپے کے ہاتھوں سے نکلے تھے ۔۔۔ شاگرد بھی اس منصب پر نہ آسکے۔ اور پھر ان کے بیٹے مولانا فضل حق خیرآبادی بھی کثیر دہلی سے

سررشتہ داری کی حیثیت سے انگریزی کی ملازمت قبول نہ کرتے۔ اسی انسائیکلو پیڈیا کے اگلے صفحہ پر مولانا فضل حق کے تذکرہ میں ہے۔

ایسٹ انڈیا کمپنی کے دور میں کمشنر دہلی کے سررشتہ دار کی حیثیت سے ملازم رہے (انسائیکلو پیڈیا آف اسلام ص ۱۱۹۶)

مولانا فضل حق نے جب مولانا اسمٰعیل شہید کی مخالفت سے رجوع کیا تو انگریز آپ سے ناراض ہو گئے تاہم یہ سعادت آپ کے نام لکھی تھی کہ آپ مجاہد فی سبیل اللہ مولانا اسمٰعیل شہید کی مخالفت سے رجوع کریں۔ اور مجاہدین کا ساتھ نہ دیں گے۔ آپ طلبہ کو پڑھا رہے تھے کہ آپ نے بالاکوٹ میں مولانا اسمٰعیل شہید کے شہید ہونے کی خبر سنی آپ نے سبق پڑھانا چھوڑ دیا اور فرمایا۔

اسمٰعیل کو ہم مولوی ہی نہیں مانتے تھے۔ وہ امت محمدیہ کا حکیم تھا کوئی شے ایسی نہ تھی جس کی ایک دلیل اس کے ذہن میں نہ ہو۔ امام رازی نے اگر حاصل کیا تو دود چراغ کھا کر اور اسمٰعیل نے محض اپنی قابلیت اور استعداد خداداد سے (امیر الروایات ص ۱۱۶)

مولانا امیر شاہ خاں مفتی عنایت احمد سے روایت کرتے ہیں۔ وہ مولانا خیر آبادی سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا۔

مجھ سے سخت غلطی ہوئی کہ میں نے مولوی اسمٰعیل صاحب کی مخالفت کی وہ بے شک حق پر تھے اور میں غلطی پر تھا۔ مجھ پر جو مصیبت پڑی ہے۔ یہ میرے اپنے اعمال کی سزا ہے۔ (امیر الروایات ص ۱۲)

وہ غلطی کیا تھی جو مولانا سے سرزد ہوئی تھی وہ انگریزوں سے تعلقات تھے بریلوی اسی پہلو سے اپنے آپ کو مولانا فضل حق کا پیرو کہتے ہیں لیکن ان کا یہ زعم درست نہیں یہ اس لئے کہ وہ تو پہلے اس اساسی موقف سے رجوع کر چکے تھے۔ مولانا نے جب حق کی طرف رجوع فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں حق گوئی کا یہ ثمرہ دیا کہ ان کے بیٹے مولانا علامہ عبد الحق خیر آبادی نے مولانا اسمٰعیل کی مخالفت کو جو علماء بدعیوں اور وہابیہ کے نام سے کر رہے تھے ایک خبط کا نام دیا۔

مولانا احمد رضا خاں صاحب جب منطق پڑھنے کے لئے حضرت علامہ عبد الحق کی خدمت میں حاضر

ایک سوال۔ جس طرح بریلوی دیوبندیوں کے خلاف ہیں اسی طرح وہ خیرآبادی حضرات کے بھی خلاف ہیں وہ انہیں بھی اہل سنت میں سے نہ سمجھتے تھے۔

مولانا احمد رضا خاں مولانا علامہ عبدالحق خیرآبادی کو اہل سنت میں سے سمجھتے تھے یا نہیں اس کے لئے مولانا احمد رضا خاں کا وہ جواب ملاحظہ فرمائیں جو آپ نے ان سے منطق نہ پڑھ سکنے کے بارے میں خود آپ نے کہا۔

آپ کی باتوں کو سن کر میں نے پہلے ہی فیصلہ کر لیا ہے کہ ایسے شخص سے منطق پڑھنی اپنے علماء اہل سنت کی توہین ہے۔

اس میں اس بات کا صاف اقرار ہے کہ وہ خیرآبادی علماء کو علماء اہل سنت میں سے نہیں سمجھتے۔

اس کا نتیجہ یہ رہا کہ مولانا احمد رضا خاں پھر ساری عمر کہیں منطق نہ پڑھ سکے۔ فتویٰ نویسی کا کام آپ نے درسی کتابوں کی تکمیل کے بغیر ہی شروع کر دیا تھا۔ ایسا نہ ہوتا تو ان کے فتاویٰ عام لوگوں میں ضرور مقبول ہوتے۔

علامہ عبدالحق خیرآبادی کے شاگردوں میں مولانا علامہ معین الدین اجمیری نے زیادہ شہرت پائی آپ سے مولانا احمد رضا خاں نے علماء دیوبند کو کافر کہنے کی گذارش کی آپ نے اسے یکسر ٹھکرا دیا۔ اور علماء دیوبند کو برسر عام مسلمان کہا۔ آپ نے جس طرح تجلیات انوار المعین میں مولانا احمد رضا خاں کی گرفت کی ہے یہ شاید ہی آپ کو کسی دوسری کتاب میں ملے۔ علامہ عبدالحق خیرآبادی کے دوسرے نامور شاگرد مولانا برکات احمد ٹونکی تھے مولانا برکات احمد پر ان کے پوتے مولانا حکیم محمود احمد برکاتی نے برکات احمد کے نام سے ایک مستقل کتاب لکھی ہے۔

مولانا برکات احمد مولانا دائم علی کے بیٹے تھے آپ ۱۸۶۹ء میں ٹونک میں پیدا ہوئے صحاح ستہ مولانا ایوب بن قمر الدین پھلتی سے پڑھیں۔ آپ غیر مقلدین کے سخت خلاف تھے تصوف میں آپ کی کتابیں الانہار الاربعہ فی التصوف اور القول الضابط فی تحقیق الوجود الرابط بہت مشہور ہیں آپ نے جامع ترمذی پر بھی ایک حاشیہ لکھا ہے آپ کے والد گرامی مولانا حکیم دائم علی

ہو یہ بھی جھوٹ ہے اور اس کا درجہ ان جھوٹوں سے کسی درجہ کم نہیں جو مولانا احمد رضا خاں نے علماء دیوبند کے خلاف گھڑے اور انہیں بیک وقت اسلام سے باہر لا کھڑا کیا۔

مولانا فضل امام خیرآبادی کے شاگرد صدر الصدور مفتی صدر الدین آزردہ (۱۲۸۵ھ) بھی مولانا اسمٰعیل شہید کے بارے میں کیا رائے رکھتے تھے۔ اسے بھی ملاحظہ فرمائیں:

مولوی اسمٰعیل کو ایسا دیکھا کہ پھر کسی کو ایسا نہ دیکھا یہ لوگ ان میں سے ہیں جن کے بارے میں حق سبحانہ وتعالیٰ نے پ ۴ آل عمران میں فرمایا:

الذین قال لھم الناس ان الناس قد جمعوا لکم فاخشوھم فزادھم ایمانا و قالوا حسبنا اللہ (فضائل عالم باعمال ص ۵)

(ترجمہ) یہ وہ لوگ ہیں جنہیں لوگوں نے کہا لوگ تمہارے خلاف اکٹھے ہو گئے ہیں ان سے ڈرو اس چیز نے ان کے ایمان کو اور بڑھا دیا اور انہوں نے کہا ہمارے لئے اللہ کافی ہے۔

مولانا فضل حق خیرآبادی نے جب مسئلہ امتناع النظیر میں مولانا اسمٰعیل کی مخالفت کی تو اس وقت بھی مولانا فضل حق کے کئی دوسرے شاگرد (جیسے مولانا سراج الدین لکھنوی) مولانا فضل حق کے ساتھ نہ تھے۔ مولانا محمد اسمٰعیل کے ساتھ تھے۔ تاہم اس میں شک نہیں کہ یہ ایک محض علمی اختلاف تھا یہ کوئی دو فرقوں کا اختلاف نہ تھا جیسا کہ بریلویوں نے اسے مشہور کر رکھا ہے۔

مولانا فضل حق خیرآبادی نے زمانہ اختلاف میں جو رسالہ امتناع نظیر پر دیئے تھے مولانا سید امیر احمد سہسوانی (۱۳۲۵ھ) نے اس کے جواب میں "نقض الاباطیل فی الذب عن الشیخ اسمٰعیل" لکھی۔ اور امکان و امتناع کا یہ اختلاف یکسر ٹھنڈا پڑ گیا۔ اب مولانا فضل حق خیرآبادی بھی مولانا اسمٰعیل کی عظمت کے اعتراف میں ان کے کسی دوسرے معتقد سے پیچھے نہ تھے۔

خاندان کے علمی جانشین دیوبند چلے آئے علماء دیوبند کی دوسری صف کا دور تھا کہ بریلی سے مولانا احمد رضا خاں ان کے خلاف اٹھے اور انہوں نے محسوس کیا کہ اسلامیانِ ہند کے دل و دماغ سے دہلی اور دیوبند کے محدثین اور فقہاء کا اثر و رسوخ ختم نہیں کیا جا سکتا جب تک کہ کسی زمین سے بھی بڑے مرکز کو اپنے حق میں استعمال نہ کیا جائے ان سے بڑا مرکز تو اسلام مکہ اور مدینہ کے علمی مراکز تھے یہ وہ ضرورت تھی جس کے لئے مولانا احمد رضا خاں سرزمین حجاز پہنچے اور وہاں پہنچ کر انہوں نے علماء دیوبند کے خلاف وہ تلوار چلائی کہ اب ہندوستان میں اہل سنت دو حصوں میں منقسم ہو گئے اس تلوار کا نام مولانا احمد رضا خاں نے خود "حسام الحرمین" رکھا یعنی "حرم مکہ اور حرم مدینہ میں سونتی گئی تلوار" اور انہیں یہ خیال بھی نہ آیا کہ یہاں تلوار اٹھانا جائز نہیں۔ یہ ۱۳۲۳ھ کی بات ہے اب اس وقت ہم ۱۴۲۳ھ سے گزر رہے ہیں اور اب مولانا احمد رضا خاں کے اس سانحہ کو پوری ایک صدی گزر چکی ہے۔

حجاز میں پہلے سے دیوبند کے کون لوگ موجود تھے

۱۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی (۱۳۷۷ھ) کے والد ماجد مولانا سید حبیب اللہ اپنے آبائی وطن فیض آباد کو چھوڑ کر مدینہ منورہ آباد ہو چکے تھے۔ ان کے صاحبزادے حضرت مولانا سید احمد اور مولانا حسین احمد ۱۲۹۳ھ میں حج پر حجاز گئے اور مکہ اور مدینہ میں آپ کی خاصی علمی شہرت ہوئی حضرت مولانا حسین احمد اب یہاں درس و تدریس میں مصروف ہو گئے۔ اور ان کا زیادہ وقت علماء و طلبہ میں گزرتا تھا۔

۲۔ حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری ۱۳۲۳ھ میں دوسری بار حج پر گئے تو آپ اس سفر میں ہردوئی (ہندوستان) سے اور ایک مشہور بزرگ شاہ [illegible] جو [illegible] تشریف آپ کے ساتھ تھے انہوں نے اپنے اس سفر کے حالات میں حضرت مولانا خلیل احمد کو تفصیل سے ذکر کیا ہے ایک جگہ لکھتے ہیں۔

میں نہیں کہہ سکتا کہ سب مدینہ کس قدر آپ کا احترام فرماتے تھے اور ہر وقت آپ کا درس مدینہ میں جاری رہتا تھا حتیٰ کہ جب آپ نماز میں حرم محترم ہوتے تھے تو طلبہ کھلی ہوئی کتابیں ہاتھوں میں لئے ہوئے

اسباق پڑھتے جاتے تھے۔ (زیارت خانہ زیارت اولیاء کا ملین صفحہ ۳۴ مطبع فخر المطابع لکھنؤ ۱۹۱۴ء)
سو حجاز میں علماء دیوبند پہلے پہنچے ہوئے تھے مولانا احمد رضا خاں ۱۳۲۳ھ کے اواخر میں حجاز آئے انہوں نے علماء دیوبند کے خلاف علماء حجاز کو مغالطہ دینے کے لئے علماء دیوبند کے ساتھ مرزا غلام احمد قادیانی کو ملایا اور دونوں کا اکٹھا ذکر کیا تاکہ علماء کو جو نفرت مرزا غلام احمد سے ہے اس سے علماء دیوبند کے خلاف دوری پیدا کرنے کی راہ ہموار کی جائے۔ مولانا احمد رضا خاں نے علماء دیوبند کی کچھ اردو عبارات اپنے مطالب کے موافق عربی ترجمہ کر کے علماء حجاز کے سامنے پیش کیں اور ان حضرات سے مشروط پیرائے میں ان کے خلاف فتویٰ کفر حاصل کیے۔ انہوں نے لکھا تھا کہ اگر ان علماء کے عقائد واقعی وہی ہیں جو سوال میں درج ہیں تو یہ لوگ واقعی کافر ہیں یہ شرطیہ پیرایہ جواب بتلاتا ہے کہ ان علماء حجاز کو ابھی تک علماء دیوبند کے عقائد و نظریات کی پوری تحقیق نہ ہو پائی تھی اور ان کے یہ جوابات سوالات کے مطابق تھے واقعات کے مطابق نہ تھے نہ علماء دیوبند کے یہ عقائد تھے حسام الحرمین میں جواب کی ایک عبارت ملاحظہ ہو۔

هذا حكم هولاء الفرق ولا شخاص ان ثبت عنهم هذه المقالات الشنيعة
(حسام الحرمین صفحہ ۲۲۔)

(ترجمہ) یہ حکم ہے ان فرقوں اور شخصوں کا اگر ان سے یہ شنیع قول ثابت ہوں۔

لفظ "اگر" پر دوبارہ غور کریں اس سے صاف پایا جاتا ہے کہ علماء حرمین کا یہ فتوے کفر "اگر" سے مشروط ہے کہ واقعی یہ عقائد کفریہ ان حضرات سے ثابت ہوں جن کی طرف انہیں نسبت کیا گیا ہے اس شرط کے ثابت ہوتے ہوئے حسام الحرمین کے ان فتووں کی کوئی قیمت نہیں رہ جاتی اور یہ دیکھنا پھر سے لازم ہو جاتا ہے کہ کیا یہ عقائد واقعی ان حضرات کے ہیں جن کی طرف انہیں منسوب کیا گیا ہے یا یہ صرف مولانا احمد رضا خاں کے اپنے شوق تکفیر کی چلبلاہٹ ہے جو انگریزی دور کی ایک تاریخی یادبن کر رہ گئی ہے۔

ایک دوسرے عالم کا جواب بھی شرطیہ پیرائے میں

ایک دوسرے عالم عمر بن حمدان المحرسی المالکی بھی لکھتے ہیں:

فهولاء ان ثبت عنهم ما ذكره هذا الشيخ من ادعاء النبوة القادیانی و انتقاص النبی صلی اللہ علیہ وسلم من رشید احمد و خلیل احمد و اشرف علی المذکورین فلا شک فی کفرهم (ایضاً صفحہ ۲۰۶)
(ترجمہ) ان لوگوں سے اگر وہ باتیں ثابت ہوں جو اس شیخ نے ذکر کیں جیسے قادیانی کا دعویٰ نبوت اور رشید احمد اور خلیل احمد اور اشرف علی کا حضور کی تنقیص کرنا تو کچھ شک نہیں ہو سکتا ان کے کفر میں۔
مولانا شیخ احمد ابو الخیر میرداد بھی لکھتے ہیں۔

فان من قال بهذه الاقوال معتقداً لها كما هي مبسوطة في هذه الرسالة فلا شبهة انه من الكفرة الضالين المضلين (ایضاً ص ۱۳۰)
(ترجمہ) سو جو شخص یہ باتیں ان کا اعتقاد رکھ کر کرے جیسا کہ یہ اس رسالہ میں مبسوط ہیں تو اس میں شک نہیں کہ وہ کافروں میں سے ہے۔ جو خود بھی گمراہ ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرنے والے ہیں۔
جلیل القدر مالکی عالم علامہ محمد علی بن حسین کا جواب بھی سنئے:

فاذا هو كما قال ذلك الهمام بوجب ارتداد هم فهم يستحقون النكال (ایضاً ص ۱۴۸)
(ترجمہ) سو جب وہ بات ایسی ہی ہے جیسا کہ اس نے کہا ہے تو اس سے انہیں مرتد قرار دینا واجب ٹھیرتا ہے۔ سو وہ سزا کے مستحق ہیں۔
اب مفتی حنفیہ شیخ صالح کمال جو مولانا احمد رضا خاں کے دوست تھے ان کی بات بھی سن لیں۔ لکھتے ہیں:۔

ان ائمة الضلال الذين سميتهم كما قلت و مقالاتك فيهم بالقبول حقيق فيهم والحال ما ذكرت مارقون من الدين (حسام الحرمین ص ۱۴۲)
(ترجمہ) اور بے شک گمراہی کے وہ پیشوا جن کا تم نے نام لیا ایسے ہی ہیں جیسا کہ تم نے کہا تو تم نے ان کے بارے میں جو کچھ کہا سزاوار قبول ہے وہ دین سے باہر ہیں (اور اسلام سے نکلے ہوئے ہیں)
یہاں بھی فتویٰ اسی شرط سے مشروط ہے کہ جو باتیں تم نے ان کے بارے میں کہیں قبول کی جائیں تو بے شک ان پر فتویٰ کفر ہے۔

ان فتوی دینے والوں میں سے ایک نے بھی نہیں لکھا کہ ہم نے علماء دیوبند کی یہ اصل کتابیں دیکھی ہیں اور ہم اردو جانتے ہیں اور ہم نے ان حوالوں کو ایسا ہی پایا ہے۔

یا یہ کہا ہو کہ ہم نے اس ترجمہ کے صحیح ہونے کی کسی دوسرے اردو دان سے تصدیق کرائی ہے اور مولانا احمد رضا خاں نے جو ترجمہ کیا ہے وہ صحیح ہے۔

جب علماء حرمین کو علماء دیوبند کی اصل کتابوں کو دیکھنے اور ان کے ترجمہ کی تصدیق حاصل کرنے کا موقع نہیں ملا تو پھر ان مشروط فتووں کی کیا حقیقت باقی رہ جاتی ہے؟ یہ اب آپ ہی سوچیں۔

شیخ توفیق شبلی کی تقریظ حسام الحرمین کی آخری تصدیق ہے انہوں نے بھی صاف لکھ دیا ہے کہ جب وہ باتیں جو ان علماء کی طرف منسوب ہیں واقعی ان میں پائی جائیں تو ان پر حکم کفر لازم سمجھا جائے۔

فاذا ثبت و تحقق ما نسب الی هولاء القوم و هم غلام احمد القادیانی و قاسم النانوتوی و رشید احمد الکنکوہی و خلیل احمد الا نبھتی و اشرف علی التانوی و اتباعهم مما هو مبین فی السوال فعند ذلك یحكم بكفرهم و اجراء احكام المرتدین علیهم (حسام الحرمین ۲۳۸)

(ترجمہ) پس جب ثابت ہو جائے اور تحقیق میں آ جائے کہ جو عقائد ان لوگوں کی طرف (علمائے دیوبند کی طرف) منسوب کئے گئے ہیں وہ واقعی ان کے عقائد ہیں جیسا کہ سوال میں بیان کئے گئے ہیں تو اس صورت میں ان کے کفر کا حکم کیا جائے گا اور مرتدوں کا جو حکم ہے ان پر جاری کیا جائے۔

اس آخری تقریظ نے ساری حسام الحرمین پر پانی پھیر دیا ہے اس سے پہلے کسی عالم نے جلدی میں اتنی وضاحت نہ بھی کی ہو تو یہ آخری تقریظ پہلی سب غلطیوں کو دھو گئی۔ اہل علم کے ہاں اعتبار آخری بات کا ہوتا ہے سو یہ علماء حرمین کے فتاویٰ آخر تک مشروط ہی رہے۔ جس نے بھی بغیر تحقیق ان پر حکم کفر کیا یہ آخری تقریظ ان سب کو بہا کر لے گئی ہے۔ موصوف اس پر یہ شرط لگانے کی وجہ بھی بیان فرماتے ہیں۔

و انما قیدنا بالثبوت و التحقیق لان التكفیر نحاجة خطر و مهالكة و غره

(ترجمہ) ہم نے ثبوت ملنے اور تحقیق ہونے کی قید اس لئے لگائی ہے کہ تکفیر ایک بڑی خطرناک راہ ہے اور اسکی راہ ہے جو بہت دشوار گزار ہے۔

یہ حضرات تو اپنے جوابات میں ان شرائط و قیود کو لانے میں اصل صورت حال کی ذمہ داری سے فارغ ہو گئے لیکن جوں جوں یہ شرائط و قیود سامنے آتی رہیں ان سوالات کے مطابق واقفیت ہونے کا بوجھ مولانا احمد رضا خاں پر زور پڑھتا گیا رہی یہ بات کہ خاں صاحب کو اپنے اس جملہ تکفیر کی کیا ضرورت تھی اس کے لئے اس دور کے سیاسی پس منظر اور انگریزوں کی اس پالیسی کو جاننا بہت ضروری ہے کہ رعایا کو تقسیم کرو اور اپنے ہاتھ مضبوط کرو۔

وقت کا سیاسی پس منظر

جنگ عظیم اول ۱۹۱۴ء میں شروع ہوئی علماء دیوبند کا موقف یہ تھا کہ جس طرح بھی بن آئے مسلمانوں میں خلافت ٹوٹنے نہ دی جائے سو وہ خلافت عثمانیہ کی حمایت میں کھڑے ہو گئے ترکی اس بین الاقوامی جنگ میں جرمنی کے ساتھ تھا ترک اس لئے جرمنوں کے ساتھ تھے کہ کوئی تو یورپ سے انگریزوں کے خلاف اٹھے ان کے پیش نظر اصل مخالفت انگریزوں کی تھی اور ہندوستان کے مسلمان انگریزوں کو خوب سمجھتے تھے کسی مغالطے میں نہ تھے۔

دیوبندی ہندوستان میں

شیخ الہند مولانا محمود حسن تحریک خلافت کے سربراہ تھے اور خلافت عثمانیہ کو باقی رکھنے میں پورے ہندوستان کے قائد تھے ترکی دور حکومت میں آپ مکہ گئے مگر اب وہاں ترکوں کے خلاف بغاوت ہو چکی تھی اور آپ مالٹا میں قید کر دیئے گئے تھے۔ مولانا احمد رضا خاں خلافت کے بجائے شریف مکہ کے حلیف تھے جس نے ترکوں کے خلاف بغاوت کی تھی اور خلافت کو توڑا تھا سیاسی دنیا میں اسی لئے ان کو پرورش کیتے تھے جرمنوں کی شکست کے ساتھ ہی ترکی خلافت ٹوٹ گئی اور مکہ میں چند دنوں کے لئے شریف کی اپنی حکومت قائم ہوگئی مولانا احمد رضا کے بیٹے مصطفیٰ رضا خاں نے شریف کے حق میں "الحجۃ الواہرہ مطبع حسنی پریس بریلی ۱۳۳۲ھ" کے سرورق پر یہ الفاظ لکھے تھے:

حضرت شریف بورك فی شرفه

(ترجمہ) شریف کے شرف میں برکتیں ہی برکتیں ہیں۔

ڈاکٹر اقبال شریف مکہ کے سخت خلاف تھے اور اس بات کو بالکل ناپسند کرتے تھے کہ انگریزوں کی حمایت میں ترکوں کی مخالفت کی جائے۔ مولانا احمد رضا خاں کھلے طور پر ترکوں کی مخالفت کر رہے تھے۔ اور آستانہ بریلی اس میں پیش پیش تھا اور ان کے سامنے صرف انگریزوں کا استحکام وقت کی سیاسی ضرورت تھی۔

کراچی کے ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کے مجلہ معارف رضا کے شمارہ ۱۴۱۲ھ میں ہے۔

امام احمد رضا خاں سے ترکی کے حکمرانوں کی حمایت چھپی نہ تھی وہ اسے سلطان (جس نے غلبہ کیا ہو) تو سمجھتے تھے مگر خلافت اسلامیہ کا سربراہ ہونے کے ناطے خلیفۃ المسلمین ماننے کو تیار نہ تھے کہ شریعت اسلامیہ میں خلیفہ اسلام کے لئے شرائط ہیں (جیسے قریشی ہونا) اور اس کی اتباع و حمایت کے احکام جدا ہیں۔ (ص ۱۸۷)

اس وقت موضوع خلیفہ کا انتخاب نہ تھا کہ شرائط کی بحث چلائی جائے موضوع وقت خلافت کا بقا تحفظ خلافت اس جہت سے کہ یہی تھی کہ آخری عربی خلیفہ نے خود یہ سرداری آل عثمان کے سپرد کی تھی اور وہ مدت سے خلافت کا پرچم اٹھائے چلے آ رہے تھے ایسے وقت میں خلافت کی شرائط کو چھیڑنا ایک سیاسی کاروبار تو ہو سکتا ہے کوئی مسلمان اسے کوئی علمی خدمت نہیں کہہ سکتا۔

جب مصطفےٰ کمال نے خلافت کے خاتمہ کا اعلان کیا تو بریلویوں نے اس کا کس طرح خیر مقدم کیا اسے مجلہ معارف رضا کے مذکورہ پرچے میں ہی دیکھئے۔

ترکی کے اندر مصطفےٰ کمال نے باطل قوتوں کے خلاف آگ اور خون کے دریا عبور کرتے ہوئے ترکی کی نشاۃ ثانیہ کی بنیاد رکھ دی اور خود ہی خلافت کے خاتمہ کا اعلان کر دیا۔ (ایضاً ص ۱۸۷)

یہ ترکی کی نشاۃ ثانیہ کیا تھی جس کا مولانا احمد رضا خاں کے صاحبزادے خیر مقدم کر رہے ہیں یہ اذان اور تلاوت اور خطبہ کو عربی سے نکالنا ہے عربوں (شریف) نے ترکوں کو عرب سے نکالا مصطفےٰ کمال

نے اپنی سیاست کی ابتدا عربی کو دین سے نکالنے سے کی۔ بریلویوں کا موقف یہی رہا تھا مصطفیٰ کمال نے آگ اور خون کے دریا کو عبور کر لیا ہے۔

ہم اس کی پوری تفصیل مطالعہ کی جلد دوم میں دے آئے ہیں یہاں بس اتنا یاد رہے کہ مولانا احمد رضا خاں اور ان کے صاحبزادوں نے جس طرح خلافت شاہیہ کی مخالفت کی اسلام کا کوئی بہی خواہ اس کی تائید نہیں کر سکتا وقت کے دانشور اور سب سیاسی قائد اس وقت خلافت کی بقاء چاہتے تھے۔

ڈاکٹر اقبال نے خلافت کی مخالفت اور حمایت کا یہ حاصل بیان کیا ہے۔

بیچتا ہے ہاشمی ناموس دین مصطفیٰ   خاک وخوں میں مل رہا ہے ترکمان سخت کوش

اس وقت ان حالات میں حجاز کی سیاسی صورت حال مولانا احمد رضا خاں کے حق میں تھی شریف مکہ کو ترکوں کی طرف سے مکہ کا حکمران بنا تھا مگر اندر سے وہ انگریزوں کے ساتھ ملا ہوا تھا یہی وہ وقت تھا جب مولانا احمد رضا خاں علماء دیوبند کے خلاف ایک تکفیری دستاویز تیار کر کے حجاز پہنچے اور حکومت کے اثر و رسوخ کو علماء دیوبند سے نفرت پیدا کرنے کے لئے استعمال کرنے کی کوشش کی۔ ہندوستان میں علماء دیوبند نے ترکوں کا ساتھ دیا شریف مکہ کا نہیں انگریز حکومت چاہتی تھی کہ ہندوستان میں جس طرح بھی ہو سکے علماء دیوبند کا اثر و رسوخ کم کیا جائے اور لوگ زیادہ سے زیادہ مولانا احمد رضا خاں کو اس صدی کا مجدد مانیں قادیان میں مرزا غلام احمد نے نبوت کے منصب کو سنبھالا ہوا تھا اور وہ اس سے بھی آگے جا رہا تھا کہ میں نے اپنے آپ کو خواب میں خدا دیکھا ہے مولانا احمد رضا خاں نے اپنے پیروؤں کو کہا کہ میں بھی خدا کی طرف سے تمہاری پیشوائی کرنے آیا ہوں۔

ولاھل السنة من اللہ احمد رضا

(ترجمہ) اور تمہارے لئے خدا کی طرف سے احمد رضا مقرر ہوا ہے۔ (رسالہ اقتیار علی کفر الکفار تاریخی ۱۳۳۷ھ صفحہ ۲ مطبع اہل سنت جماعت بریلی)

آ ملی قیادت کے یہ دونوں دھڑے اپنے اپنے دائرہ میں انگریزوں کی پوری پشت پناہی کر رہے تھے۔

مولانا احمد رضا خاں کی حجاز میں پذیرائی

مولانا احمد رضا خاں جب علماء دیوبند کے خلاف تکفیری دستاویز تیار کر کے حجاز گئے تاکہ وہاں کے علماء سے اس کی تصدیقات حاصل کر سکیں تو اس وقت وہاں شریف کا اقتدار تھا یہ وہی ہاشمی تھا جس پر ڈاکٹر اقبال نے تنقید کی تھی۔

علمائے حرمین نے شریف کے زیر اثر مولانا احمد رضا خاں کو بڑے بڑے القاب سے نوازا لیکن یہ بات ان کے سامنے نہ تھی کہ علماء دیوبند وہی عقائد رکھتے ہیں جو علماء حجاز کے ہیں سیاسی اختلاف نے مسلمانوں کے عقائد میں کوئی تقسیم روا نہیں رکھی سیاسی طور پر عرب گو ترکوں کے خلاف ہو رہے تھے۔ مگر وہ کسی قیمت پر توحید و سنت کو چھوڑنے کے لئے تیار نہ تھے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ علماء حرمین نے مولانا احمد رضا خاں کے شرکیہ عقائد کا ساتھ نہ دیا اور انہوں نے علماء دیوبند کے عقائد خود ان سے معلوم کئے اور مولانا احمد رضا خاں کے نقل کردہ حوالوں پر اعتماد نہ کیا۔ حقیقت حال کھلنے پر انہوں نے مولانا احمد رضا خاں سے کھلے طور پر بیزاری کا اظہار کیا۔ بلکہ بعض علماء نے مولانا احمد رضا خاں کے شرکیہ عقائد پر وہاں کتابیں بھی لکھ دیں۔ ان میں مدینہ منورہ کے بڑے عالم حضرت الشیخ سید احمد برزنجی کی کتاب "غایۃ المامول" لائق مطالعہ ہے۔

علماء حرمین اور علماء دیوبند میں اعتقادی ہم آہنگی

شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی مدت سے حجاز میں رہ رہے تھے اور مسجد نبوی میں درس حدیث دیتے تھے۔ آپ نے دیوبند میں سات آٹھ سال تعلیم میں گزارے تھے اور آپ نے سامنے دیوبند کو بہت قریب سے دیکھا ہوا تھا علمائے حرمین کے عقائد بھی آپ سے چھپے نہ تھے۔ آپ اپنے تجربہ اور مشاہدہ کو ان لفظوں میں بیان کرتے ہیں ۔

حضرات علماء کرام مدینہ منورہ پوری طرح سے عقائد وغیرہ میں اہل السنۃ والجماعۃ اور اکابر اسلاف کے متبع ہیں اور حضرات اکابر علماء دیوبند سہارنپور کے جملہ عقائد میں موافق ہیں؟ جزئیات و کلیات میں سر مو تفاوت نہیں اس صورت حال میں یہ ناممکن تھا کہ علماء دیوبند سے ان کے عقائد دریافت کرنے

علماء کی اکثریت مولانا احمد رضا خاں کے خلاف ہو چکی تھی انہوں نے خاں صاحب کے خلاف ایک
طویل محضر نامہ تیار کیا انہوں نے وہ جناب شیخ محمد صاحب نقشبندی کو دیا کہ وہ اسے شریف تک پہنچا
دیں ان حالات کا ایک چشم دید گواہ بیان کرتا ہے۔

اس محضر نامہ پر بہت سے علماء حضرات کے دستخط اور مہریں تھیں کہ فلاں بن فلاں ہندوستان کا رہنے
والا یہاں (جس جگہ مولانا احمد رضا خاں بیٹھتے تھے) حاضر ہوتا ہے یہ شخص اعلیٰ درجے کی خواہشات نفسانی
اور بدعات شیطانی میں مبتلا ہے۔ مسلمانوں کی عموماً اور علماء کرام اور فضلاء عظام کی خصوصاً تکفیر اور
تفسیق کرتا ہے اپنی شہرت اور خیالات فاسدہ سے سینکڑوں علماء کی تکفیر اور سب وشتم میں رسالے لکھے
ہیں اور عقائد فاسدہ لوگوں میں پھیلاتا رہتا ہے۔

جناب شیخ احمد صاحب نقشبندی رامپوری اور مولوی منور علی صاحب گو مولانا احمد رضا خاں کے ہم خیال
نہ تھے لیکن وہ یہ نہ چاہتے تھے کہ ہندوستان سے آئے ایک عالم کی برسر عام بے عزتی ہو۔ انہوں نے
اسے اپنی قومی حمیت کے خلاف جانا۔

خانہ کعبہ کے کنجی بردار شیخ شیبی کو بھی اطلاع ہوئی۔

حضرت آفندی عبد القادر اور شیبی کو جب اطلاع ہوئی کہ ایک شخص حجاز میں اس قسم کے عقائد پھیلا رہا
ہے تو وہ بہت پریشان ہوئے انہوں نے شیخ محمد نقشبندی سے وہ محضر نامہ لے لیا اور کہا ہم خود اسے
شریف تک پہنچائیں گے وہ چشم دید گواہ بیان کرتا ہے۔

شریف مکہ کا اس محضر پر رد عمل

فی الاصل وہ محضر شریف کی خدمت میں پہنچا شریف بھی نہایت غضبناک ہوئے اور اس ہندی شخص
(مولانا احمد رضا خاں) کو قید کرنے کا کہا مجھے متعدد صحیح خبروں سے معلوم ہوا ہے کہ اس ارادے پر
شریف اور شیبی صاحب جزم و عزم کئے ہوئے تھے مگر جناب شیخ محمد نقشبندی اور مولوی منور علی
صاحب نے شیبی صاحب کو بہت سمجھایا کہ آپ ایسا نہ کریں بلکہ اس سے اس کے خیالات و عقائد
دریافت کریں شاید کہ اس نے ان سے توبہ کر لی ہو۔

چنانچہ شریف نے کہا کہ ان کے عقائد کے بارے میں ان سے سوال کرو چونکہ کوئی رسالہ اس مجدد بریلوی کا اس وقت موجود نہ تھا اس لئے فقط اس تقریظ کی نسبت جو انہوں نے کسی لاہوری مولوی کے رسالہ کے اخیر میں لکھی تھی اس میں ان سے تین سوال قائم کئے گئے تھے۔ (رجوم المذنبین ص ۲۰۳)

مولوی منور علی کو اندیشہ تھا کہ اگر احمد رضا خاں گرفتار کرلیا گیا تو انگریز کہیں شریف کے خلاف نہ ہو جائیں جس طرح انگریزوں کو حجاز میں شریف کی ضرورت تھی ہندوستان میں ان کو احمد رضا خاں کی ضرورت تھی اس وجہ سے مولوی منور علی نے شریف کو احمد رضا خاں کے گرفتار نہ کرنے کا مشورہ دیا۔

سوال جو مولانا احمد رضا خاں سے کئے گئے

۱۔ تم نے یہ لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو اول سے ابد تک کی جملہ چیزیں معلوم ہیں

۲۔ تم نے یہ لکھا ہے کہ مثقال ذرہ بھی آپ سے غائب نہیں ہے۔ (آپ ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں)

۳۔ تم نے آخر میں لکھا ہے صلی اللہ علی من ھو الاول والآخر والظاہر والباطن

مولانا احمد رضا خاں کے جوابات

مولانا احمد رضا خاں نے ان سوالوں کے یہ تحریری جوابات داخل کئے

۱۔ ازل و ابد سے میری مراد وہ نہیں جو کتب دینیہ اور دفاتر کلامیہ میں پائی جاتی ہے میری مراد ازل سے ابتدائے دنیا ہے۔ (جب سے یہ دنیا بنی) اور ابد سے انتہائے دنیا میری مراد ہے۔

۲۔ میں نے مثقال ذرہ نہیں کہا ہے ترجمہ اردو سے عربی میں غلط کیا گیا ہے اس عبارت میں لفظ ذرہ بھر تھا۔

۳۔ عبارت میں چھاپہ والوں سے غلطی ہوئی ہے میں نے لکھا تھا "صلی اللہ علی من ھو مظہر الاول والآخر" مگر لفظ "مظہر" کا رہ گیا ہے۔

یہ تینوں جواب علمی سطح کے نہ تھے اس لئے علماء مدینہ ان سے مطمئن نہ ہو سکے سو فیصلہ یہی رہا کہ اس شخص کو یہاں سے نکال دیا جائے یہ صحیح ہے کہ علماء پہلے اس کفری دستاویز پر دستخط کر چکے تھے لیکن ان کا یہ عذر معقول تھا کہ وہ اردو نہ جانتے تھے کہ ان عبارات کو اصل کتابوں سے ملا کر دیکھ سکیں۔

انہوں نے اس کے عربی ترجمہ پر اعتماد کر لیا تھا اور یہ نہ جانا تھا کہ یہ ترجمہ اس شخص کا اپنا کیا ہوا ہے جو یہاں کسی نیک ارادہ سے نہیں آیا اور اس نے یہ ترجمہ نیک نیتی سے نہیں کیا تاہم انہوں نے چاہا کہ براہ راست علماء دیوبند سے ان کے عقائد پر سوالات کریں بہت سے علماء نے کہا ہم نے اس شخص کی دستاویز پر ایک شرط سے دستخط کئے کہ ان علماء (دیوبند) کے عقائد اگر ایسے ہی ہیں جیسا کہ اس تحریر میں لکھا گیا ہے۔ تو ان پر یہ فتویٰ کفر صحیح ہے اور ان علماء کی ان تحقیقات سے مولانا احمد رضا خاں کی کتاب حسام الحرمین کا بالکل تیا پانچا ہو گیا۔

عربوں کی ذہنی سلامتی اور اعتقادی صلاحیت

عربوں کے اطوار اپنے اپنے ہوتے ہیں مختلف قوموں کے مختلف اطوار ہیں۔ عربوں میں شرک و بدعت سے نفرت عام پائی جاتی ہے۔ سیاسی سوچ میں یہ غلط ہو سکتے ہیں۔ مزاج میں بھی کبھی یہ تیز اور کبھی اکھڑ ہوتے ہیں۔ لیکن ان کی طبائع تاویل رکیک کو بہت کم قبول کرتی ہیں۔ شرک و بدعت کی ان تاویل کی زمین پر جڑ پکڑتی ہے۔ سو بہت کم ہو گا کہ آپ کو کوئی عرب بریلوی ملے۔ بریلوی زیادہ تر انہی لوگوں میں ملیں گے جن کے آباؤ اجداد ہندو تھے۔ اہل حجاز میں آپ کو ایسے لوگ بہت کم ملیں گے۔ شریف مکہ نے حجاز میں بے شک انگریزوں سے اندرونی مفاہمت کر رکھی تھی مگر وہ عقائد میں احمد رضا خاں کا ہم خیال ہونے کو تیار نہ تھا۔ خاندان رسالت کا اثر تھا کہ اس کی فطرت مولانا احمد رضا خاں کے شرک و بدعت کو برداشت نہ کر سکی۔ اور اس نے حکم دیا کہ مولانا احمد رضا خاں مکہ سے نکل جائیں مولانا احمد رضا خاں کا خیال غلط نکلا کہ انگریزوں کی حمایت میں مشترک ہونے کی وجہ سے شریف عقائد میں بھی ان کی راہ پر آ جائے گا۔ خدا کا شکر ہے کہ شریف اپنی اعتقادی صلاحیت میں نہ ڈگمگایا اور مولانا احمد رضا خاں اسے اپنے دام تزویر میں نہ لا سکے۔

اس صورت حال میں مولانا احمد رضا خاں پر کیا گزری

مولانا احمد رضا خاں نے چلتے چلتے ایک اور بات چلائی اپنے وکیل شیخ صالح کمال کی معرفت شریف کو پیغام بھیجا افسوس مجھ پر اس طرح سے زیادتی ہو رہی ہے میں خواص انجمن اشنہ والجماعہ سے ہوں لیکن ایک شخص

یہاں ایسا موجود ہے جو خدا کو جھوٹا شیطان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اعلم کہتا ہے اور اس پر کسی قسم کا مواخذہ نہیں ہوتا (رجوم ص ۲۰۶)

جب شریف کو یہ بات پہنچی وہاں شیخ شعیب اور شیخ صوفیہ بھی موجود تھے دونوں شیخ صالح کمال پر برس پڑے کہ کوئی مسلمان ایسی بات نہیں کہہ سکتا شریف نے بھی یہی کہا اور اس طرح مولانا احمد رضا خاں کی سکیم بالکل ناکام ہو کر رہ گئی۔

حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری کو جب یہ خبر پہنچی تو ایک دن آپ شیخ شعیب اور حنفی صالح کمال کو خود ملنے اور کہا شریف کی مجلس میں جس شخص کے بارے میں غلط بیانی کی گئی ہے وہ میں ہی ہوں میں ہرگز ان باتوں کا قائل نہیں جو میری طرف منسوب کی گئی ہیں۔ شیخ شعیب نے کہا میں یہ باتیں سنتے ہی سمجھ گیا تھا کہ یہ افترا پردازی ہے مولانا خلیل احمد نے اس دوران میں اپنے عقائد بیان فرمائے کہ شیخ صالح کمال کو بھی حقیقت کا اعتراف کرنا پڑا یہ وہی بزرگ تھے جنہیں مولانا احمد رضا خاں نے آلہ کار بنا رکھا تھا کہ ان کے واسطے سے شریف تک باریابی حاصل کر سکیں اب جب یہ بھی ساتھ نہ رہے تو مولانا احمد رضا خاں کو بوجہ اپنے شرکیہ عقائد کے شریف حکومت کے ہاں رسائی نہ ہو سکی عرب اپنے سیاسی تقاضوں میں تو کئی دفعہ مفاد پرست ہو جاتے ہیں لیکن اپنے عقائد میں وہ شرک و بدعت سے فطرۃً نفور ہیں سیاسی نقطہ نظر سے شریف اور احمد رضا خاں دونوں انگریزوں کے ساتھ تھے لیکن عقائد میں شریف احمد رضا خاں کو کسی درجے میں باریابی نہ دے سکے۔ مولانا احمد رضا خاں اور ان کے بیٹے مصطفےٰ رضا خاں نے علی الاعلان شریف کے لئے دعائیں کیں ان کی خوشامد میں کوئی کمی نہ کی اس کی حمایت میں دوام العیش جیسی کتابیں لکھیں پرورش ہونے کے طعنے برداشت کئے لیکن پھر بھی شریف کے ہاں انہیں کچھ عزت نہ ملی۔

ہاں یہ ضرور ہے کہ اس وقت تک مولانا احمد رضا خاں شیخ کمال کے ذریعہ سے بعض علماء حرمین سے علماء دیوبند کے خلاف کفر کے مشروط فتوے (کہ سوال میں بیان کردہ عقائد اگر واقعی ان کے ہوں) حاصل کر چکے تھے وہ علماء درون جانتے تھے اور ان کے لئے شیخ کمال کی سفارش بھی کچھ کم وزنی نہ تھی

تاہم انہوں نے سوالوں کے مطابق فتاوے صادر فرما دیئے۔ وقائع کی جو تحقیق انہوں نے کی اور جو کچھ انہیں حقیقت حال کا پتہ چلا وہ کہنے لگے۔ ہم نے علماء دیوبند کے خلاف مطلق فتویٰ تکفیر نہیں دیا سوالات میں جو کچھ لکھا گیا تھا اس کے مطابق ہم نے جوابات لکھے ہیں۔ مذکورہ سوالات درحقیقت کے مطابق نہ ہوں تو ان فتووں کو نافذ نہ سمجھا جائے۔ اور نہ انہیں کچھ اہمیت دی جائے انہیں حرمین کا فتویٰ بھی کہا جائے کہ اس پر حکومت کی مہر ہو اور حکومت کا مفتی اعظم ان کے مطابق واقع ہونے کی تصدیق کرے۔

ہم اس پر کچھ حوالے پیچھے درج کر آئے ہیں کہ ان علماء نے فتویٰ دیتے ہوئے یہ شرط ذکر کر دی کہ اگر یہ بیان کردہ عقائد واقعی ان کے ہوں تو ان پر کفر کا حکم عائد کر دیا جائے مسجد نبوی کے فاضل جلیل شیخ عمر بن حمدان المحرسی المالکی کے الفاظ پھر ملاحظہ ہوں ہیں۔

فهولاء ان ثبت عنهم ما ذكره هذا الشيخ من ادعاء النبوة للقاديانی و انتقاص النبي صلى الله عليه وسلم فلا شك في كفرهم (۲۰۶)

(ترجمہ) اگر ان لوگوں سے ثابت ہو جائے جو احمد رضا خاں نے کہا ہے تو پھر ان کے کفر میں شک نہیں علماء دیوبند عالمی سطح پر کوئی غیر معروف حلقہ علم نہ تھا اگر یہ واقعی ان کے عقائد ہوتے جو حسام الحرمین میں ان کے ذمہ لگائے گئے تو ان کی کچھ نہ کچھ شہرت پہلے بھی تو یہاں پہنچی ہوتی تمام علماء دیوبند کے شیخ و مرشد حاجی امداد اللہ مہاجر کئی برسوں مکہ میں قیام پذیر رہے ان کے پاس حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کی بھی حاضری ہوئی۔ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کی بھی حاضری ہوئی۔ اور آپ وہاں کئی مہینے مسجد صولتیہ میں مراقب رہے پھر حضرت مولانا حسین احمد مدنی مدینہ منورہ میں سالہا سال درس حدیث دیتے رہے اگر یہ حضرات واقعی غلط عقائد کے تھے تو کیا ان کی خبر علمائے حرمین کو اور مختلف ذرائع سے بھی تو ہوئی ہوتی۔ صرف مرزا غلام احمد قادیانی کے بارے میں علم تھا کہ ہندوستان میں یہ شخص نئے ملحدانہ عقائد پر اٹھا ہے اور وہ اپنے لئے امام زمان ہونے کا مدعی ہے مولانا احمد رضا خاں نے یہ ہوشیاری کی کہ علماء دیوبند کی تکفیر کو مرزا غلام احمد کی تکفیر سے جوڑ دیا۔

۹۔ انی قد وقفت ایہا العلامۃ النحریر والعلم الشہیر (الخ ۲۱۳)

۱۰۔ فقد طالعت ما حررہ فی ہذہ الرسالۃ السنیۃ (الخ ۲۲۴)

یہ عبارات پکار پکار کر کہہ رہی ہیں کہ عرب میں ان عقائد ضالہ کی اطلاع مولانا احمد رضا خاں سے ہی ہوئی کسی اور ذریعے سے انہیں ہندوستان میں اٹھنے والی ایسی کسی تحریک کا علم نہ ہوا تھا۔ اس سے پہلے ان مفروضہ عقائد کا دنیا میں کہیں وجود نہ تھا۔ چہ جائیکہ کسی جگہ اہل علم کا ایک پورے کا پورا گروہ ان خرافات و ہفوات کا نہ صرف موجد ہو بلکہ ان کے وہ عام حلقہ ہائے درس جاری کرے۔

علمائے دیوبند کے خلاف یہ سب افترا و بہتان انگریزی حکومت کو خوش کرنے کے لئے علماء دیوبند کے کھاتہ میں ڈالا گیا تھا اور یہ سارا غیظ و غضب محض ان سیاسی حالات کی وجہ سے تھا کہ ہندوستان میں علماء دیوبند ترکوں کے ساتھ مل کر خلافت کی ترقی دیوار کو کیوں استوار کر رہے ہیں۔

یہ تو خدا کا کرنا ہوا کہ مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری ان دنوں اپنے دوسرے سفر حج پر وہاں پہنچے ہوئے تھے اور انہوں نے براہ راست شریف کو پیغام بھیج دیا تھا کہ جس شخص کے خلاف احمد رضا خاں آپ کو غلط باتیں پہنچا رہے ہیں وہ میں ہی ہوں اور آپ کی اس مملکت میں حاضر ہوں۔

مولانا احمد رضا خاں کے انہیں نا تمام فتووں کی دستاویز کا نام حسام الحرمین ہے جس پر آج بریلویت کی تمام عمارت قائم ہے آپ ابھی حجاز میں ہی تھے کہ ان کی اس تلوار (حسام الحرمین) کا جوہر کھل گیا اور مولانا خلیل احمد نے ان کی ہراول کو ناکام بنادیا۔ آپ کے لئے اب حجاز میں حسام الحرمین کا نام لینے کی بھی ہمت اور جرأت نہ تھی اب بلی تھیلے سے باہر آچکی تھی۔

خاں صاحب اپنا پول کھلتے ہی ہندوستان واپس آگئے

مولانا احمد رضا خاں کو جب شریف کے ہاں باریابی نہ ہوئی نہ علماء مدینہ کے ہاں ان کا کوئی وقار رہا اور وہ علماء جو پہلے ازراہ اخلاق حسنہ ان کے لئے عزت کے کلمات استعمال کرتے تھے اب انہیں ان کی جڑ سے جان گئے تو اب مولانا احمد رضا خاں کے لئے وہاں رہنا مشکل ہو گیا اور اسی سال ربیع الثانی میں ہندوستان واپس آگئے ایک مدت تک انہوں نے اپنے اس تکفیری کارنامے کو ہندوستان میں

چھپائے رکھا تا کہ لوگ مزید صورت حال جاننے کے لئے علماء حرمین سے مراجعت نہ کرسکیں علماء دیوبند اور سہارنپور میں سے جن حضرات کو ۱۳۲۳ھ اور ۱۳۲۴ھ کے ان واقعات کا علم تھا انہوں نے سمجھا کہ شاید مولانا احمد رضا خاں اپنے کئے پر نادم ہو گئے ہیں اور اب وہ یہ جھگڑے چھوڑ چکے ہیں ان کا پہلا گناہ تھا شاید قبول ہو چکا ہو اب کیا ضرورت ہے کہ ہم ان کے ان سیاہ کاموں کا عام تذکرہ کریں یہ ان کے عالی ظرف کا تقاضا تھا ورنہ خدا نے

لا یحب اللہ الجہر بالسوء من القول الا من ظلم (پ ۶ النساء ۱۴۸)

انہیں بحیثیت مظلوم اس ظالم کے خلاف آواز اٹھانے کا پورا حق تھا۔

مولانا احمد رضا خاں کی اس تکفیری مہم کی خبریں ہندوستان میں

مولانا احمد رضا خاں پر یہاں جو گزری تھی کیا اس کی خبریں ہندوستان بھی پہنچ رہی تھیں؟ اس کے ایک عینی گواہ حضرت مولانا حسین احمد خاں ان دنوں مدینہ منورہ قیام پذیر تھے آپ حرمین کے ان حالات کے عینی گواہ تھے آپ لکھتے ہیں:۔

مولانا شیخ محمد معصوم نقشبندی اور مولانا منور علی محدث رامپوری ہندوستان میں اپنے ملنے والوں کو اس مجدد بریلوی کے احوال لکھ چکے تھے اور ہندوستان کے ان لوگوں نے ان کے جملہ واقعات کو اخباروں میں شائع کر دیا تھا۔ (الشہاب ص ۱۰۱ طبع لاہور)

تاہم یہ صحیح ہے کہ شرک و بدعت کی یہ تحریک مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں آندھی کی طرح آئی اور بگولے کی طرح لوٹ گئی مولانا احمد رضا خاں ہندوستان پہنچ کر بھی اس کے حق میں کوئی آواز نہ اٹھا سکے اور دو سال تک اسی طرح چپ سادھے رہے گویا سانپ سونگھ گیا ہو۔

حسام الحرمین کیوں دو سال معرض خفاء میں رہی

حسام الحرمین ۱۳۲۴ھ میں تیار ہوئی مگر حقیقت حال کھلنے کی وجہ سے اس کا چھپنا جلد نہ ہو سکا دو سال تک یہ ایک مخفی خزانہ رہا یہاں تک کہ ۱۳۲۶ھ آ گیا مولانا احمد رضا خاں نے اب ایک اور زقند لگائی اور اسے ایک دوسرا نام دیا "تبیین احکام و تصدیق اعلام"۔ یہ تاریخی نام تھا مگر اس کے اعداد ۱۳۲۵

بنے تھے اور ۱۳۲۵ میں بھی آپ اسے شائع نہ کر پائے تھے اور جب ۱۳۲۹ ہو چکا تھا پھر آپ نے اسے دیکھ اور نام دیا "تمہید ایمان بآیات القرآن"۔ اس کے اعداد ۱۳۲۶ بنتے ہیں چلو وہ نہ سہی یہی سہی جیسے اسے چلانے سے غرض ہے بات بنے نہ بنے۔

حضرت مولانا حسین احمد، احمد رضا خاں کو اس تدبیر پر کہ دو سال تک اس دستاویز کو چھپائے رکھا ان الفاظ میں داد دیتے ہیں:۔

واہ رے ہوشیاری جب دیکھ کر لوگ ان باتوں کو فراموش کر چکے ہیں اور وہ اخبارات بھی ضائع ہو چکے ہیں تب اس زہر کو اگلا جس کو وہ اپنے ہمراہ وہاں سے لائے تھے اور جس کے واسطے یہ سفر مبارک طے کیا تھا اور ہزاروں روپے اس کوشش میں برباد کئے تھے۔ (الشہاب الثاقب ص ۲۰۱)

مولانا احمد رضا خاں دو سال تک اس وہری حیرت میں سرگرداں رہے شیعہ حضرات تو پہلے سے تقیہ کی چادر زیب تن کرتے آرہے ہیں اب مولانا احمد رضا خاں نے بھی اسی چادر میں امان پائی۔ اس دوران انہوں نے علماء دیوبند کے خلاف کوئی کارروائی نہ کی حتیٰ کہ ان کے بعض اپنے بھی یہ سمجھے کہ مولانا احمد رضا خاں اب اس تکفیری شغل سے باز آگئے ہیں شاید آپ نے توبہ کر لی ہے۔

اب ۱۳۲۷ھ بھی آگیا

شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد لکھتے ہیں:

۱۳۲۷ھ میں یہ احقر اپنی بعض ضروریات ذاتیہ کے لئے وارد دیار ہندیہ ہوا تھا دیکھا کہ وہی مجموعہ دشنام و تکفیر اکابر مع ان مہروں کے طبع کیا ہوا چند جہلاء ادھر ادھر لئے پھرتے تھے عام مسلمانوں کو اہل حق کی طرف سے ورغلاتے اور بدعقیدہ کر رہے تھے اور اپنے لقمہ چرب حاصل کرنے کی طرح طرح سے فکر کر رہے تھے اس کے دیکھتے ہی یقین ہو گیا کہ میرا پہلا خیال اصلاح کا بہ نسبت مجدد التکفیر بالکل غلط تھا بلکہ وہ

" فی قلوبہم مرض فزادہم اللہ مرضا " کے برابر مصداق ہیں۔ (الشہاب ص ۲۰۱)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تکفیری دستاویز ۱۳۲۶ھ ہی میں کسی وقت چھپی ہے مگر یہ ۱۳۲۶ھ میں اہل

علم کے کسی حلقے میں نہیں ملتی۔ ۱۹۲۷ میں بھی یہ چند جہلاء کے ہاتھوں میں ہی رہ گئی تھی۔ ہندوستان میں اس وقت بڑے بڑے اہل علم موجود تھے مگر حسام الحرمین کی چند جہلاء کے سوا اور کہیں پذیرائی نہ ہو سکی۔ مولانا عبدالحق خیرآبادی، مولانا فضل الرحمن گنج مرادآبادی، مولانا انوار اللہ حیدرآبادی، پیر مہر علی شاہ گولڑوی، علامہ معین الدین اجمیری میں سے کسی پر حسام الحرمین کا پرکاہ کے برابر اثر نہ ہوا۔ جس طرح یہ جماعت اپنی ابتداء میں چند جہلاء کے ہاتھ میں تھی، آج بھی آپ کو چند جہلاء کے سوا اس کا کوئی مدح سرا نہ ملے گا۔

مولانا احمد رضا خاں کی پچاس سالہ محنت

مولانا احمد رضا خاں نے ہندوستان میں اپنی اس تکفیری محنت سے اہل سنت والجماعت کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔ بڑی درسگاہوں میں اور درگاہوں کے علماء اور مشائخ نے تو ان کا ساتھ نہ دیا لیکن انہوں نے اپنے گرد اپنے چند مرید اور شاگرد ضرور کھڑے کر لئے جو عوام اہل سنت میں ایک بڑی تفریق کا سبب بنے۔ یوں سمجھئے کہ ہندوستان کے اہل سنت میں ایک ایسی دیوار کھڑی کر دی گئی جس میں چند رسوم کو حد فاصل بنا کر دو نئے فرقوں کا آغاز کر دیا گیا۔ مولانا احمد رضا خاں کا سوانح نگار قاری احمد پیلی بھیتی لکھتا ہے۔

مولانا احمد رضا خاں پچاس سال اسی جدوجہد میں منہمک رہے یہاں تک کہ دو مستقل مکتب فکر قائم ہو گئے۔ (سوانح اعلیٰحضرت ص ۸)

اس وقت ہمیں اس سے بحث نہیں کہ مولانا احمد رضا خاں کی جدوجہد سے کس طرح سواد اعظم اہل سنت والجماعت دو ٹکڑوں میں تقسیم ہوئی ہم یہاں صرف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ مولانا احمد رضا خاں کس طرح سے سفر حجاز میں ناکام ہوئے اور باوجودیکہ شریف مکہ سیاسی طور پر انگریزوں کے ساتھ تھا اور یہ حضرت بھی ترکوں کے خلاف خلافت عثمانیہ توڑنے کے درپے تھے پھر بھی حجاز میں مولانا احمد رضا خاں کو اپنے شرکیہ عقائد کی حمایت سے پذیرائی نہ ہوئی سرزمین عرب اب شرک و بدعت کے لئے کبھی ہموار نہیں کی جا سکتی۔ ہندوستان میں آپ نے بے شک اہل سنت مسلمانوں کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔

مولانا احمد رضا خاں اپنے اس عمل میں پھولے نہیں سماتے تھے کہ میں نے وہ کام کیا جو پہلے لوگوں میں سے کوئی نہ کر سکا شیعہ لوگوں نے سخت کوششیں کی کہ کسی طرح اہل سنت کی مرکزی طاقت کمزور کریں مگر وہ نہ کر سکے مولانا احمد رضا خاں نے ہمیشہ کے لئے ان کے دو ٹکڑے کر دیئے مولانا احمد رضا خاں خود فرماتے ہیں :-

زمانے میں میں گرچہ آخر ہوا　　　　دونوں جو پہلوں سے ممکن نہ تھا

(حسام الحرمین)

مولانا احمد رضا خاں اسی اساس پر بریلویوں کے ہاں چودھویں صدی کے مجدد سمجھے جاتے ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا عقیدہ تھا کہ چودھویں صدی آخری صدی ہے اور مجددین کی فہرست میں شاید میں آخری ہوں۔

شاعر لوگ اپنے دور کی آواز ہوتے ہیں اس دور کے بڑے قومی شاعر بھی دو تھے۔ (۱) ڈاکٹر محمد اقبال اور (۲) مولانا ظفر علی خاں۔ یہ دونوں مولانا احمد رضا خاں کے خلاف تھے ڈاکٹر محمد اقبال مولانا احمد رضا خاں کے خلاف تھے تو شریف مکہ کے بھی خلاف تھے اور ترکوں کے حق میں تھے۔ آپ کا یہ شعر آپ نے بار بار سنا ہے :-

بیچتا ہے ہاشمی ناموس دین مصطفیٰ　　　　خاک و خوں میں مل رہا ہے ترکمان سخت کوش

ڈاکٹر صاحب پر مولانا احمد رضا خاں کے خلیفہ مولانا دیدار علی الوری نے کفر کا فتویٰ لگایا تو ڈاکٹر صاحب نے کہا۔

گر فلک در الور اندازد ترا　　　　اے کہ سے داری تمیز خوب و زشت

گویمت در مصرعہ برجستہ　　　　آنکہ بر قرطاس دل باید نوشت

آدمیت در زمین او مجو　　　　آسمانش دیدہ ماند در او نہ کشت

(ترجمہ) اگر قسمت تجھے الور لے جائے تو اے وہ شخص جو اچھے برے کی تمیز رکھتا ہے تجھے میں ایک مصرعہ میں وہ بات کہتا ہوں جو دل کی تختی پر لکھنے کے لائق ہے کہ الور کی زمین میں انسانیت کی تلاش

تک باقی ہے ازل سے اضافیت کا بیج اس زمین میں بو دیا گیا۔ (روزنگار فقیر جلد ۲ ص ۲۲۲)

یہ سوچ کی زمین کہاں ہے جہاں سے مولانا دیدار علی، مولانا احمد رضا خاں سے مخالفت کے طور ابھر آئے تھے اور مسجد وزیر خاں سے اپنے اس پروگرام کو شروع کیا تھا اسے بھی جاننے کی ضرورت ہے۔ ابوالبرکات مولانا سید احمد الوری اور آپ کے شاگرد مولانا ابوالطیب دانا پوری کی پوری زندگی کس طرح اس تحریک تفریق میں گزری اور ڈاکٹر اقبال اور قائد اعظم محمد علی جناح پر کس طرح ان لوگوں نے کفر کے گولے برسائے یہ چیز کسی سے ڈھکی چھپی نہیں۔ اب آپ اس موقع پر مولانا ظفر علی خاں کی رائے بھی سن لیجئے۔

شیطان بغاوت سے گئے بل بے آبرو　　　مشہور ہیں بے دولت کا قد ... ہوا سیا

اور سنئے۔

وہ جو کرے مدرسہ خوانی آپ نے جماعت کا خلاف　　　ذات ان کی ہے بیچ ذات ان کی امام کو قاف

علمائے عرب کی جوابی کارروائی بطور تحقیق

چودھویں صدی میں سرزمین عرب بری طرح انگریزی استبداد کا شکار تھی شریف مکہ کی بغاوت سے خلافت عثمانیہ ٹوٹی اور انگریز کی سیاست سے عرب سلطنت کتنے چھوٹے چھوٹے ملکوں میں تقسیم ہو گئی شریف مکہ بھی وہاں زیادہ دیر نہ ٹھہر سکے پھر آل سعود نے وہاں قبضہ کر لیا ملک عبدالعزیز آل سعود ساتھ سواروں کے ساتھ مکہ میں داخل ہوئے شریف کو شکست ہوئی (جس راستے ملک عبدالعزیز مکہ میں داخل ہوئے تھے وہ اب تک شارع ستین کہلاتی ہے) آل سعود اور آل شیخ نے مل کر وہاں حکومت قائم کی وہاں کی سیاسی قوت آل سعود ہیں اور دینی قیادت آل شیخ کرتے آرہے ہیں۔

آل شیخ عقیدۃ اہل السنۃ والجماعۃ ہیں اور فقہی پیرائے میں حنبلی مذہب ہیں۔ شریف کے وفاداروں نے ان پر بہتان باندھا کہ یہ مذاہب اربعہ کو نہیں مانتے ہیں اور تقلید ائمہ کو برا سمجھتے ہیں یہ اس لئے کہ شاید ان پر یہ نشانہ سے وہ آل سعود کو بدنام کر سکیں۔ شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی نے کھل کر اس کی تردید کی اور آپ نے لکھا۔

ان الرجل افترى علي امورا لم اقلها ولم يات اكثرها على بالي (فمنها) قوله اني مبطل كتب المذاهب الاربعة واني اقول ان الناس من ستمائة سنة ليسوا على شيء واني ادعي الاجتهاد واني خارج عن التقليد واني اقول ان اختلاف العلماء نقمة واني اكفر من توسل بالصالحين

(مؤلفات الشیخ الامام محمد بن عبدالوہاب جلد ۵ ص ۱۲)

(ترجمہ) اس شخص نے مجھ پر کئی افتراء باندھے ہیں میں نے ان میں سے کوئی بات نہیں کی اور ان میں سے بیشتر کی کوئی ذمہ داری مجھ پر آتی ہے ان میں سے ایک افتراء یہ ہے کہ میں مذاہب اربعہ کی کتابوں کو غلط کہتا ہوں اور میں کہتا ہوں کہ لوگ چھ سو سال سے کسی حق کی راہ سے الگ رہے ہوئے ہیں ایک الزام مجھ پر یہ بھی ہے کہ میں خود مجتہد ہونے کا مدعی ہوں (ائمہ اربعہ کی) تقلید سے نکلا ہوا ہوں مجھ پر ایک الزام یہ ہے کہ میں اختلاف علماء کو مصیبت سمجھتا ہوں (اختلاف فقہاء کے رحمت ہونے کا قائل نہیں) اور مجھ پر ایک الزام یہ بھی ہے کہ میں اسے کافر کہتا ہوں جو حضور اور نیک امت کا وسیلہ لے۔

جب مولانا احمد رضا خاں حجاز گئے تھے تو ابھی وہاں آل سعود کا قبضہ نہ ہوا تھا شریف کا دور تھا۔ سعودی قبضہ سے پہلے علماء حرمین نے احمد رضا خاں کے الزامات کی تحقیق کے لئے براہ راست علماء دیوبند سے سوالات کئے۔ شارح ابی داؤد حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری نے ان کے جوابات لکھے اور ان پر پچیس علمائے دیوبند نے دستخط کئے یہ رسالہ "المہند علی المفند" اور "التصدیقات لدفع التلبیسات" کے نام سے موسوم ہے اور بارہا چھپ چکا ہے۔
اس پر مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے علماء اعلام کے بھی تصدیقی دستخط ہیں ان میں بعض ان حضرات کے بھی دستخط ہیں جنہوں نے پہلے ناواقفی میں حسام الحرمین پر دستخط کر دیے تھے سو یہ بات اسی دور میں کھل گئی تھی کہ حسام الحرمین کے جوابات سوالات پر نہیں واقعات پر نہیں اور یہ کہ علمائے دیوبند ان عقائد کے ہرگز نہیں جو حسام الحرمین کے سوالات میں مذکور ہیں۔

علمائے عرب میں احمد رضا خاں کا پہلا اعزاز و اکرام

حسام الحرمین کا طلسم ٹوٹنے سے پہلے

علمائے عرب میں مولانا احمد رضا خاں کا اعزاز و اکرام صرف ایک اخلاقی کارروائی تھی۔ عرب مہمان نوازی میں وسیع دل واقع ہوئے ہیں عالموں کے لیے کہ میں جو ان کے ہاں مہمان بنے وہ ان کی بہت عزت و اکرام کرتے ہیں۔ سو عرب علماء کے کسی کا اعزاز و اکرام کرنے سے یہ نہ سمجھا جائے کہ یہ شخص واقعی ان کے ہاں کوئی معزز شخصیت ہے۔ مہمان نوازی اہل عرب کی فطرت ہے۔

مدینہ منورہ کے مفتی شافعیہ شیخ شریف احمد برزنجی پہلے از رہ اخلاق فاضل مولانا احمد رضا خاں کو کیا سمجھ بیٹھے تھے اسے حسام الحرمین کی تقریظ میں دیکھیں۔ ان کے آپ سے القاب و خطاب ملاحظہ ہوں۔

ایها العلامة النحریر والعلم الشهیر ذو التحقیق والتحریر والتدقیق والتحبیر عالم اهل السنة والجماعة جناب الشیخ احمد رضا خان بریلوی ادام الله توفیقه وارتفاعه (ص ۲۱۳)

پھر جب ان پر خان صاحب کی قلعی کھلی تو احمد رضا خاں ان کے ہاں یہ ایک عام مجہول شخص ہو گئے جیسے کوئی نہ ہو آپ اپنے رسالہ غایۃ المامول میں لکھتے ہیں۔

ثم بعد ذلك ورد الى المدینة المنورة رجل من علماء الهند یدعی احمد رضا خان فلما اجتمع بی اخبرنی اولاً بان فی الهند اناساً من اهل الکفر والضلال منهم غلام احمد القادیانی ومنهم اشرف علی التهانوی القائل ان صح الحکم علی ذات النبی بعلم المغیبات کما تقول به زید فا لمسئول عنه انه ماذا اراد بهذا؟ بعض الغیوب ام کلها ثم بعد ذلك اطلعنی احمد رضا خان المذکور علی رسالة له ذهب فیها الی انه صلی الله علیه وسلم علمه محیط بکل شیء حتی المغیبات الخمس وانه لا یستثنی من ذلك الا العلم المتعلق بذات الله تعالی وصفاته المقدسة ... فلم یرجع من

ذلك، فأبى وعاند وانما كان زعمه هذا غلطاً وجرأة على تفسير كتاب الله بغير دليل. فأحببت الآن ان اجمع كلاماً مختصراً فيه بيان بطلان استدلاله لئلا يظن من اطلع على تقريظنا المذكور انّا وافقناه في هذا المطلب۔

(ترجمہ) پھر ہندوستان سے ایک شخص احمد رضا خاں نامی مدینہ منورہ آیا جب وہ میرے پاس آیا تو اس نے مجھے بتایا کہ ہندوستان میں کچھ لوگ اہل کفر و ضلال اٹھے ہیں۔ ان میں مرزا غلام احمد بھی ہے۔ اور اشرف علی تھانوی بھی جو اس بات کا قائل ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر کل مغیبات کے جاننے کا حکم کرنا اگر بقول زید صحیح ہوتا ہے تو پھر بتایا جائے کہ اس سے اس کی مراد کل غیوب ہیں یا بعض ... اس کے بعد مجھے احمد رضا خاں نے اپنا ایک رسالہ دکھایا کہ آنحضرت ﷺ کا علم ہر چیز کو محیط ہے یہاں تک کہ مغیبات خمس بھی آپ کے علم میں ہیں آپ کے علم سے صرف وہ علم باہر ہے جو اللہ کی ذات اور اس کی صفات مقدسہ کا ہے۔ اس نے اپنے اس عقیدہ سے رجوع نہ کیا اور وہ اس پر برابر مصر رہا اور عناد پر آگیا چونکہ اس کا یہ عقیدہ غلط تھا اور وہ بغیر دلیل قرآن کی تفسیر پر جرأت کئے ہوئے ہے میں نے چاہا کہ ایک مختصر رسالہ تصنیف کروں جس میں احمد رضا خاں کے استدلال کا بطلان واضح کیا جائے اور وہ شخص جو میری تقریظ پر جو حسام الحرمین پر میں نے لکھی مطلع ہو تو وہ یہ گمان نہ کر سکے کہ ہم احمد رضا خاں سے اس مسئلہ پر موافقت رکھتے ہیں۔

شیخ احمد برزنجی مولانا احمد رضا خاں کی نظر میں کیا تھے

مفتی مدینہ منورہ شیخ سید احمد برزنجی مولانا احمد رضا خاں کی نظر میں کس مرتبہ علمی کے مالک تھے۔ اسے مولانا احمد رضا خاں کی کتاب حسام الحرمین میں ملاحظہ فرمائیں۔

صورة ما كتبه حائز العلوم النقليه و فائز الفنون العقلية الجامع بين شرف النسب و الحسب وارث العلم والمجد ابا عن جد المحقق الالمعي والمدقق اللوذعي مفتي الشافعيه بالمدينة المحميه مولانا السيد الشريف احمد برزنجي عفي عنه بمن كل برزنجي (حسام الحرمين ۲۲۲)

اس سے پتہ چلتا ہے کہ مولانا احمد رضا خاں کس قدر اس عالم جلیل کے حق میں تھے اور انہیں کس درجہ کا عالم دین جانتے تھے لیکن جب شیخ برزنجی نے مولانا احمد رضا خاں کو سمجھایا کہ وہ کس قبیل کے آدمی ہیں تو انہوں نے احمد رضا خاں کی اس مدح سرائی سے کچھ اثر نہ لیا جو انہوں نے شیخ برزنجی کے بارے میں لکھی تھی۔

اب دیکھئے حضرۃ الشیخ برزنجی نے احمد رضا خاں کو رجل من عنود لعند کے معمولی الفاظ میں ذکر کر کے ان سے پورا پورا انصاف کیا ہے آپ نے یہ کب کیا؟ جب ان پر مولانا احمد رضا خاں کا غلط عقیدہ کھلا اور آپ نے اسے بدعت میں ڈوبا ہوا پایا آپ کے اس رسالہ غایۃ المامول پر پھر علامہ عبدالقادر شبلی مدرس مسجد نبوی کی بھی تقریظ ہے۔ پھر اس پر شیخ فالح بن محمد ظاہری نے بھی اور علامہ تاج الدین الیاس مفتی مدینہ منورہ نے بھی مہر تصدیق ثبت کی ہے اس پورے پس منظر میں مولانا احمد رضا خاں کو کسی درجے میں اہل سنت مسلمانوں کی دینی قیادت کرتے نہ پائیں گے انگریزوں نے ان سے تفریق بین المسلمین کا کام لینا تھا لے لیا۔ سانپ نکل گیا اب ہم سب تک لکیر پیٹتے رہیں گے۔ پھر اس رسالہ غایۃ المامول پر ان بارہ علماء اعلام کی تصدیقات اور مہریں ثبت ہیں ہم یہاں ان کے نام دیئے دیتے ہیں۔

ان میں آٹھ وہ حضرات بھی ہیں جن کی تقریظات مولانا احمد رضا خاں نے بڑے القابات کے ساتھ حسام الحرمین کے لیے لی تھیں اب دیکھئے یہ حضرات مولانا احمد رضا خاں سے براءت کر گئے اور اسی عالم بے بسی میں مولانا احمد رضا خاں کو حجاز سے ہندوستان آنا پڑا۔

۱۔ شیخ محمد سعید بن سید محمد
۲۔ سید محمد امین بن سید احمد رضوان
۳۔ سید عبداللہ اسعد
۴۔ عباس بن سید محمد رضوان
۵۔ عمر بن حمدان المالکی مدرس مسجد نبوی
۶۔ احمد بن محمد خیر العباسی الانصاری
۷۔ محمد عزیز الوزیر التونسی
۸۔ موسیٰ علی الشامی الازہری
۹۔ محمد بن احمد العمری
۱۰۔ محمد صدیق بن حمد
۱۱۔ السید احمد الجزائری
۱۲۔ خلیل بن ابراہیم خربوتی

اس فہرست میں بھی نمبر ۲، ۴، ۵، ۹، ۱۱، ۱۲ کو لیجئے

مولانا احمد رضا خاں کی یہ کوشش اس دور میں ہو گئی جس میں انہوں نے علماء دیوبند کے خلاف لکھی تکفیری دستاویز تصدیق لینے کے لئے علمائے حرمین کے سامنے رکھی تھی علمائے حرمین پر جب مولانا احمد رضا خاں کے علم و دیانت کی قلعی کھلی تو انہوں نے براہ راست علماء دیوبند سے ان کے عقائد کے بارے میں سوال سوالات کئے جو ان شاء اللہ العزیز آخر میں انہیں بھی ایک مقدمہ کے ساتھ ہدیہ قارئین کریں گے۔

حسام الحرمین کا طلسم ٹوٹنے سے مولانا احمد رضا خاں کا کتنا گراف گرا

حسام الحرمین جب تک ایک حقیقت سمجھی گئی عرب علماء نے مولانا احمد رضا خاں کو ایک بڑا عالم سمجھا اس کی بڑی عزت کی اور اسے بڑے بڑے القابات دیئے لیکن جب ان پر حسام الحرمین کی حقیقت کھل گئی کہ اس میں علمائے حرمین کے فتاویٰ سوالات کے مطابق ہیں واقعات کے مطابق نہیں اور علماء دیوبند کے وہ عقائد ہرگز نہیں جو اس کتاب میں ان کی طرف منسوب کئے گئے ہیں یہ جوابات صرف ان منسوب کردہ عقائد پر ہیں نہ کہ ان کے اصل عقائد پر۔ تو اس سے کتاب (حسام الحرمین) کا طلسم ٹوٹ گیا اور مولانا احمد رضا خاں ان عزت کے القاب سے نکل کر ایک عام مجہول شخص کے پیرائے میں دھکیل دیئے گئے اور رعایۃ المذاہب میں ان کا ذکر رجل من علماء الهند کے الفاظ سے کیا گیا۔

اس سے یہ بات آسانی سے سمجھ میں آ جاتی ہے کہ علمائے عرب نے جنہیں بڑے بڑے القابات سے محض حسن ظن کی بناء پر نوازا تھا وہ یہ کہ مولانا احمد رضا خاں واقعی ان کے ہاں کوئی بڑے عالم تھے۔ یہ پروفیسر مسعود احمد صاحب کی غلطی ہے کہ انہوں نے محض القابات کے سہارے مولانا احمد رضا خاں کو بڑے فاضل سمجھ لیا اور اس پر ایک کتاب "فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں" تصنیف کر ڈالی۔ پھر ان کا ہندوستان آ کر دو سال تک چپ رہنا اور کسی کو یہ ماجرا نہ بتلانا کہ وہاں ان پر کیا گزری بتلاتا ہے کہ واقعی وہ اپنے اس کردار پر نادم اور شرمندہ تھے آپ کا ایک پرانا معتقد خلیل احمد برکاتی آپ کی اس خاموشی سے استدلال کرتا ہے کہ آپ بریلویت سے رجوع کر گئے ہیں۔ (دیکھئے انکشاف حق

بریلویت کا چودہ سالہ دور فترت

بریلویت کا نقطہ آغاز حسام الحرمین سے ہوا۔ یہ وہ تکفیری دستاویز ہے جو مولانا احمد رضا خاں نے علماء دیوبند کے خلاف لکھی اور اس پر تصدیقات لینے کے لئے ۱۳۲۳ھ میں مکہ پہنچے۔ حج کے بعد انہوں نے اپنے اس پروگرام کا آغاز کیا۔ ۱۹۲۴ ربیع الثانی میں آپ ناکام واپس لوٹے۔ جو تصدیقات آپ لے چکے تھے آپ کی مخالفت شروع ہو گئی (وہ تصدیقات جو اب آپ کو حسام الحرمین میں ملتی ہیں صرف حسن ظن پر دی گئی تھیں بیشتر وہ حضرات اردو نہ جانتے تھے اور نہ ان زیر بحث عبارتوں کا عربی ترجمہ کسی غیر جانبدار اردو دان عالم سے لیا گیا تھا۔

ان حالات میں وہاں مولانا احمد رضا خاں پر کیا گزری یہ آپ پڑھ چکے ہیں حضرت مولانا حسین احمد مدنی جو وہاں (سرزمین حجاز میں) موقع کے گواہ تھے انہوں نے ۱۹۲۷ میں الشہاب الثاقب لکھ کر مولانا احمد رضا خاں پر وہاں گزرے ہوئے حالات کا بھانڈا پھوڑ دیا تھا علماء حجاز نے براہ راست علماء دیوبند سے ان کے عقائد معلوم کئے اور مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری نے ۱۹۲۵ میں المہند کے نام سے ان کے نہایت اطمینان بخش جواب دیئے۔ اس سے مولانا احمد رضا خاں کا بویا ہوا دریائے سراب خشک سی خشکی نظر آیا۔ سو ان کا یہ دور فترت ۱۹۲۴ سے ہی شروع ہو گیا تھا پھر پورے چودہ سال بعد مولانا احمد رضا خاں نے ۱۳۳۸ھ میں اپنے وہاں کے حالات پر قبولیت اور پذیرائی کی ایک نئی داستان ترتیب دی۔ جو ان کے ملفوظات حصہ دوم کے ص سے ص تک درج ہے۔ پروفیسر مسعود احمد صاحب نے بھی فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں انہی معلومات سے لکھی ہے جو انہیں مولانا احمد رضا خاں کے ملفوظات سے ملے اور وہ بھی بڑے بڑے القابات سے نہ کہ حقائق و واقعات سے اور ان میں بھی مولانا احمد رضا خاں نے بار بار اپنے بھولنے کا ذکر کیا ہے۔ دروغ گو را حافظہ نباشد۔ انسان کب بھولتا ہے؟ جو کوئی پرانا گزرا واقعہ بیان کرتا ہو اس میں وہ بہت رک رک کر چلتا ہے۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مولانا احمد رضا خاں بہت مدت کے گزرے واقعات کو اب پہلی بار بیان کر رہے ہیں اور ساتھ وہ اپنے حافظہ کی کمزوری بیان کر رہے ہیں۔ اس چودہ سالہ فاصلے سے

آپ نے یہی داستان گھڑی کہ شریف مکہ جس نے مولانا احمد رضا خاں کو مکہ سے جدہ نکلنے کا حکم دیا تھا اب چودہ سال کے بعد ان کا مرید ہو گیا ہے۔ یہ چودہ سال بعد کی تخلیق روداد داستان کہاں تک قابل یقین ہو سکتی ہے یہ آپ خود فیصلہ فرمائیں خصوصاً جب کہ پہلی تمام شہادتیں تحدیداً اس کی تردید کر رہی ہیں۔

۱۳۲۳ھ میں مکہ میں گزرے حالات کے دو چشم دید گواہ

۱۔ حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری ۱۳۴۶ھ شارح سنن ابی داؤد مصنف المہند علی المفند

۲۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی ۱۳۷۷ھ مدرس حدیث حرم نبوی مدینہ منورہ۔

دونوں نے اپنے اپنے معلومات کو ۱۳۲۵ھ میں اور ۱۳۲۸ھ میں عوام کے سامنے رکھ دیا۔ ان حضرات نے متعدد علماء و لوگوں کے نام بھی بطور گواہ ذکر کئے ہیں جو ان مجالس میں وہاں بیٹھے ہوتے تھے۔ یہ شہادتیں خبر واحد کے درجے میں نہیں خبر مستفیض ہو گئی تھیں۔ مولانا احمد رضا خاں نے پہلی مرتبہ اپنے وہاں کے گزرے حالات کو ۱۳۳۸ھ میں اپنے تذبذب اور بھول جانے کے اندیشے سے بیان کیا ہے۔ اب آپ ہی غور کریں کہ یہ چودہ سال دو فترت کے بعد کی بنائی بات تحقیق کے معیار پر کیسے اتر سکتی ہے؟

مولانا احمد رضا خاں کی حکایت غلط ہونے کا ایک اور قرینہ

مولانا احمد رضا خاں حج کے بعد مکہ میں ٹھہرے تو اس ارادے سے ٹھہرے تھے کہ جس طرح بھی ہو سکے علماء دیوبند کے خلاف فتوے تکفیر حاصل کریں ان کے اپنے عقائد تو یہاں زیر بحث نہ تھے۔ یہ کیسے ہوا کہ وہاں ان کے پہنچتے ہی ان کے اپنے عقائد زیر بحث آ گئے۔

کلی یک بیک جو ہوا چلی نہیں دل کو میرے قرار ہے
کروں حال یاں میں کیا بیاں میرا خامہ سے ہوتا فگار ہے

حکومت کی طرف سے مولانا احمد رضا خاں سے ان کے اپنے عقائد کے بارے میں تین سوالات کئے گئے آپ نے ان کے جو جوابات دیئے ان سے وہاں کے علماء اور شریف مطمئن نہ ہو پائے۔ پھر کہیں جا کر علمائے دیوبند کے عقائد پر بحث چلی یہ ترتیب تو بتاتی ہے کہ وہاں پر گزرے حالات پر مولانا احمد رضا خاں کی دونوں کے حالات پر اپنی وضع کردہ حکایت ہرگز درست نہیں۔

اب تم ہی کہو کس کی صداؤں کی صدا ہے

یہ مولانا احمد رضا خاں کے حافظہ اور یادداشت کی ایک دلسوز داستان ہے جو ان کے ملفوظات حصہ دوم کے ص پر درج ہے ہم آگے انشاء اللہ العزیز ان کے علم و دیانت کا بھی کچھ حال گزارش کریں گے۔ یہاں آپ پہلے یہ معلوم کریں کہ وہاں پہلے کن کے عقائد زیر بحث آئے۔

مکہ مکرمہ میں کس کے عقائد اولاً زیر بحث آئے

احمد رضا خاں کے یا مولانا خلیل احمد کے؟

مولانا احمد رضا خاں ۱۳۲۳ھ میں حج کے لئے مکہ مکرمہ آئے یہاں وہ ایک خفیہ دستاویز ساتھ لائے جس پر وہ وہاں کے علماء سے فرداً فرداً تصدیقات لینا چاہتے تھے۔ علمائے دیوبند یہاں پہلے سے موجود تھے مولانا حسین احمد مرحوم مدینہ میں حدیث کا درس دیتے تھے۔ ان کے عقائد و نظریات حجاز میں کسی سے چھپے ہوئے نہ تھے سالہا سال کے اس درس عام میں ان کے کسی عقیدے پر بھی کوئی سوال نہ اٹھا تھا۔ پھر مولانا خلیل احمد بھی مولانا احمد رضا خاں سے پہلے وہاں موجود تھے اور علماء عرب میں ان کا درس حدیث خاصا مقبول تھا۔ علماء دیوبند کے عقائد سر مو بھی اہل سنت عقیدہ سے مختلف نہ تھے اگر ایسا ہوتا تو وہ وہیں ۱۳۲۳ھ سے پہلے ہی کھل چکے ہوتے۔ مولانا احمد رضا خاں کے وہاں آنے تک وہاں ان کے عقائد زیر سلسلہ دے شروع ہوگئی۔ یہاں تک کہ معاملہ شریف مکہ جناب شریف کی طرف سے مولانا احمد رضا خاں سے ان کے عقائد پوچھے گئے۔ مولانا احمد رضا خاں نے اپنا جواب لکھ کر شریف کو بھجوایا۔ ۲۸ اور ۲۹ ذوالحجہ کی درمیانی شب وہ جوابات شریف کو سنائے گئے۔ مولانا احمد رضا خاں بیان فرماتے ہیں۔

حضرت مولانا شیخ صالح کمال نے کتاب سنانے کے ضمن میں حضرت شریف سے خلیل احمد کے عقائد ضالہ اور اس کی کتاب براہین قاطعہ کا بھی ذکر کر دیا تھا۔ (ملفوظات حصہ ۲ ص ۱۰)

اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مکہ میں علماء دیوبند کے عقیدہ کی بات بعد میں چلی مولانا احمد رضا خاں کے عقائد پہلے زیر بحث آئے تھے اور ان کے شریک ہونے کی آواز عام لگ چکی تھی۔ اور یہ خود مولانا

احمد رضا خاں نے اپنے ملفوظات کی شہادت سے ۔مولانا احمد رضا خاں کے عقائد اگر اہل سنت کے عقائد ہوتے تو ان کے مکہ آتے ہی ان سے ان کے عقائد کے بارے میں باز پرس نہ ہوتی اور یہ عقائد علماء کی نگاہ پر نہ پہنچ جاتے اور نہ انہیں حکم دیا جاتا کہ وہ جلد سے جلد مکہ سے چلے جائیں جونہی ان کے شرکیہ عقائد کا علماء مدینہ کو پتہ چلا تو ان کے مفتی اعظم علامہ سید احمد برزنجی نے احمد رضا خاں کے خلاف " غاية المأمول فی تتمة منهج الوصول فی تحقیق عالم الرسول " ایک مستقل کتاب لکھ دی۔

پروفیسر مسعود احمد اس پر پردہ ڈالنے کے لئے تاریخ میں یہ تحریف کرتے ہیں کہ وہاں مولانا احمد رضا خاں پہلے پہنچے تھے اور مولانا خلیل احمد ان کے تعاقب میں بعد میں گئے ۔آپ مولانا احمد رضا خاں کے بارے میں لکھتے ہیں ۔

جب دوسری بار حج پر تشریف لے گئے تو غیر معمولی اعزاز و اکرام سے نوازا گیا ۔ غالباً مخالفین کو اس کا پہلے سے اندازہ تھا اس لئے انہوں نے اپنا کام شروع کیا اسی زمانہ میں مولانا خلیل احمد انبیٹھوی بھی وہاں تشریف لے گئے ۔فاضل بریلوی کے زمانہ قیام میں موصوف کا وہاں جانا محض نیز معلوم ہوتا ہے

(فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں ص ۹۹)

معلوم نہیں پروفیسر صاحب تاریخ پر ملتے ہیں کیوں اس قدر کوشاں ہیں کاش کہ انہوں نے مولانا احمد رضا خاں کا یہ بیان ہی پڑھا ہوتا آپ فرماتے ہیں ۔

اس بار سرکار حرم میں میری حاضری بے ارادہ ہے جس غیر متوقع اور غیر معمولی طریقوں پر ہوئی اس کا بیان دوچند ہے وہ حکمت نہ یہاں تک کھلی دیکھنے میں آیا کہ وہابیہ پہلے سے وہاں آئے ہوئے ہیں جن میں خلیل احمد انبیٹھوی اور بعض وزراء ریاست اور دیگر اہل ثروت بھی ہیں

(ملفوظات حصہ ۲ ص ۸)

حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی سالہا سال سے وہاں مقیم تھے آپ لکھتے ہیں کہ جب شریف کے ہاں مولانا احمد رضا خاں کے عقائد زیر بحث آئے تو شریف نے انہیں ان کے عقیدے پر پایا اور انہیں عقائد انکی

سنت سے دور جو۔ آپ اس مجلس کی جس میں احمد رضا خان کے عقائد پڑھے گئے اس طرح اطلاع دیتے ہیں۔ شریف کا ردِ عمل ملاحظہ کیجئے۔

انہوں نے فرمایا کہ اس شخص کو جلد یہاں سے نکال دینا چاہئے تاکہ عوام پر اس کا کوئی اثر قائم نہ ہو جائے چنانچہ وہاں سے حکم آیا کہ تم بہت جلد یہاں سے چلے جاؤ شریف کو جو جوش و غضب اس شخص پر تھا وہ حضار مجلس ہی بیان کر سکتے ہیں مگر بخوف اختصار و ہم بخوف رعایت کے لاطائل مناسب جانتے کہ اس سے تعرض کریں جو بہتر نہیں اس تمام واقعہ کو احقر نے مجملاً عرض کیا ہے۔ (الشہاب الثاقب ص)

وہاں ان دنوں مولانا احمد رضا خاں کی کوئی کتاب موجود نہ تھی صرف ہندوستان کے مولوی سلامت اللہ رامپوری کا ایک رسالہ "اعلام الاذکیا" دستیاب ہوا اس پر مولانا احمد رضا خاں کی تقریظ تھی جس کے آخر میں لکھا تھا وصلی اللہ علی من ھو الاول والآخر والظاھر والباطن۔ اس میں مولانا احمد رضا خاں کا عقیدہ حضور کے ازلی ابدی ہونے کا پتہ دے رہا تھا۔ حالانکہ ازلی اور ابدی ہونا تو اللہ رب العزت کی شان ہے۔ مولانا احمد رضا خاں سے تین سوال پوچھے گئے تھے۔ یہ سوالات مفتی صالح کمال نے ۲۵ ذوالحجہ کو کتب خانہ حرم میں مولانا احمد رضا خاں کو حکومت کی طرف سے دیئے تھے۔ محافظ کتب خانہ سید اسمٰعیل خلیل بھی وہاں موجود تھے۔ مولانا احمد رضا خاں نے جو جوابات لکھے وہ اطمینان بخش نہ تھے۔

حضرت مولانا حسین احمد نے اپنے بیان کی تصدیق کے لئے شریف کی اس مجلس کے یہ گواہ بھی پیش کئے جس کا جی چاہے تفصیل اور شیخ شعیب مالکی مدرس شریف مکہ معظمہ یا شیخ احمد فقیہ۔ شیخ عبدالقادر النشیمی یا شیخ محمد معصوم یا مولوی منور علی محدث رامپوری سے یا ان لوگوں سے جو شریف کے اس زمانہ میں مصاحب تھے پوچھ لیوے۔ (ایضاً ص ۲۰۵)

اس واقعہ کو سو سال ہونے کے قریب ہیں۔ تاریخ گواہ ہے کہ اب تک کسی نے ان گواہوں پر کوئی جرح نہیں کی۔

دیوبند کے عقائد پر وہاں کسی بحث کی ضرورت نہ تھی

دیوبند کے عقائد وہاں کے لئے کوئی نئے نہ تھے اہل علم کے کسی طبقے سے یہ پوشیدہ نہ تھا کہ مولانا حسین احمد دیوبند کے پڑھے ہوئے ہیں۔ ان کا مسجد نبوی میں حدیث کا درس عام یہ بات جاننے کے لئے کافی تھا کہ علماء دیوبند عقیدۂ اہل سنت ہیں کسی نئے مذہب کے داعی نہیں۔ شیخ صالح کمال نے جب شریف کی احمد رضا خاں کے عقائد پر ناراضگی دیکھی تو انہوں نے صرف وزن بیعت کے طور پر مولانا خلیل احمد کے عقائد کی بحث چھیڑ دی جسے اسی وقت رد کر دیا گیا۔ شریف کو اس میں کسی تحقیق کی ضرورت نہ تھی۔ یہ وہاں کے بعض علماء کی ایک اپنی رائے تھی کہ دیوبند کے عقائد کا خود مدرسہ دیوبند سے براہ راست استفسار کر لیا جائے تاکہ ان کے ہاتھ عقائد دیوبند کی ایک تاریخی دستاویز آجائے۔

مولانا خلیل احمد پر غلط عقائد کا جھوٹا الزام

شریف کی مجلس میں ۲۹۔۲۸ ذوالحج ۱۳۲۳ھ کو مولانا احمد رضا خاں کے عقائد قابل اعتراض ٹھہرے اور وہ مولانا احمد رضا خاں کے اپنے الفاظ میں وہاں پڑھے گئے تھے۔ شیخ صالح کمال نے جو مولانا احمد رضا خاں کے دوست تھے وزن بیعت پورا کرنے کے لئے وہاں مولانا خلیل احمد کے عقائد کی بحث چھیڑ دی اور اسی مجلس میں کہہ دیا گیا کہ کوئی مسلمان ایسے عقائد رکھنے والا نہیں ہو سکتا یہ سب جھوٹ معلوم ہوتا ہے یہ کہہ کر اسے رد کر دیا گیا یہ نہ کہا گیا کہ اس سے بھی اس کے عقیدے پوچھو۔ شیخ صالح کمال خاموش ہو کر رہ گئے۔ یہ مولانا خلیل احمد کی اپنی اچھائی سچائی تھی کہ مولانا شیخ کمال کو خود ملنے گئے۔

بریلویوں کے پروفیسر مسعود احمد صاحب لکھتے ہیں:۔

مولوی خلیل احمد صاحب کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو صفائی پیش کرنے شیخ موصوف کی خدمت میں حاضر ہوئے ان دونوں کے درمیان جو گفتگو ہوئی اس کی تفصیلات شیخ کمال بحوالہ مکتوب سے معلوم ہوتی ہیں۔ جو موصوف نے سید اسمٰعیل خلیل محافظ کتب حرم کو تحریر فرمایا تھا۔ (فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں ص ۱۷۳)

یہاں ایک غیر جانبدار مبصر یہ پوچھے بغیر نہیں رہ سکتا کہ جب شریف کی مجلس میں ان کے عقائد پر جو بات چلی وہ محض زبانی تھی۔ اور مولانا خلیل احمد نے بھی شیخ صالح کمال سے جو بات کی وہ بھی محض

زبانی تھی تو آپ شیخ صالح کمال کو کیا ضرورت پڑی کہ انہوں نے اپنی ملاقات کی تفصیلات سید اسمٰعیل کو زبانی کہنے کی بجائے خط کے ذریعہ بتائیں۔ اور اگر انہوں نے واقعی ان کے (مولانا خلیل احمد کے) عقائد میں کوئی نقطہ پہلو دیکھا تھا تو انہوں نے اس کی اطلاع شریف کو دینے کی بجائے اسے سید اسمٰعیل خلیل مکتب خانہ حرم کو لکھنے پر ہی کیوں اکتفا فرمائی۔ معلوم ہوتا ہے یہ کہانی کوئی بعد کی ترتیب دی ہوئی ہے۔ جسے ایک خط کے پیرائے میں سامنے لایا گیا ہے۔ اور یہ خط جعلی ہے۔
یہ خط حسب تحریر ۲۸ ذوالحج ۱۳۲۳ھ کا لکھا ہوا ہے۔ اس خط پر ہم آگے بھی بحث کریں گے۔ یہاں تک یہ کوئی اصل دستاویز ہے۔ یہاں صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ جب مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری کو یہ علمائے شریف کی مجلس میں ان کی طرف جو عقائد غلط منسوب کئے گئے۔ تو وہ خود مولانا صالح کمال سے ملنے چلے گئے۔ انہوں نے اپنے آپ کو چھپایا نہیں۔ اس مقام پر یہ چند امور قابل غور ہیں۔ جو فریقین کے اس جرم کے اختلاف میں فیصلہ کن ہیں۔

۱۔ مولانا احمد رضا خاں نے مولانا خلیل احمد صاحب کے جو عقائد مولانا صالح کمال کو بتا رکھے تھے اگر وہ واقعی ان کے عقائد ہوتے تو وہ (مولانا خلیل احمد) چپکے سے ان ارکان حکومت سے بھاگتے۔ آپ قصوروار ہوتے تو آپ بھی وطن لوٹنے کی سوچتے۔ ہر مجرم اپنے جرم کو چھپانے کی کوشش کرتا ہے۔ سچے اعتقادات سمیت ہندوستان روانہ ہو جاتے۔ کیا کوئی مجرم خود ہی حکومت کے سامنے پیش ہونے کی ہمت کرتا ہے؟ اور کہتا ہے کہ میں ہی وہ شخص ہوں جس کے بارے میں آپ کو یہ اطلاعات پہنچائی گئی ہیں؟ ہرگز نہیں ایسا کبھی نہیں ہوتا آپ کا خود انہیں ملنے جانا اس بات کی شہادت ہے کہ حضرت محدث سہارنپوری کے وہ عقائد ہرگز نہ تھے جو مولانا احمد رضا خاں نے ان کی طرف منسوب کئے تھے اور شیخ صالح کو بتا رکھے تھے۔

۲۔ محدث سہارنپوری شیخ صالح کمال کے پاس ان کے اپنی طرف منسوب شدہ عقائد پر دلائل پیش کرنے نہ گئے تھے۔ بقول پروفیسر محمد مسعود اپنی صفائی پیش کرنے کے لئے گئے تھے۔ لیکن کہ یہ میرے عقیدے نہیں ہیں۔ سو آپ کا صفائی پیش کرنا اس بات پر برہان قاطع تھے کہ آپ کے وہ

عقائد ہرگز نہیں جو ان کی طرف احمد رضا خاں نے منسوب کئے تھے ورنہ آپ کا صفائی پیش کرنا چہ معنی دارد؟ یہ صفائی تو اس بات کی ہوتی ہے جو کسی نے کسی کو کوئی غلط بات بتا رکھی ہو یہ بات صحیح ہے کہ ان کے وہ عقائد ہرگز نہ تھے جو خاں صاحب نے بطور الزام ان کی طرف منسوب کئے تھے اور ان پر ان کا بہتان باندھا تھا۔ اب اگر مولانا خلیل احمد صاحب المہند نہ بھی لکھتے تو ان کا یہ جرأت مندانہ عمل کہ یہ اپنی صفائی پیش کرنے کے لئے خود حکومت کے لیڈر کے پاس چلے گئے۔ آپ سے اس تہمت کو اٹھانے کے لئے کافی ہے۔ آپ خود پیش ہو کر اپنے خلاف ان تمام الزامات کو دھو گئے۔ جب آپ پیش ہوئے تو آپ نے صاف صاف کہا۔

جو باتیں میری طرف نسبت کی گئی افتراء ہیں میری کتاب میں نہیں ہیں۔ (ملفوظات احمد رضا ۲ ص ۱۳)

یہ خود مولانا احمد رضا خاں کی اپنی شہادت ہے کہ مولانا خلیل احمد نے ان عقائد سے صاف طور پر لاتعلقی کا اظہار کیا تھا۔

مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

ہم کہتے ہیں شیخ صالح کمال نے آپ کے خلاف کوئی کاروائی کی؟ بالکل نہیں آپ کے جوابات سے وہ بالکل مطمئن ہو گئے تھے۔ حضرت مولانا حسین احمد جو ان دنوں حجاز میں تھے لکھتے ہیں۔

اس وقت تک جناب مولانا خلیل احمد کی شیخ شعیب احمد صاحب سے کوئی ملاقات بھی نہ ہوئی تھی چنانچہ جب یہ خبر مولانا کو پہنچی تو ایک دو آدمیوں کو ساتھ لے کر شیخ شعیب اور مفتی صالح کمال کے پاس گئے اور ہر ایک سے مل کر گفتگو کی۔ مفتی صالح کمال کے پاس بھی گئے مفتی صاحب سے ملاقات ہوئی اول مفتی صاحب بوجہ ان باتوں کے جو ان کو جھوٹ پہنچائی گئی تھیں کبیدہ خاطر معلوم ہوتے تھے اور کیوں نہ ہوں آخر ہر مسلمان پر ایسی باتوں کا اثر ہونا ضروری ہے۔ مگر جب مولانا نے حقیقت حال کا انکشاف فرمایا اور میدان تقریر میں جولانی فرمائی تو وہ کبیدگی مبدل بہ فرح و سرور ہو گئی۔ اور جملہ تقریرات حضرت مولانا کو انہوں نے تسلیم فرمایا اور خوش ہوئے۔ (الشہاب ص ۲۰۶)

اس بیان میں مفتی صالح کمال کا حضرت محدث سہارنپوری کے بیان سے مطمئن ہونا صراحت سے

مذکور ہے۔ اب مفتی صاحب کو ان پر کوئی اعتراض باقی نہ رہا۔ اور اس لئے آپ نے ان کے خلاف حکومتی سطح پر کوئی کارروائی نہ کی۔

اب اگر کوئی شخص مولانا حسین احمد کے اس بیان پر اعتماد نہیں کرتا اور کہتا ہے کہ یہ یکطرفہ شہادت ہے اس پر کوئی دوسرا گواہ نہیں تو ہم پوچھنے کا حق رکھتے ہیں کہ تمہیں اختلاف صرف شیخ صالح کمال کے مطمئن ہونے سے ہے یا یہ کہ مولانا خلیل احمد مفتی صالح کمال سے ملے ہی نہیں؟ محدث سہارنپوری کا خود شیخ صالح کمال کے پاس جانا اور اپنے عقائد پر گفتگو کرنا اور اپنی صفائی پیش کرنا یہ تو پروفیسر مسعود احمد صاحب نے بھی ذکر کیا ہے اور ہم اس پر ان کا اپنا حوالہ پیش کر آئے ہیں سو یہ شہادت یکطرفہ نہ رہی پہلی بات کہ مولانا صالح کمال حضرت کے جوابات پر مطمئن ہوئے؟ اس میں اگر یہ بات صحیح نہیں جو حضرت مولانا حسین احمد نے لکھی ہے تو بتایا جائے کہ اگر شیخ صالح کمال کی نظر میں محدث سہارنپوری واقعی توہین رسول کے مرتکب تھے تو آپ نے انہیں اس وقت جانے کیوں دیا گرفتار کیوں نہ کیا۔ اسلام میں توہین رسالت کے مرتکب کو کھلا چھوڑا جا سکتا ہے؟ کہ وہ آرام سے جدہ چلا جائے۔ مفتی صالح کمال اگر یہ ہاں میں تھوڑے دیں تو کوئی دوسرا مفتی ان سے اس بات پر اتفاق نہ کر سکے گا۔

اگر کہا جائے کہ انہوں نے مفتی صالح کمال سے توبہ کا وعدہ کیا تھا تو ہم یہ پوچھنے کا حق رکھتے ہیں کہ کیا مرتد کو توبہ کرنے میں اتنی مہلت دی جا سکتی ہے کہ وہ جدہ چلا جائے۔ یا اسے فی الفور توبہ کرانی ضروری ہے اگر توبہ کا ارادہ کرنے والا مرتد بلا توبہ مر جائے تو کیا اس کا گناہ مفتی صالح کمال پر نہ آئے گا۔ کیا ایسا عالم جو بقول مولانا احمد رضا خاں مکہ معظمہ کا سب سے بڑا عالم ہو فتویٰ و قضاء میں اتنی بڑی غلطی کر سکتا ہے؟ ایسی غلطی کی تو فقہ کے کسی ادنیٰ درجہ کے طالب علم سے بھی امید نہیں کی جا سکتی۔ ناظرین ذرا غور کریں یہ صرف اسی صورت میں تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ مفتی صالح کمال واقعی ان سے ہر طرح سے مطمئن ہو چکے ہوں۔

پروفیسر مسعود احمد کی مولانا خلیل احمد کے خلاف غلط بیانی

ہم پیچھے مولانا صالح کمال کے حوالہ سے ایک خط کا ذکر کر آئے ہیں۔ جو خود مولانا احمد رضا خاں نے ترتیب دیا ہے اور اسے ۱۳۲۸ھ میں اپنے ملفوظات میں جگہ دی ہے۔ بریلوی حضرات اس میں عجیب الجھن کا شکار ہیں۔ جب وہ ہماری گرفت سے کسی جہت سے نکل نہ پائے تو پروفیسر مسعود احمد صاحب نے اپنی بات بنانے کے لئے اس جعلی خط کا سہارا لیا ہے۔ آپ اس کے حوالہ سے لکھتے ہیں۔

شیخ صالح کمال کا مطمئن ہونا درکنار موصوف تو مولانا خلیل احمد سے کلمات کفریہ کا اقرار کرا کے ان سے توبہ کرانا چاہتے تھے۔ لیکن یہ اس لئے ممکن نہ ہو سکا کہ مولانا خلیل احمد دوسرے ہی روز جدہ تشریف لے گئے۔ (فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں)

ان الفاظ پر غور کریں "موصوف تو ان سے کلمات کفریہ کا اقرار کرانا چاہتے تھے۔" یہ الفاظ بتاتے ہیں کہ مفتی صاحب ان سے کلمات کفریہ کا اقرار نہ کرا پائے تھے۔ وہ صرف چاہتے ہی رہے کہ کسی طرح یہ عقائد ضالہ ان پر لازم کئے جا سکیں مگر وہ انہیں ان کی کتابوں سے ثابت نہ کر سکے۔ مولانا خلیل احمد صاحب نے ان عقائد ضالہ کا کھلے طور پر انکار کیا اقرار نہ کیا۔ اور نہ مولانا صالح کمال ان سے کسی کفر کا اقرار کروا سکے۔ بات حقیقت میں یہ ہے کہ مفتی صاحب ان سے پوری طرح مطمئن ہو گئے تھے یہی وجہ ہے کہ انہوں نے حکومت کی طرف سے ان کے خلاف کوئی کاروائی نہ کی۔ نہ انہیں جدہ جانے سے روکا۔

سو اگر حضرت مولانا حسین احمد کے مندرجہ بیان میں کوئی بات غلط ہوتی تو مولانا مفتی صالح کمال کا کوئی عمل تو مولانا خلیل احمد صاحب کے خلاف ہوتا۔ ان کا عمل بتا رہا ہے کہ وہ واقعی ان سے پوری طرح مطمئن ہو گئے تھے ہم اس پر تحریر گفتگو پہلے بھی کر آئے ہیں۔

مولانا خلیل احمد کی مولانا صالح کمال سے ملاقات کب ہوئی تھی

مفتی صالح کمال مولانا احمد رضا خاں کے جوابات (جو ان سے ان کے اپنے عقائد کے بارے میں پوچھے گئے تھے) لے کر شریف صاحب کی مجلس میں کب گئے؟ اور کب یہ جوابات اس مجلس میں

میں پڑھے گئے؟ یہ جوابات ۲۸ اور ۲۹ ذوالحجہ کی درمیانی رات شریف کی مجلس میں پڑھے گئے تھے۔ پھر ابھی تک مفتی صاحب کی مولانا خلیل احمد سے ملاقات نہ ہوئی تھی۔ ورنہ وہ دیباچہ میں اپنی ملاقات کا وہاں ضرور ذکر کرتے۔

سو یہ بات صحیح ہے کہ مولانا خلیل احمد صاحب کا مفتی صالح کمال کے پاس اپنی صفائی کے لیے جانا یہ ۲۸ ذوالحجہ کے بعد ہی کسی تاریخ کو ہوسکتا ہے نہ کہ اس سے پہلے۔ اسے اس سے پہلے کی کسی تاریخ کا وقعہ نہیں بنایا جا سکتا۔ یہ لازماً ۲۸ تاریخ کے بعد کا ہی کسی تاریخ کا واقعہ ہے۔

مولانا احمد رضا خاں اس بات کے مدعی ہیں کہ جب مولانا صالح کمال نے ان سے اپنی مولانا خلیل احمد صاحب سے ملاقات اور بات کا ذکر کیا تو انہوں نے (مولانا صالح کمال نے) اس کی اطلاع حرم شریف کے کتب خانہ کے محافظ سید اسمٰعیل خلیل کو ایک خط کے ذریعہ دی۔ پروفیسر مسعود صاحب اب اس خط کے سہارے اپنے جواب کو مکمل کرتے ہیں (دیکھئے فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں ص ۱۷۳)

مولانا صالح کمال کے نام سے یہ جعلی خط وضع کیا گیا

اس خط میں جس کاروائی کا ذکر ہے وہ ۲۹ تاریخ کے بعد کی ہے اب اس کا ذکر ۲۸ کو کیسے درست ہوسکتا ہے؟

جب کہ اس خط پر ۲۸ ذوالحج ۱۳۲۳ھ کی تاریخ لکھی ہے۔ جب یہ خط ۲۸ تاریخ کو لکھا گیا تو مفتی صالح کمال کی مولانا خلیل احمد صاحب سے یہ ملاقات یقیناً اس سے پہلے ہی کسی تاریخ کو ہوئی ہوگی۔ مفتی صالح کمال کا شریف کی مجلس میں جو یقیناً ۲۸ اور ۲۹ ذوالحج کی درمیانی شب ہوئی۔ مولانا خلیل احمد صاحب کا اس طرح ذکر کرنا گویا وہ انہیں جانتے نہیں۔ نہ انہوں نے ان سے خود کبھی عقائد پوچھے ہیں بتلاتا ہے کہ وہ خط بالکل جعلی ہے جو مفتی صالح کمال کے نام سے اس واقعہ کے چھ سال بعد ۱۳۲۸ھ میں گھڑا گیا۔ اوراسے مولانا احمد رضا خاں کے ملفوظات حصہ دوم پر اس طرح جگہ دی گئی ہے۔

مفتی صالح کمال کے نام سے تیار کردہ جعلی خط

مولانا احمد رضا خان نے عربی میں یہ خط نقل کیا ۔

صاحب الفضيلة والمحبة النجباء حضرت السيد اسمعيل أفندي محافظ الكتب! حضر عندنا قبل تاريخ رجل من أهل الهند يقال له خليل أحمد مع بعض علماء الهند المجاورين بمكة يستعطف حضرتكم عليه لأنه قد بلغه أني شديد الغيظ عليه ولما لا أعرفه شخصاً وقال يا سيدي بلغني أنكم واجدون علي و ذلك بسبب أني ذكرت ما وقع منه في البراهين القاطعة لدى حضرة الأمير حفظه الله وأردت أن أحضرها و أحضر من يفهم ذلك اللسان لأقرره بما فيها و أستتيبه لكنه في ثاني يوم من مجيئه عندنا هرب إلى جدة ولا حول ولا قوة إلا بالله أحببنا إعلامكم بذلك ما دمتم   محمد صالح كمال ۲۹ ذي الحجة ۱۳۲۳ھ

(ملفوظات احمد رضا خاں ۲ ص ۴۶)

(ترجمہ) جناب سید اسمٰعیل آفندی محافظ الکتب!

ہمارے پاس اس سے پہلے ایک ہندی شخص جسے خلیل احمد کہا جاتا ہے بعض دوسرے علماء جو مکہ میں رہتے ہیں کی معیت میں آیا تاکہ آپ کو اپنے اوپر مہربان کرے کیونکہ اسے یہ بات پہنچی تھی کہ میں اس پر بہت غصے میں ہوں اور میں اسے ذاتی طور پر نہیں جانتا اس نے کہا ۔

"میرے آقا! مجھے خبر پہنچی ہے کہ آپ مجھ پر بہت ناراض ہیں اور یہ اس لئے تھا کہ میں نے اس کی وہ بات جو اس نے براہین قاطعہ میں کی ہے حضرت میر کے سامنے ذکر کی ہے۔ اور میں نے ارادہ کیا تھا کہ میں اسے پیش کروں اور اسے بھی جو اس زبان کو سمجھ سکے تاکہ میں اس سے اقرار کراؤں اور اسے اس سے توبہ کے لئے کہوں لیکن وہ اس سے اگلے دن ہی جدہ کو بھاگ گیا ہم نے مناسب جانا کہ آپ کو اس کی اطلاع کر دیں۔"

محمد صالح کمال

۲۹ ذوالحجہ ۱۳۲۳

اس خط پر اٹھنے والے سوالات

۱۔ اس خط پر پہلا سوال یہ ابھرتا ہے کہ خط لکھنے والا (مفتی صالح کمال) اور جس کو یہ خط لکھا گیا (مولانا سید اسمٰعیل خلیل صاحب) جب دونوں مکہ معظمہ کے رہنے والے ہیں اور دونوں کی روزانہ عام ملاقات بھی ہو جاتی ہے اور نمازوں میں بھی وہ اکثر ملتے رہتے ہیں تو اب کیا ضرورت پڑی تھی کہ مفتی صالح کمال انہیں بالمشافہ مولانا خلیل احمد سے ملاقات کی اطلاع نہیں دیتے بذریعہ ڈاک انہیں مطلع کرتے ہیں اور عرب میں ڈاک کا انتظام کتنا باقاعدہ ہے اس کی ہر حج کرنے والے کو خبر ہے خصوصاً حج کے موسم میں۔

بات کرنے کی بجائے بذریعہ خط اطلاع دینا کیا کسی خاص کاروائی کی نشاندہی نہیں کرتا۔ فاعتبروا یا اولی الابصار یہ کس بات کی نشاندہی کرتا ہے؟

۲۔ مولانا خلیل احمد کی جب مفتی صالح کمال سے ملاقات ہوئی اور مفتی صاحب نے اس کی اطلاع اگلی صبح مولانا احمد رضا خاں کو بھی کر دی تو اس پر مولانا صالح کمال کا بیان ہے کہ مولانا خلیل احمد رات ہی جدہ کو چلے گئے، کس بات کی نشاندہی کرتا ہے؟ مولانا احمد رضا خاں کہتے ہیں مولانا مفتی کمال نے چاہا کہ کسی اردو جاننے والے کو بلائیں اور انبیٹھی صاحب کو براہین قاطع دکھائیں مگر انبیٹھی صاحب رات ہی جدہ کو فرار ہو گئے۔ (ملفوظات ۲ ص ۱۶۳)

سو اس میں کوئی شک نہیں کہ مولانا احمد رضا خاں کو اس ملاقات کی اطلاع ۲۹ کے بعد ہی کسی تاریخ کو ہوئی اس پر یہ سوال ابھرتا ہے کہ اس ملاقات کا یہ ذکر ۲۸ ذوالحج کے خط میں کیسے آ گیا؟ یہ خط اس اندرونی شہادت سے بالکل جعلی ثابت ہوتا ہے۔

۳۔ مفتی صالح کمال کی جو گفتگو مولانا احمد رضا خاں سے اس واقعہ کے دوسرے روز صبح کے وقت ہوئی اس میں بھی یہی ہے کہ مولانا خلیل احمد رات ہی جدہ چلے گئے لیکن اس جعلی خط میں مفتی صالح کمال کا بیان یہ ہے۔

لیکن جس روز وہ میرے پاس آیا تھا اس کے دوسرے روز وہ (مولانا خلیل احمد)

بریلوی علماء حجاز کی نظر میں ص ۱۷۲)
پہلے دعوے یہ تھا کہ مولانا خلیل احمد اسی روز جدہ چلے گئے اس خط میں ہے کہ اگلے دن گئے۔ اب بتایئے کون سی بات سچی ہے؟ کیا یہ کھلا تعارض نہیں۔ بات کس کی غلط ہے؟ ہم سمجھتے ہیں بات اس خط کی غلط ہے اس سے واضح ہوتا کہ یہ خط اس وقت کا نہیں ہے کسی بعد کے وقت میں تیار کیا گیا ہے یہ خط ۲۸ ذوالحج کا کسی طرح نہیں ہو سکتا ہے۔
۴۔ اس خط میں مفتی صالح کمال کی یہ عبارت بھی قابل غور ہے۔
آج کی تاریخ سے پہلے ہمارے پاس ایک ہندوستانی آیا جسے خلیل احمد کہا جاتا ہے۔
اس سے پتہ چلتا ہے کہ ۲۸ ذوالحج جس تاریخ کو یہ خط لکھا جارہا ہے اس سے کئی دن پہلے مولانا صالح کمال کی حضرت مولانا خلیل احمد سے ملاقات ہوئی تھی۔ اگر یہ اس سے صرف ایک دن پہلے کی بات ہوتی تو مفتی صاحب نے اسے یوں لکھا ہوتا۔
"کل ہمارے پاس ایک ہندوستانی آیا جس کا نام خلیل احمد تھا"
اس کی تائید پروفیسر مسعود احمد صاحب کے اس بیان سے بھی ہوتی ہے جو انہوں نے اس عبارت سے سمجھا۔ وہ مفتی صالح کمال کی یہ بات اپنے الفاظ میں اس طرح لکھتے ہیں۔
چند روز ہوئے خلیل احمد نامی ایک ہندوستانی مکہ کے چند مجاور علماء ہند کے ساتھ میرے پاس آیا تھا۔
(فاضل بریلوی ص ۱۷۳)
اس سے پتہ چلتا ہے کہ مفتی صالح کمال اور مولانا خلیل احمد کی یہ ملاقات اس خط کے لکھنے سے چند روز پہلے کہیں ہوئی ہے اس خط پر ۲۸ ذوالحج کی تاریخ دی گئی ہے تو اس کی رو سے یہ ملاقات ۲۵ یا اس سے پہلے کسی تاریخ کو ہوئی ہوگی۔ لیکن اس کے برعکس مفتی صالح کمال کی شریف سے ملاقات یقیناً ۲۸ اور ۲۹ ذوالحج کی درمیانی رات کو ہوئی اور اس وقت تک مفتی صالح کمال کی مولانا خلیل احمد سے کوئی ملاقات نہ ہوئی تھی۔
۵۔ مفتی صالح کمال نے وہ سوالات جو حکومت کی طرف سے مولانا احمد رضا خاں سے ان کے عقائد

سکے بارے میں کئے گئے تھے۔ ۲۵ ذوالحج کو بعد نماز عصر کتب خانہ حرم میں دیئے تھے وہاں محافظ کتب خانہ مولانا اسمٰعیل بھی یقیناً موجود ہوں گے۔ یہ واقعہ ۲۵ تاریخ کا ہے (دیکھئے ملفوظات مولانا احمد رضا خاں ۲ ص ۹) ان سوالوں کے جوابات ۲۸۔ ۲۹ تاریخ کی درمیانی رات شریف کی مجلس میں پڑھے گئے۔ لیکن پورے نہ پڑھے جا سکے اور شریف نے انہیں کسی دوسرے وقت دیکھنے کو کہا اب جوابات مکمل دیکھے بغیر مولانا احمد رضا خاں وہاں سے نہ جا سکتے تھے۔ انہیں دیکھنے کے بعد انہیں مکہ سے نکلنے کا حکم دے دیا گیا تاہم یہ حقیقت ہے کہ آپ جلدی مدینہ منورہ نہ جا سکے۔ آپ ۱۲ صفر کو مدینہ گئے۔

اس تاریخ کو اس زیر بحث خط کا مکتوب نگار (مفتی صالح کمال) اور مکتوب الیہ (مولانا اسمٰعیل خلیل) دونوں حرم میں موجود تھے۔ بلکہ مولانا احمد رضا خاں بھی وہاں آئے ہوئے تھے۔ اب یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اسی تاریخ کو (۲۵ ذوالحج) مولانا خلیل احمد مفتی صالح کمال کو ملنے آئے ہوں۔ اور اسی روز مفتی صالح کمال نے مولانا خلیل احمد صاحب سے اپنی ملاقات کی خبر تحریر مولانا اسمٰعیل کو دے دی ہو۔ اس پر ان کے سامنے کوئی بات کی ہو۔ بلکہ اس کے لئے ہی خط لکھا گیا۔ جب کہ دونوں مکتوب نگار اور مکتوب الیہ مکہ معظمہ میں ہی رہتے تھے۔ کیا کوئی عقلمند ان دونوں میں کسی درجہ میں خط و کتابت کی ضرورت محسوس کر سکتا ہے؟

ان تفصیلات سے صاف پتہ چلتا ہے کہ اس خط کی تحریر ہرگز درست نہیں۔ یہ خط کسی بعد کے وقت میں بنایا گیا ہے جس میں مولانا احمد رضا خاں کی حجاز میں گزری ذلت زار پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی گئی ہے اور اس میں اس غلط بیانی کو جگہ دی گئی ہے کہ شریف مولانا احمد رضا خاں کا مرید ہو گیا تھا۔

نستغفر الله من ذلك الكذب القبيح

سو یہ بات کسی طرح باور کرنے کے لائق نہیں کہ مولانا خلیل احمد ۲۹ یا ۳۰ ذوالحج کو چھپے طور پر مدینہ چلے گئے ہوں اور وہاں سے ہندوستان لوٹ آئے ہوں پروفیسر مسعود احمد صاحب کا یہ پیش کردہ خط ہرگز لائق پذیرائی نہیں یہ سراسر ایک جعلی کارروائی ہے۔

یہ مولانا احمد رضا خاں تھے جو اس وقت حکومت کے عتاب میں تھے اور انہیں جلد مکہ مکرمہ سے نکل

مدینہ منورہ میں چند گنتی کے افراد وتقیہ کی آڑ میں چھپے ہوئے ہیں۔ (یہ مہلت خدا نے کس لئے ان کو دے رکھی ہے کہ شاید توبہ کرلیں) اگر وہ توبہ نہ کریں گے تو عنقریب مدینہ منورہ ان کو اپنی عادات سے نکال باہر کرے گا۔ اس کی بھی خاصیت ہے جو حدیث صحیح سے ثابت ہے۔ (تحریج برحسام الحرمین ص)

مدینہ منورہ کے ایک اور بڑے عالم علامہ سید احمد آفندی برزنجی نے مولانا احمد رضا خاں کے عقیدہ علم غیب پر ایک مستقل کتاب "غایۃ المامول" لکھی۔ جس کی بہت شہرت ہوئی ان حالات میں آپ کے لئے وہاں رہنا بہت مشکل تھا۔ پھر حکومت کی طرف سے بھی وہاں آپ کی پذیرائی نہ تھی جلد نکلنے کا حکم تھا۔

مکہ معظمہ میں حکومت کو ۲۹-۲۸ ذوالحج ۱۳۲۳ھ آپ کے عقیدہ علم غیب کی خبر پہنچ چکی تھی۔ اور ناچار آپ کو مکہ سے نکلنے کا حکم ہو چکا تھا۔ لیکن مکہ مکرمہ میں آپ یکم محرم سے آخر محرم تک ایسے چھپ کر رہے کہ حرم شریف کی نماز میں بھی آپ نہ ہوتے تھے۔ اس ایک مہینے کی کہانی ذرا غور سے سنئے اور غور کیجئے کہ کیا واقعی آپ بیمار تھے۔ اوائل محرم سے ختم محرم تک وہ اس قدر شدید بیمار رہے کہ کئی دفعہ مسجد حرم میں نماز تک پڑھنے نہ جا سکے اور جس بالا خانے میں موصوف مقیم تھے چالیس زینے کا تھا۔ اس سے نیچے اترنا بھی ان کی قدرت سے باہر ہو گیا تھا۔ (ملفوظات ۲ ص ۴۳)

محرم کے بعد پھر ۲۴ صفر تک آپ پر کیا گزری اسے بھی آپ سن لیں۔

مولانا احمد رضا کتنا عرصہ لوگوں سے چھپے رہے

مولانا احمد رضا خاں فرماتے ہیں۔

جب اواخر محرم میں بفضلہ تعالیٰ صحت ہوئی وہاں ایک سلطانی حمام ہے میں اس میں نہایا اور نکلا ہوں کہ ابر دیکھا حرم شریف پہنچتے پہنچتے برسنا شروع ہوا۔ بارش میں ہی سات پھیرے طواف کیا پھر بخار عود کر آیا۔ (ملفوظات ج ۲ ص ۲۷ مجموعہ ص ۱۶۷)

یہ بخار کب اترا؟ معروف بریلوی عالم بدر الدین رضوی لکھتے ہیں:۔

مکہ شریف میں اعلیٰ حضرت کا قیام متواتر علالت شدیدہ کے باعث ۲۴ صفر ۱۳۲۴ھ تک رہا (سوانح اعلیٰ حضرت ص ۲۰۹)

بہت سے لوگ مدینہ منورہ سے فارغ ہو کر ہندوستان واپس جا چکے تھے اور وہاں یہ بات عام پھیلی ہوئی تھی کہ مولانا احمد رضا خاں کو وہاں سے نکلنے کا حکم ہو چکا ہے۔ آپ نے جدہ پہنچ کر اپنے چند آدمیوں کو خطوط لکھے کہ یہاں ان کی بہت پذیرائی ہوئی ہے اور حضرت شریف بھی آپ کے ارادتمند ہو گئے ہیں۔ جب یہ خبریں بریلی اور رامپور پہنچیں تو وہاں کے لوگوں نے صحیح صورت حال معلوم کرنے کے لئے شیخ عبد القادر شیبی (کلید بردار خانہ کعبہ) کو خط لکھا کہ اصل صورت حال پر مطلع فرمائیں۔ حضرت شیخ نے انہیں صحیح صورت حال سے مطلع کر دیا اس سے وہاں بریلویت پر اوس پڑ گئی۔ مولانا احمد رضا خاں ہندوستان آ کر دو تین سال بالکل خاموش رہے تا کہ لوگ اس بات کو اور مکہ کی ان واردات کو بھول جائیں یہ نہ جان پائیں کہ مکہ معظمہ میں ان پر کیا صورت حال گزری تھی۔
بریلی کے بہت سے لوگوں نے شیخ عبد القادر شیبی سے استفسار کیا اور رامپور سے مولانا محمد طیب مدرس مدرسہ عالیہ رامپور نے بھی آپ سے یہی استفسار کیا شیخ نے مولانا محمد طیب کو پوری صورت حال لکھی۔ ساکنان بریلی کا وہ سوال اور شیخ کا مولانا محمد طیب مکی کو جواب یہ دونوں خطوط مولانا محمد اسحق بلیاوی نے اپنی کتاب "تخفیف الورید من التسمید الحدید" میں شائع کر دیئے ہیں۔ ہم یہیں سے ان کو ہدیہ قارئین کرتے ہیں۔ مولانا احمد رضا خاں نے متواتر دو سال ۱۳۲۹ھ میں حج کیا۔ آپ خود سوچ سکتے ہیں کہ مولانا احمد رضا خاں اتنی مدت کیوں خاموش رہے۔ اس وقت ہم یہ دونوں خطوط آپ کے سامنے پیش کر رہے ہیں۔

معززین بریلی کا خط شیخ عبد القادر شیبی کے نام (عربی مع ترجمہ)

اہل بریلی کا خط از "شیخ عبد القادر شیبی کلید بردار خانہ کعبہ" کے نام

خلاصة حال و تشکر من جانب ساکنان بریلی ۔ الحمد لله العلی العظیم و الصلوة والسلام علی نبیه الکریم و علی اله وصحبه ذوی الجاه العظیم ۔ اما

بعد هذا نتشكر من اهالي بريلي ونسترحام من دولة سيدنا نائب خليفة المسلمين في بلد الله الامين-

يترجون من سيدنا و سيد الجميع ان يشرفهم بمرسوم من مجلسه السامي يتضمن شرح ما حكمت به دولته العلية على احمد رضا ليكون مكذبا لمزاعمه في مكاتيبه حيث زعم ان دولة سيدنا قد صححت اني معتقده-

وايضاً لا يخفى على سعادة دولة سيدنا ان التقريظ الذي كتب بعض العلماء على كتابه الذي ردفيه على المسيح القادياني سيحرفه هذا الملبس الى ما يريد فانه دجال مكار يزور الاختام و ربما الحق ورقة التقريظ بكتاب غير الكتاب وهذا الرجل ليس بادنى من المسيح القادياني- ذاك يدعي الرسالة ظاهراً وهذا يتستر بالمجددية والحاصل ان الاسلام انما عرف من بيتكم وانتم اعوانه والسلام-

(ترجمہ) اہل بریلی کی طرف سے شریف مکہ کی خدمت میں عرض حال۔

بعد حمد و صلوٰۃ کے اہل بریلی کی طرف سے نائب خلیفۃ المسلمین شریف مکہ کی خدمت میں درخواست کی جاتی ہے اور امید کی جاتی ہے کہ از راہ مہربانی ہم کو اس حکم نامہ سے مطلع فرمایا جاوے جو حضور نے مجلس شوریٰ میں احمد رضا پر صادر فرمایا۔ اس لئے کہ اس نے یہاں اپنی بعض تحریرات (مکاتیب) میں شائع کیا ہے کہ مکہ معظمہ میں حضور شریف صاحب نے میرے اعتقاد سے خوشی اور موافقت ظاہر فرمائی۔ ہم چاہتے ہیں کہ حضور کے حکم نامہ سے احمد رضا کی تحریرات کی تردید و تکذیب کی جائے اور اس کا جھوٹ کھل جائے۔ نیز حضور پر یہ امر مخفی نہ ہوگا کہ احمد رضا کے اس رسالہ پر جو اس نے مسیح قادیانی کی تردید میں لکھا ہے مکہ معظمہ کے بعض علماء نے جو تقریظ لکھی ہے عنقریب احمد رضا دغا بازی اس کو بدل کر اپنے غرض و مطلب کی طرف لے جاوے گا۔ کیونکہ یہ شخص دجال مکار ہے۔ طرح طرح کی مہریں بنالیتا ہے اور ایک کتاب کی تقریظ کو دوسری کتاب میں شامل کر دیتا ہے اور یہ شخص مسیح

(ترجمہ) محبِ مکرم شیخ محمد طیب صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ سلام مع الاکرام کے بعد اول آپ کی صحت و تندرستی کی کیفیت دریافت کی جاتی ہے ہم امید کرتے ہیں کہ آپ ہمیشہ تندرست رہیں گے۔ دوسرے یہ کہ آپ کا خط پہنچا اور اس کے ساتھ وہ رسالہ جو آپ نے شیخ ناری کے رد و قدح میں لکھا ہے موصول ہوا۔ ہم کو مولوی احمد رضا خاں بریلوی کی اصلی حالت مولانا شیخ محمد معصوم کے ذریعہ سے معلوم ہوئی۔ ہم نے اس کو شریف مکہ کے حضور میں پیش کر دیا۔ وہاں سے مفتی احناف کے نام حکم صادر ہوا کہ وہ اس کی کسی بات کا جواب نہ دیں۔ مولوی احمد رضا خاں نے شیخ محمد معصوم کے رو برو اپنا دو رسالہ پیش کیا جس میں انہوں نے لکھا ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم عالم الغیب تھے ازل سے ابد تک جس قدر واقعات ہو چکے ہیں اور ہوں گے ان سب کو آپ جانتے تھے۔ اور تقریظ لکھنے کی درخواست کی۔ شیخ محمد معصوم نے اس سے انکار کر دیا۔ اور اس مسئلہ کے متعلق چند باتیں بیان کیں۔ جن سے ظاہر ہوا کہ مولوی احمد رضا گمراہ اور دشمن دین ہے۔ اس کے بعد احمد رضا نے اپنا دوسرا رسالہ پیش کیا۔ جس میں انہوں نے قادیانی پر رد کیا ہے۔ سو اس پر بعض علماء نے تقریظ لکھ دی۔ اور یہ اس سبب سے ہوا کہ ہم سے انہیں اطلاع کرنے میں غفلت ہوئی۔ ہم نے جب یہ بات سنی تو شریف مکہ کو اس سے مطلع کیا۔ انہوں نے ارادہ کیا تھا کہ رسالہ مذکورہ کو احمد رضا سے لے لیں۔ لیکن جب معلوم ہوا کہ اس رسالہ میں شرع کے خلاف باتیں ہیں تو انہوں نے نہیں لیا۔ اور اسی کے پاس چھوڑ دیا اور سنتے بھی ہیں کہ اب وہ مدینہ کی طرف چلا گیا ہے۔

ناظرین کرام! ان دونوں خطوں کو ملاحظہ فرما کر نتیجہ نکال لیجئے کہ احمد رضا بریلوی کہاں تک سچا ہے اور اس کے معاونین کیسے راست باز ہیں۔ (قواطع الدریہ من البدع الحدیہ ص ۱۴ تا ۱۷ مطبوعہ ۱۳۴۳ھ)

امید ہے کہ قارئین کرام اس ساری صورت حال کے سمجھ لینے کے بعد شیخ صالح کمال کی طرف منسوب جعلی خط کی تیاری کے پس منظر سے بخوبی واقف ہو گئے ہوں گے۔

ان حالات میں مولانا احمد رضا خاں (۱۳۴۰ھ) کو سخت ضرورت تھی کہ مکہ معظمہ سے آمدہ ان اطلاعات کے جواب میں وہ انہی دنوں کے حوالے سے کوئی تحریر تیار کریں۔ جس سے مولانا احمد رضا

خاں کا مکہ معظمہ اکرام و احترام اور مولانا خلیل احمد کا چہرہ بھاگ جانا ثابت کر سکیں۔ اسی کشاکش
میں مولانا احمد رضا خاں کے ملفوظات شائع ہونے کا وقت آگیا۔ ۱۳۳۸ھ میں مولانا احمد رضا خاں
کے ملفوظات شائع ہوئے الملفوظ کے عدد ۱۳۳۸ بنتے ہیں اس میں مولانا احمد رضا خاں زندہ تھے۔
مولانا احمد رضا خاں نے اس شیخ صالح کمال کی طرف سے ایک جعلی خط بنا کر اپنے ملفوظات حصہ دوم
میں ڈال دیا۔ اس وقت نہ صالح کمال زندہ تھے کہ وہ اس کی تردید کر سکیں نہ مکتوب الیہ مولانا اسمٰعیل
خلیل محافظ کتب خانہ حرم کہ وہ کہیں یہ خط تو میں نے دیکھا تک نہیں۔ نہ میں مولانا احمد رضا خاں اور
مولانا خلیل احمد کے ساتھ ان اختلافات میں کسی وجہ شریک تھا۔ اب یہ کارروائی میرے نام سے کیوں
کی جا رہی ہے۔ شیخ صالح کمال اس وقت دنیا سے جا چکے تھے اس کے ثبوت کے لئے مولانا احمد رضا
خاں کا یہ خط ملاحظہ ہو۔ شیخ صالح کمال کو اللہ تعالیٰ جنت عالیہ عطا فرمائے۔ (مکتوبات مولانا احمد رضا
خاں حصہ ۲ ص ۴۴)

بہرحال اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ مولانا احمد رضا خاں نے یہ کارروائی ۱۳۳۸ھ میں کی اور ایک جعلی
خط مفتی صالح کمال کے نام سے لکھ کر ملفوظات مولانا احمد رضا خاں میں ڈال دیا گیا۔ خاں صاحب
نے اسی سے اپنے ملفوظ حصہ دوم کا آغاز کیا ہے اس کے ص ۱۶ کے آخر میں لکھا ہے۔ محمد صالح
کمال ۲۸ ذی الحجہ ۱۳۲۳ھ

کلید بردار کعبہ شیخ عبدالقادر شیبی نے مولانا احمد رضا خاں پر مکہ معظمہ میں گزرے جن حالات کی اطلاع
محمد طیب کی مدرسہ عالیہ رام پور کو بذریعہ خط خبر دی تھی۔ یہ جواب ۲ ربیع الاول ۱۳۲۴ھ کا لکھا ہوا
ہے۔ ساکنان بریلی کا وہ استفسار اور مولانا محمد طیب کا وصول کردہ جواب یہ دونوں مولانا محمد اسحٰق
صاحب بلیاوی کے پاس محفوظ رکھے تھے۔ آپ نے انہیں ۱۳۳۳ھ میں کاشف الورید عن ابتدع کی
العنید کے نام سے شائع کر دیے۔ وہ اختلافات کی جو آگ آٹھ برس سے سرد پڑی ہے پھر سے بھڑک
اٹھی بریلوی حضرات پانچ برس تک بہت پریشان رہے کہ مولانا احمد رضا خاں پر مکہ میں گزرے
حالات اب منظر عام پر کیوں آگئے۔ انہوں نے وزن بیت پورا کرنے کے لئے مولانا صالح کمال

کے نام سے ایک خط ترتیب دیا اور اسے ۱۳۲۸ھ میں شائع کر دیا۔

حرمین سے واپسی پر احمد رضا خاں پر چودہ سال کیسے گزرے؟

مولانا احمد رضا خاں نے اپنی حقیقت کھلنے سے پہلے حرم کے جن علماء و مشائخ سے ان کی سادگی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے حسام الحرمین پر کچھ دستخط حاصل کر لئے تھے گو ان میں بہت سے اس شرط سے مشروط تھے کہ اگر علمائے دیوبند کی عبارات ایسی ہی ہوں جیسے کہ یہ شخص بتلا رہا ہے تو ان پر فتوے کفر ہے ہندوستان آ کر دو سال بعد مولانا احمد رضا خاں نے اپنی وہ تکفیری دستاویز شائع کر دی اور گمان کیا کہ ان پر وہاں کے گزرے حالات کو لوگ بھول چکے ہوں گے۔ اس کتاب کی اشاعت پر علمائے دیوبند کی طرف سے اس کا جواب "المہند علی المفند" ۱۳۲۵ھ میں دیا گیا ہے۔

اس پر دوبارہ تصدیقات بھی حاصل کیں۔ اس سے مولانا احمد رضا خاں ۱۳۲۹ھ میں بالکل ٹھنڈے پڑ گئے معلوم ہوتا ہے کہ وہ جان گئے تھے کہ علمائے دیوبند کے صحیح عقائد وہی ہیں جو المہند میں واضح کر دیئے گئے ہیں۔ یہ بریلویت کے اس چودہ سالہ دور فترت کی یاد ہے جو ہم پہلے بیان کر آئے ہیں۔ پھر مولانا احمد رضا خاں نے ۱۳۲۸ھ میں اچانک اپنی فتح کا اعلان کر دیا اور شریف کو اپنا مرید بنا لیا۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب شریف اپنے سفر آخرت پر جا چکے تھے۔

مولانا احمد رضا خاں کے علم و دیانت کی قلعی کیسے کھلی؟

محدثین کے ہاں اسباب جرح متعدد ہیں مگر وہ سب ان دو امور کے گرد گھومتے ہیں (۱) علم و حافظہ اور (۲) صدق و دیانت۔ اس دور میں بھی ہم انہیں انہی دو جہات سے علماء کو جانتے ہیں۔ ہم نے مولانا احمد رضا خاں کو ہندوستان اور حجاز دونوں جگہ ان دائروں میں کیسے پایا اسے ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ علم و حافظہ کی رو سے

مولانا احمد رضا خاں اپنے سفر حجاز میں گزرے واقعات کو کیسے یاد رکھ سکے اسے انہیں کے چند فقرات میں ملاحظہ فرمائیں(۱)۔ اس سفر حجاز میں کوئی ان کی یادداشتوں کو قلمبند کرنے والا نہ تھا۔ آپ اپنے حرمین میں گزرے واقعات کے بارے میں اس طرح حسرت کے ہاتھ ملتے دکھائی دیتے ہیں۔ خود کہتے ہیں۔

یہ تمام موقائع ایسے تھے کہ ان کو میں اپنی زبان سے کہتا۔ ہمراہیوں کو توفیق ہوتی اور آنے جانے اور ایام قیام ہر دو سرکار کے واقعات روزانہ تاریخ وار قلمبند کرتے تو واللہ اور رسول کی بے شمار نعمتوں کی عمدہ یادگار ہوتی ان سے رہ گیا اور مجھے بہت کچھ سہو ہو گیا جو یاد آیا بیان کیا۔ (ملفوظات حصہ دوم ص ۳۲، ۱۸۲)

ایک اور جگہ فرماتے ہیں:۔

اس قسم کے وقائع بہت تھے کہ یاد نہیں اگر اسی وقت منضبط کر لئے جاتے محفوظ رہتے۔ مگر اس کا ہمارے ساتھیوں میں سے کسی کو احساس بھی نہ تھا۔ (ملفوظات حصہ دوم ۲۶ ص ۱۴۹)

آپ کا حافظہ واقعی بہت کمزور تھا حافظہ کی کمزوری آپ کی دوسری کتابوں میں بھی جلی طور پر دکھائی دیتی ہے۔ چند شواہد ہم یہاں بھی پیش کر دیتے ہیں۔

مولانا احمد رضا خاں کے حافظہ کا ایک سرسری جائزہ

کمزوری حافظہ

بریلوی اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ اعلیٰحضرت کی یہ بھول چوک صرف واقعات میں ہوتی تھی۔ حدیث وفقہ میں نہ بھولتے تھے نہ وہ ان میں یہ غلطیاں کرتے تھے ہم کہتے ہیں محدثین کے ہاں جو راوی سئی الحفظ (برے حافظے والے) ہوتے ہیں وہ واقعات کی غلط بیانی سے ہی پہچانے جاتے تھے جو اس طرح سئی الحفظ قرار دیئے گئے اور ان کی روایات قابل قبول نہ ٹھہریں کیا ان کی واقعات کی غلطی ان کے سئی الحفظ ہونے کا سبب نہ ٹھہری؟ بریلوی حضرات کچھ انصاف کریں۔

لیجئے ہم حدیث اور فقہ میں بھی آپ کو مولانا احمد رضا خاں کے کمزور حافظہ کا پتہ دیئے دیتے ہیں:۔

۱۔ حضرت ابوبکر کو ان کے والد بت خانہ لے گئے اور بتوں کی طرف اشارہ کر کے آپ کو کہا۔

ھولاء الھتک الشم العلیٰ فاسجدلھم (ملفوظات مولانا احمد رضا خاں حصہ اول ص ۱۲ بحوالہ معالی العرش)

روایت کے اصل الفاظ یہ تھے

ھذہ الھتک الشم العلیٰ فاسجدلھا

علامہ قسطلانی نے یہ روایت ارشاد الساری جلد ۶ ص ۱۸۸ میں درج کی ہے انہوں نے اسے کتاب معانی القرآن ابی کران امرئش سے لیا ہے مولانا احمد رضا خاں نے حذفہ کو خوف دے بدل تاکید لہ کو تاکید علیکم بنا دیا اور کتاب کا نام معانی العرش بتلایا۔

۲۔ خانصاحب نے ایک حدیث اس طرح بیان کی ہے

اتقوا فراسۃ المومن فانہ ینظر من نور اللہ (ملفوظات حصہ اول ۱۰۸)

حدیث کے اصل الفاظ یہ تھے

اتقوا فراسۃ المومن فانہ ینظر بنور اللہ (الجامع الصغیر للسیوطی جلد ا ص ۹)

مولانا احمد رضا خاں نے ینظر بنور اللہ کو ینظر من نور اللہ سے بدل دیا اردو میں سے کا ترجمہ من سے کیا جاتا ہے مولانا احمد رضا خاں یہاں اردو محاورے میں بہہ گئے اور حدیث کے اصل الفاظ بھول گئے۔

۳۔ حضور ﷺ نے ایک دفعہ شدت حرارت میں موذن سے کہا ابرد (وقت ذرا ٹھنڈا پڑ جائے)

حضرت ابوذر نے اسے اس طرح روایت کیا ہے

ثم اراد ان یوذن فقال لہ ابرد حتی ساوی الظل التلول (صحیح بخاری جلد ا ص ۸۸)

مولانا احمد رضا خاں نے تلول کو جمع دیکھ ظل کو بھی ظلال بنا دیا حضور کے الفاظ کو اپنے الفاظ سے بدلنا کتنی بڑی جسارت ہے۔

فقال ابرد حتی ساوی الظلال التلول (ملفوظات حصہ اول ۳۳)

۴۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا

غیروا ھذا بشیئ واجتنبوا السواد (صحیح مسلم جلد ۲ ص ۱۹۹)

(ترجمہ)

خاں صاحب نے اس حدیث کے بیان میں یہ غلطی کی ہے۔

غیروا ھذا الشیب ولا تقربوا السواد (ملفوظات مولانا احمد رضا خاں حصہ ۳ ص ۹۶)

مولانا احمد رضا خاں کہتے ہیں حضور نے فرمایا

یاتی ناس یخضبون بالسواد کحواصل الحمام لایریحون رائحة الجنة (ملفوظات حصہ ۳ ص ۹۷)

(ترجمہ)

حدیث کے اصل الفاظ یہ تھے:۔

قوم یخضبون بهذا السواد آخرالزمان کحواصل الحمام لا یریحون رائحة الجنة (سنن نسائی جلد ۲ ص ۲۷۷)

لفظ قوم کی یاتی ناس سے اصلاح کردی بھذا السواد کو بالسواد سے بدلا اور حدیث کے آخرالزمان کے الفاظ کو یکسر اڑا دیا۔

۶۔ مولانا احمد رضا خاں کہتے ہیں حضور اکرمؐ نے فرمایا:۔

من عقد لحیتہ فاخبروہ ان محمداً صلی اللہ علیہ وسلم منہ بری (ملفوظات حصہ ۳ ص ۱۰۵)

حدیث کے اصل الفاظ یہ تھے جنہیں خاں صاحب نے اس ڈھٹائی سے بدلا حضورؐ نے ایک صحابیؓ حضرت رویفع کو کہا تھا کہ لوگوں کو خبر کردو۔

فاخبرالناس انه من عقد لحیته اور تقلد وتراً او استنجی برجیع دابة او عظم فان محمداً بری منه

(ترجمہ) جس نے اپنی ڈاڑھی باندھی یا کسی چوپائے کی ہڈی سے یا لید سے استنجا کیا تو میں اس سے پوری طرح بیزار ہوں۔

۷۔ مولانا احمد رضا خاں کہتے ہیں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا سود ستر گناہوں کے برابر ہے جن میں سب سے ہلکا یہ ہے کہ آدمی اپنی ماں سے زنا کرے۔ خاں صاحب نے حضورؐ سے یہ الفاظ نقل کئے ہیں:۔

الربوا ثلث وسبعون حوباً ایسرها ان یقع الرجل علی امه (ملفوظات حصہ ۳ ص ۱۰۶)

(ترجمہ) ربا میں ستر گناہ ہیں جن میں سب سے چھوٹا یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی ماں سے زنا کرے۔

حدیث کے اصل الفاظ یہ تھے۔

الربا سبعون حوباً ایسرها ان ینکح الرجل امہ (جمع الفوائد جلد ۱ ص ۳۳۲)

خاں صاحب نے یہ الفاظ کا بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت کر کے بیان کئے ہیں۔

من اکل درهم ربو وهو یعلم اشد من ثلثه وثلثین مرة (ملفوظات حصہ ۲ ص ۱۰۶)

یہ زنا کے الفاظ ہمیں اصل حدیث میں نہیں ملے۔

۸۔ مولانا احمد رضا خاں نے یہ حدیث بھی اپنے ملفوظات میں بیان کی ہے

تداووا عباد الله فان الذی انزل الداء انزل الدواء لکل داء (ملفوظات حصہ سوم ص ۳)

(ترجمہ) اے اللہ کے بندو! دوا کرتے رہو وہ ذات جس نے بیماری بنائی ہے اس نے اس کی دوا بھی اتاری ہے ہر بیماری کی۔

یہ حدیث ہمیں ان الفاظ میں کہیں نہیں ملی خاں صاحب نے اس میں تین حدیثوں سے الفاظ لے کر ایک عبارت بنا دی ہے اس کے لئے قارئین سنن ابی داؤد جلد ۲ ص ۱۸۵، سنن ترمذی ۲ ص ۲۵)

اور کنوز الحقائق جلد ۱ ص ۱۰۵ کا مطالعہ کریں سئی الحفظ راوی اسی طرح حدیثوں میں اختلاط کرتے ہیں۔

۹۔ کہتے ہیں حضور اکرم ﷺ نے نشہ آور اور فاتر کرنے والی چیزوں سے منع فرمایا ہے۔

نہی رسول الله صلی الله علیه وسلم عن کل مسکر و مفتر (سنن ابی داؤد جلد ۲ ص ۱۶۳)

مولانا احمد رضا خاں نے اسے حضورؐ کے نام سے اس طرح ترتیب دیا ہے۔

انی حرمت کل مسکر و مفتر (ملفوظات حصہ ۲ ص ۴۳)

۱۰۔ مولانا احمد رضا خاں نے ایک حدیث ان لفظوں سے بیان کی ہے۔

صدقة السر تدفع میتة السوء وتطفئ غضب الرب (ملفوظات حصہ ۲ ص ۴۹)

یہ حدیث ان الفاظ میں کہیں نہیں ملی صدقۃ السر تطفئی غضب الرب کے الفاظ جامع صغیر جلد ۲ ص ۴۴ میں ملتے ہیں اسی طرح ایک روایت میں الصدقۃ تطفئی غضب الرب وتدفع میتۃ السوء کے الفاظ بھی ملتے ہیں مگر مولانا احمد رضا خاں نے یہ حدیث جن الفاظ میں نقل کی ہے وہ الفاظ ہمیں کہیں نہیں ملے۔ یہ سب صورتیں اس لئے ہوئیں کہ مولانا احمد رضا خان کا حدیث کا ضبط بہت کمزور تھا ان کی زبان سے صحیح حدیث بہت کم نکلتی تھی۔

ہم نے بریلوی علماء سے کئی دفعہ نیازمندانہ پوچھا کہ فتح القدیر میں یہ عبارت اس طرح کہاں ہے وہ حل کر بھی مولانا احمد رضا خاں کو غلط حوالے کے اس بوجھ سے فارغ نہیں کر سکے۔

بر سر مطلب آمدیم

ہم مولانا احمد رضا خاں کے علم و فضل پر بحث نہیں کر رہے اس موضوع سے ہم بطالعہ دوسری جلد میں فارغ ہو چکے وہاں ہم نے کنزالایمان کی متعدد غلطیوں کی نشاندہی کی ہے اور اب تک کوئی بریلوی عالم اس میں احمد رضا خاں کی صفائی نہیں دے سکے اس کے برعکس کئی بریلوی علماء کنزالایمان کی ان بنیادی غلطیوں میں خود کنزالایمان کے خلاف ہو گئے ہم یہاں مولانا احمد رضا خاں کے علم کو نہیں تول رہے یہاں ہم صرف یہ کہنا چاہتے ہیں کہ مولانا احمد رضا خاں کا حافظہ کمزور تھا انہوں نے حجاز سے ہندوستان واپس آکر مدتوں ان اختلاف پر چپ سادھ لی یہاں تک بعض حلقوں میں یہ بھی سمجھا گیا کہ مولانا احمد رضا خاں بھی علماء دیوبند کی اس صفائی سے جو انہوں نے المہند میں پیش کی ہے مطمئن ہو چکے ہیں۔

سو صحیح یہی ہے کہ مولانا احمد رضا خاں پر وہاں گزرے حالات کے بارے میں جو لکھا ہے وہ ان کے کمزور حافظے کی بنیاد پر زیادہ لائق اعتبار نہیں اور وہاں ان دنوں کے حالات جو مولانا خلیل احمد مصنف المہند اور حضرت مولانا حسین احمد مدنی مصنف الشہاب الثاقب نے لکھے ہیں۔ وہ زیادہ لائق اعتبار ہیں یہاں صرف یادداشت کی ہی بحث نہیں مولانا احمد رضا خاں صدق و دیانت کے پہلو سے بھی ثقہ درجے کے راوی نہیں ہیں۔

بریلویوں کا ایک جواب

مولانا احمد رضا خاں کے حدیث بیان کرنے کے یہ چند حوالے ایک دفعہ ہم نے ان کے ایک معروف عالم کو دکھائے تو انہوں نے کہا خاں صاحب تصنیف کرتے وقت حدیث کی کتابیں سامنے نہ رکھتے تھے محض یادداشت سے لکھتے تھے۔ ہم نے کہا اسی لئے تو ہم نے ان کے کمزور حافظے کے ذیل میں ذکر کئے ہیں اگر وہ حدیث کی کتابیں سامنے رکھ کر حدیثیں اس طرح لکھتے تو ہم اسے ان کی کمزور نظری کہتے لیکن جب ہم یہ ان کی کمزور یادداشت کے ذیل میں اسی لئے لا رہے ہیں کہ وہ اپنے کمزور حافظے کی وجہ سے نقل احادیث میں غلطیاں کر جاتے تھے اور ممکن ہے اس کی وجہ یہ بھی ہو کہ انہوں نے حدیث باقاعدہ کسی استاد سے نہ پڑھی تھی ان کے حلقے کے لوگ ان کے علم لدنی کا عقیدہ رکھتے ہیں اور یقین کئے ہوئے ہیں کہ آپ چھ سال کی عمر میں فصیح عربی میں تقریر کرتے تھے کتاب پڑھتے جب کہیں کوئی سبق نہ آتا تو والد محترم سے نہ پوچھتے کہ اللہ تعالیٰ انہیں سبق پڑھا دیں۔

احادیث ہی نہیں فقہ میں بھی یہی حال تھا

نامناسب نہ ہوگا کہ ہم ان کے کتب فقہ سے دیئے چند حوالے بھی ہدیہ ناظرین کریں۔

۱۔ خاں صاحب سے پوچھا گیا کہ عقیقہ کا گوشت ماں باپ، نانا نانی، دادا دادی، ماموں چچا وغیرہ کھا سکتے ہیں؟ خاں صاحب نے کہا۔

سب کھا سکتے ہیں۔

عقود الدریہ میں ہے۔

احکامہا احکام الاضحیۃ

(ترجمہ) عقیقہ کے احکام وہی ہیں جو قربانی کے ہیں۔

یعنی جو حکم قربانی کے گوشت کا ہے وہی عقیقہ کے گوشت کا ہے۔

عقود الدریہ علامہ شامی کی کتاب ہے اس میں عبارت یہ ہے۔

حکمھا کحکم الاضحیۃ (عقود الدریہ جلد ۲ ص ۲۰۳)

احناف کے ہاں قربانی واجب ہے مگر عقیقہ واجب نہیں اور اگر عقیقہ کے سارے احکام قربانی کے ہوں تو عقیقہ بھی ہر صاحب نصاب پر واجب ٹھہرتا ہے۔ خاں صاحب کو لکھنا کے تھا تاکہ اتنا کہا ہے کہ لیے چاہئیں تھے مولانا احمد رضا خاں نے رافضیوں کے کفر کا فتویٰ دیا ان کی فتاویٰ عالمگیری سے پیش کردہ یہ عبارت ہمیں فتاویٰ عالمگیری میں نہیں ملی معلوم نہیں خاں صاحب کو اس عبارت میں گڑبڑ کرنے سے کیا ملا؟ سوائے اس کے کہ یہ عادت پوری کرنی ہو۔ مولانا احمد رضا خاں فرماتے ہیں۔ آج کل کے روافض تو عموماً ضروریات دین کے منکر اور قطعاً مرتد ہیں ان کے مرد یا عورت کا کسی سے نکاح نہیں ہو سکتا، عالمگیریہ میں ظہیریہ سے احکام مرتدین

اسی میں ہے:

لا یجوز نکاح المرتد مسلمة ولا کافرة اصلیة ولا مرتدة وکذا لا یجوز نکاح المرتدة مع احد (ملفوظات ۲ ص ۱۶)

اب فتاویٰ عالمگیری کی اصل عبارت دیکھئے اور مولانا احمد رضا خاں کے حافظے پر سر دھنئے۔

ولا یجوز للمرتد ان یتزوج مرتدة ولا مسلمة ولا کافرة اصلیة وکذلک لا یجوز نکاح المرتدة مع احد (فتاویٰ عالمگیری جلد ا ص ۲۸۳)

اب یہ آپ دیکھیں کہاں کہاں سے عبارت لی ہوئی ہے اور کہاں کہاں سے کٹی ہوئی ہے۔

تن ہمہ داغ داغ شد　　　　پنبہ کجا کجا نہم

۲۔ مولانا احمد رضا خاں اپنے صدق و دیانت کے آئینہ میں

مولانا احمد رضا خاں نے اپنی کتاب تکفیری دستاویز حسام الحرمین میں حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کی جو عبارت تحذیر الناس کے حوالہ سے لکھی ہے۔ وہ عبارت تحذیر الناس میں کہیں نہیں ہے۔ مولانا احمد رضا خاں نے مختلف مقامات سے ان کی تین عبارتیں اٹھائی ہیں اور انہیں بڑی محنت سے ایک عبارت بنایا ہے۔ آپ نے انہیں اس طرح ایک عبارت بنایا کہ اس سے ختم نبوت زمانی کا انکار سمجھا جائے اور ظاہر ہے کہ ختم نبوت زمانی کا انکار کفر ہے مولانا احمد رضا خاں نے تحذیر الناس کے

ایسی چپ سادھی کہ بریلی کے آس پاس بھی کہیں ان علماء دیوبند کے خلاف کوئی بات نہ کی گئی۔ وہ اپنے کیے پر بری طرح نادم معلوم ہوتے تھے۔

ان کی اس خاموشی پر ہم پہلے کچھ بحث کر آئے ہیں۔ ان کی اس خاموشی سے کچھ ان کے اپنے دوستوں نے بھی یہی سمجھا کہ آپ علمائے دیوبند کے خلاف اپنے سابقہ موقف سے رجوع کر چکے ہیں ان کے پرانے ساتھی مولانا خلیل احمد برکاتی کو ہم اس کی تصدیق کے لئے بجا طور پر پیش کر سکتے ہیں۔

ہندوستان میں بریلویت سے بغاوت کرنے والے

مطالعہ بریلویت کی جلد چہارم میں ہم نے ایک رسالہ "اعلیٰ حضرت کے باغی" کے عنوان سے پیش کیا ہے۔ اس میں ہم نے اس موضوع پر خاموشی اختیار کرنے والے اعلیٰ حضرت کے باغیوں کا ذکر کیا ہے۔ ان کا تاثر مولانا احمد رضا خاں کے ہندوستان واپسی پر یہی رہا کہ آپ اپنے کئے پر بہت نادم رہے اور پھر علماء دیوبند کے خلاف اور المعتمد کے خلاف آپ نے ایک لفظ بھی نہ لکھا۔

مولانا خلیل احمد خاں برکاتی نے مولانا احمد رضا خاں کے تمام متوسلین سے مطالبہ کیا کہ حجاز سے واپس لوٹنے پر مولانا احمد رضا خاں نے علماء دیوبند کے خلاف کبھی کفر کا فتویٰ دیا ہو اس پر کوئی شہادت پیش کریں تو پورا آستانہ بریلی اس پر کوئی شہادت پیش نہ کر سکا۔ مولانا خلیل احمد برکاتی آخر تک اس موقف پر رہے کہ مولانا احمد رضا خاں نے المعتمد کی اشاعت کے بعد علماء دیوبند کی تکفیر سے یکسر رجوع کر لیا تھا۔

مولانا احمد رضا خاں کے ایک خط سے جو انہوں نے نواب وقار الملک خاں (پاکستان) کے مولانا محمد نعیم کو لکھا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا احمد رضا خاں اپنی ان تحریروں کو جو انہوں نے اختلاف پر لکھیں وہ آخر عمر میں انہیں پسند نہ کرتے تھے۔ وہ لکھتے ہیں کہ لوگ میری اختلافات پر لکھی گئی تحریروں کو تو پڑھتے ہیں لیکن میری علمی کتابوں کو نہیں دیکھتے۔ اس سے یہی سمجھ میں آتا ہے کہ مولانا احمد رضا خاں کا یہ کھلا اقرار ہے کہ ان کی اختلافات پر لکھی تحریریں ہرگز کوئی علمی تحقیقات نہ تھیں۔ فتاویٰ رضویہ جلد پنجم کی تحریرات ۱۳۲۱ھ کی ہیں انہیں ناشر نے اب ۱۹۳۹ بنا دیا ہے۔

۱۹۲۰ء میں مولانا وفات پاگئے ۱۹۲۱ کو ۱۹۲۹ بنانے کی یہ کارروائی محض اس لئے کی گئی کہ بریلوی حلقوں میں یہ بات قائم رہے کہ مولانا احمد رضا خاں آخر دم تک اپنے فتویٰ تکفیر پر قائم رہے اور المہند کی اشاعت کے بعد ان کا اتنی مدت خاموش رہنا کسی مصلحت کے لئے تھا۔ کچھ بھی ہو اس بات سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ المہند کی اشاعت کے بعد ان کا اتنی مدت خاموش رہنا کسی مصلحت کے لئے تھا۔ المہند کی اشاعت سے جب علماء دیوبند کے عقائد نکھر کر سامنے آئے تو علمائے دیوبند کے خلاف تاج برطانیہ کے [illegible] مولویوں کے جھوٹے الزامات [illegible] ٹھنڈے پڑ گئے اور برصغیر پاک و ہند کے علم دوست حلقوں میں بریلویوں کے اس فتویٰ تکفیر کا کوئی اثر باقی نہ رہا۔ بلکہ ڈاکٹر اقبال جیسے تعلیم یافتہ حضرات علماء دیوبند کے بہت قریب ہو گئے۔

☆☆☆☆☆☆☆

باب سوم

قضیة الحرمین
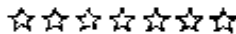
مولانا احمد رضا خاں نے حرمین کی طرف رخ کیوں کیا

الحمد للہ و سلام علی عبادہ الذین اصطفی اما بعد

اسلام ایک عالمی دین اور اس کا مرکز ارض حرم ہے یہ کعبہ کی زمین اس وقت سے حرم چلی آرہی ہے جب اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کو تخلیق بخشی تھی جب آنحضرت ﷺ نے مکہ جانے کا ارادہ کیا تو ایک مختصر مدت کے لئے آپ کو ادھر ہتھیار لے کر چلنے کی اجازت دی گئی۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں۔ آنحضرت نے فرمایا:۔

ان ھذا بلد حرمه الله یوم خلق السموٰت والارض وھو حرام بحرمة الله الی یوم القیٰمة (صحیح البخاری جلد ا)

(ترجمہ) اس شہر کو اللہ تعالیٰ نے اسی دن سے حرم بنا دیا تھا جب اس نے آسمانوں اور زمین کو تخلیق بخشی اور یہ شہر اسی احترام سے قیامت تک حرم ہے نہ اس میں مجھ سے پہلے کسی کے لئے قتال جائز ہوا نہ میرے بعد مگر ایک گھڑی جس کی اللہ تعالیٰ نے مجھے اجازت دی۔

ارض حرم مرکز اسلام ہے اس میں دو دین جمع نہیں ہو سکتے اب اس سرزمین میں نئی نبوت دینے والے دین کا حکم منسوخ ہو چکا۔ دنیا کے ہر خطے میں کفر اور اسلام دو دین رہ سکتے ہیں لیکن ارض حرم میں نہیں اس میں صرف ایک ہی دین رہ سکتا ہے اور وہ اسلام ہے اسلام کے سوا کسی اور دین کو یہاں قرار نہیں مل سکتا۔ یہ ارض حرم ہے اور اس کی حرمت فتح مکہ سے لے کر قیامت تک کے لئے ہے یہاں کفر کا داخلہ (قبضہ) قیامت تک نہ ہو سکے گا الٰہی حفاظت اس کے شامل حال ہے امام ابو بکر امام محمد (۱۸۹ھ) لکھتے ہیں:۔

ان مکة والمدینة وماحولھما من جزیرة العرب و قد بلغنا عن النبی ﷺ انه لا

يبقى دينان في جزيرة العرب فاخرج عمر من لم يكن مسلماً من جزيرة العرب لهذا الحديث (موطا امام محمد ص ۳۶۳)

(ترجمہ) بے شک مکہ اور مدینہ اور ان دو کے گرد کے علاقے جزیرہ عرب ہیں اور ہمیں حضورؐ سے یہ بات پہنچی ہے کہ جزیرہ عرب میں دو دین کبھی نہ رہ سکیں گے۔ حضرت عمرؓ نے اس حدیث کی بنا پر ان لوگوں کو جزیرہ عرب سے نکال دیا جو مسلمان نہ تھے۔

دنیا میں حق و باطل کا آخری معرکہ دجال کے وقت لگے گا

دنیا کے آخر میں دجال کا ظہور ہوگا۔ مشرق و مغرب میں اس کا فساد پھیلے گا لیکن وہ بھی مدینہ منورہ میں داخل نہ ہو سکے گا۔ اللہ تعالیٰ مدینہ کی سرحدوں پر فرشتوں کو مقرر کر دیں گے۔ اور اس پاک جگہ میں اس ناپاک کا داخلہ نہ ہو سکے گا۔

خیال کیجئے جب اللہ تعالیٰ اس سے راضی نہیں کہ کوئی کافر اس خطہ پاک میں رہ سکے یہ دو دین کفر اور اسلام یہاں ہو سکیں تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ پورا جزیرہ عرب کافروں کے قبضہ میں چلا گیا ہو، وہاں کے کافر قرار دیے جائیں اور کہا جائے کہ مکہ و مدینہ کے اماموں کے پیچھے نماز جائز نہیں۔ اب ان حرمین پر کفر کا قبضہ ہو چکا ہے (استغفر اللہ)۔ ایسا کہنا ہرگز درست نہیں۔ مولانا احمد رضا خاں نے بھی تو حرمین کا رخ کیا تھا کہ وہ مرکز اسلام ہیں وہاں کافر قبضہ نہیں پا سکتے۔

مکہ و مدینہ میں آئندہ بھی باطل نہ آسکے گا

یہ نہ کہا جائے کہ مکہ و مدینہ صرف حضورؐ کے اپنے دور میں مرکز اسلام رہے تھے۔ مکہ و مدینہ کا حرم ہونا قیامت تک کے لئے ہے۔ قیامت تک یہاں دو دین راہ نہ پا سکیں گے۔ اسلام کا یہاں یہی عقیدہ ہے یہ احترام حرمین ہی ہے جس کے لئے مولانا احمد رضا خاں علماء دیوبند کے بارے میں ان سے فتوے لینے گئے تھے اور اسی عقیدہ سے وہ اس دستاویز کو فتاویٰ علماء حرمین کے نام سے شائع کرتے رہے۔ پھر بھلا ان کا یہ عقیدہ کیسے قائم ہو سکتا ہے کہ اب وہاں کافروں کا قبضہ ہو چکا ہے اور یہ کہ وہابیوں کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔

قیامت سے پہلے دجال کا ظہور ہوگا اور سب مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ دجال اس پاک زمین میں داخل نہ ہو سکے گا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حرمین پر اسلام کا قبضہ ہمیشہ کے لئے ہوا تھا وہاں کسی دور میں بھی دو دین کفر اور اسلام جمع نہیں ہو سکتے، کفر ہمیشہ کے لئے وہاں سے نکالا ہے اب وہ پھر بھی یہاں پر قابض نہ ہو سکے گا۔

ارض حرم سے باطل ہمیشہ کے لئے نکل چکا

دست نبوت پر مکہ کی فتح وہاں سے باطل کے نکلنے کی آسمانی آواز تھی قرآن پاک میں اسے ہمیشہ کے لئے حق کا غلبہ کہا گیا ہے یہاں تک اعلان کیا گیا کہ شیطان یہاں سے مایوس ہو گیا ہے یہاں شرک اب کبھی نہ آ سکے گا۔

و قل جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل كان زهوقاً (پ ۱۵ بنو اسرائیل ۸۱)

(ترجمہ) اور آپ کہہ دیں کہ حق آ گیا ہے اور باطل جو چکا اور باطل ہے ہی اس لئے کہ وہ جانے (اور یہ کہ بے پاؤں جائے پھر یہاں کبھی ثابت پا سکے)۔

پھر یہ بھی کہا گیا

بل نقذف بالحق على الباطل فاذا هو زاهق و لكم الويل مما تصفون

(پ ۱۷ الانبیاء ۱۸)۔

(ترجمہ) ہم پھینک مارتے ہیں سچ کو جھوٹ پر پھر وہ اس کا سر پھوڑ ڈالتا ہے اور تمہارے لئے خرابی ہے ان باتوں سے جو تم کہتے ہو۔

سچائی کا چڑھتا ہوا سورج جب اس شان سے چمکے تو کیا پھر ہو سکتا ہے کہ اس کفر کا گھٹا ٹوپ اندھیرا پھر سے یہاں چھا جائے۔ اور اسلام کے نور پر پھر سے کفر کی ظلمت چڑھ آئے ایسا ہرگز نہ ہوگا قرآن کریم ایک اور مقام پر کہتا ہے:۔

قل ان ربي يقذف بالحق علام الغيوب قل جاء الحق و ما يبدئ الباطل و ما يعيد (پ ۲۲ سبا ۴۸)

(ترجمہ) آپ کہہ دیں میرا رب پھینک رہا ہے سچا دین (باطل پر) اور وہ جاننے والا ہے (آئندہ کی) چھپی باتوں کو۔ آپ کہہ دیں آیا ہے سچا دین اور اب باطل وہاں ہرگز کوئی نئی صورت پیدا نہ کر سکے گا اور نہ پہلی صورت ہی پھر سے واپس آ سکے گی۔

مکہ و مدینہ میں دجال داخل نہ ہو سکے گا

حضرت انس بن مالک کہتے ہیں حضورؐ نے فرمایا۔

لیس من بلد الا سیطؤہ الدجال الا مکۃ والمدینۃ ولیس لہ من نقابھا الا علیہ الملئکۃ صافین یحرسونھا (صحیح بخاری جلد ا)

(ترجمہ) ہر شہر کو دجال روندتا آئے گا ماسوائے مکہ اور مدینہ کے۔ کوئی ایسا رستہ نہیں مگر یہ کہ اس پر اللہ کے فرشتے پہرہ دیں گے کہ یہاں دجال داخل نہ ہو سکے گا۔

باطل کے وہاں سے کلیۃً نکلنے کا مطلب یہ ہے کہ شرک وہاں سے کلیۃً ختم ہوا شرک کو اب وہاں کبھی راہ نہ مل سکے گی۔ رہیں دوسری برائیاں یہ وہاں ہوں بھی تو ساتھ ساتھ ان کا ازالہ ہوتا رہے گا باطل کے پاؤں کبھی وہاں جمنے نہ پائیں گے۔

اب یہاں سے کبھی ہجرت کرنے کی ضرورت نہ پڑے گی

کسی جگہ سے ہجرت کی ضرورت تب پڑتی ہے کہ باطل کا اس پر مضبوط قبضہ ہو جائے اور حق پرست بیکس مستضعفین کے درجہ میں آ جائیں۔ قرآن کریمؐ نے مستضعفین کی حالت میں زندگی گزارنے کی اجازت نہیں دی۔ وہاں سے ہجرت کرنا ضروری ہو جاتا ہے اور ایسا نہ کرنے پر قرآن کریم میں جہنم کی وعید ہے۔

ان الذین توفٰھم الملئکۃ ظالمی انفسھم قالوا فیم کنتم قالوا کنا مستضعفین فی الارض قالوا الم تکن ارض اللہ واسعۃ فتھاجروا فیھا فاولئک ماواھم جہنم و ساءت مصیرا (پ ۵ النساء ۹۷)

(ترجمہ) وہ لوگ جو اپنے اوپر زیادتی کرتے رہے جب فرشتے ان کی جان نکالتے ہیں تو کہتے ہیں تم کس حال میں رہے وہ کہتے ہیں ہم کمزور تھے زمین میں بے بس۔ فرشتے کہتے ہیں۔ کیا اللہ کی زمین

سکتی تھی کہ تم ہجرت کر جاتے سوایسوں کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے۔
ہاں ایسے ہوں جو ہجرت کے لئے کوئی حیلہ نہ کر پائیں گے اور وہ کمزور ہوں جیسے عورتیں اور بوڑھے ان کے بارے میں امید کی جا سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں مستضعفین کی صورت میں رہنا معاف کر دیں گے۔
مکہ کے بارے میں کہا گیا کہ اب وہاں سے کبھی ہجرت کی ضرورت در پیش نہ ہوگی یہ اس صورت میں ہی ہو سکتا ہے کہ اب وہاں اسلام کا غلبہ ہمیشہ کے لئے ہو کفر کسی طرح وہاں قرار نہ پکڑ سکے حضرت ام المومنین کہتی ہیں۔

انقطعت الهجرة منذ فتح الله على نبيه صلى الله عليه وسلم

(صحیح بخاری ص ۱)

(ترجمہ) جب سے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ پر فتح دی اس وقت سے وہاں سے ہجرۃ کا سلسلہ منقطع ہو چکا۔
یعنی اب وہاں سے کبھی ہجرت کی ضرورت پیش نہ آئے گی وہاں اسلام کا قبضہ ابدی ہے اور ہمیشہ کے لئے ہے وہاں دوسرا کوئی دین غالب نہ آ سکے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی کہا

لا هجرة بعد فتح مكه (صحیح بخاری جلد ۱)

یعنی نہ وہاں کبھی کفر کا قبضہ ہوگا نہ وہاں سے کبھی مسلمانوں کو نکلنا پڑے گا

یہ وہ پس منظر ہے جس نے مولانا احمد رضا خاں کو حرمین کی طرف رخ کرنے پر آمادہ کیا ہندوستان میں بریلوی دیوبندی کی جنگ نہ لڑی جا سکتی تھی جب تک کہ مرکز اسلام (مکہ اور مدینہ) علماء دیوبند کے خلاف نہ ہو سو مکہ و مدینہ کے علماء کو دیوبند کے خلاف کرنے کے لئے مولانا احمد رضا خاں نے ان پر حسام الحرمین کی تلوار چلانا چاہی۔ اس وقت تک مولانا احمد رضا خاں کا اپنا عقیدہ بھی یہی تھا کہ ارض حرم مرکز اسلام ہے اس لئے وہ مکہ اور مدینہ کی سند سے علماء دیوبند پر چڑھائی کرنا چاہتے تھے حسام الحرمین کی تصدیق کرنے والوں میں شیخ المالکیہ سعید احمد الجزائری کا نام نمایاں ہے انہوں نے اپنی تقریظ میں خود اس مسئلے کو بھی واضح کر دیا ہے مولانا احمد رضا خاں کا بھی اس پر اعتقاد رہا ہے اور آپ

نے اسے حسام الحرمین میں جگہ دی ہے۔

الا و ان بمكة بلد الله الامين طائفة منهم شياطين فليحذر العوام من مخالتهم بالكلية فانها اشد من مخالطة المجذوم في الاذية و منهم بالمدينة النبوية شرذمة فليه مستترة بالتقيه فان لم يتوبوا فعن قريب تنفيهم المدينة عن مجاورتها كما هو ثابت في الحديث الصحيح من خاصيتها (حسام الحرمين ص)

(ترجمہ) خبردار رہیں مکہ مکرمہ میں بھی شیاطین کا ایک گروہ ہے عوام کو ان سے بچنا چاہئے ان کی اذیت مجذوم سے بھی زیادہ خطرناک ہے ان میں سے کچھ مدینہ منورہ میں بھی ہیں لیکن یہ سب تقیہ کئے ہوئے ہیں۔ (کھلے طور پر وہاں کفر کے ساتھ نہیں رہ سکتے) اگر انہوں نے اپنے غلط عقیدوں سے توبہ نہ کی تو مدینہ انہیں وہاں سے نکال پھینکے گا کیونکہ یہ بات صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ وہاں کافر نہیں رہ سکتے۔

مولانا احمد رضا خاں کا یہ عقیدہ اتنا مضبوط تھا کہ آپ نے کہا کہ ارض حرم تو کجا رہی محمد بن عبدالوھاب نجدی کے ہم خیال دنیا کے کسی خطے پر ایک جزیرے کے مالک نہیں ہو سکتے۔ مولانا احمد رضا خاں لکھتے ہیں۔

نصرانی اور یہودی کافر دونوں ہیں ایک محبوبان خدا کی محبت میں، اور دوسرے عداوت میں۔ قرآن عظیم میں یہودیوں کو مغضوب علیہم اور نصاریٰ کو ضالین فرمایا۔ یہی وجہ ہے کہ آج روئے زمین پر کوئی یہودی ایک گاؤں کا بھی حاکم نہیں۔ خلاف نصاریٰ کے کہ ان کی سلطنت ظاہر ہے اور بعینہ یہی مثال روافض اور وہابیہ کی ہے کہ روافض مثل نصاریٰ کے محبت میں کافر ہوئے اور وہابیہ مثل یہود کے عداوت میں چنانچہ روافض کی حکومت میں ایران کا تخت موجود ہے اور وہابیہ کی کہیں ایک جزیرہ جھونپڑی بھی نہیں۔ (احکام شریعت ۲۴۴ کراچی)

اب اگر آل سعود اور آل شیخ دنیا میں ایک عظیم سلطنت قائم کر چکے ہیں جسے سعودی عرب کہا جاتا ہے اور ان کے قبضے کے بعد یہاں کی زمین نے پٹرول کے دریا بہائے ہیں اور سونے کی کانیں اگلی ہیں تو کیا یہ اس امر الہی کی تصدیق نہیں کہ یہاں کے لوگ کافر نہیں ہیں کیونکہ یہاں شرک و بدعت کو کبھی راہ

نہیں مل سکتی۔ نہ وہاں کافر کبھی ائمہ مساجد ہو سکتے ہیں۔ اب بریلوی علماء کا اپنے عوام کو یہ سمجھانا کہ مکہ و مدینہ کے اماموں کے پیچھے نماز جائز نہیں کسی پیمانے پر صحیح نہ ٹھہرا۔ کہ مکہ و مدینہ پاک جگہیں ہیں جہاں کافروں کی حکومت کبھی قائم نہیں ہو سکتی۔ بریلوی علماء کا وہابیوں کو کافر بتلانا علم و فکر کی کسی کسوٹی پر درست نہیں ہو پاتا۔ جن کے ہاں مکہ و مدینہ کے اماموں کے پیچھے نماز جائز نہیں ان کی نماز کہیں نہیں ہوتی۔ نہ ان کی نماز، نماز ہے یہ تو قادیانی عقیدہ ہے کہ اب مکہ و مدینہ کی چھاتیوں سے دودھ خشک ہو چکا ہے۔ (دیکھئے حقیقت الرؤیا ص ۳۸ تالیف مرزا بشیر الدین محمود)

بریلوی علماء اب اس وادی حیرت میں گم ہیں

مولانا احمد رضا خاں کی اس تحریر نے کہ وہابیہ دنیا میں ایک تیر یہ کے بھی مالک نہیں ہو سکتے۔ موجودہ دور میں بریلویوں کو ایک بڑی مصیبت میں ڈال دیا ہے کہ دنیا کا کوئی اور خطہ تو رہ کتنا مال شیخ محمد بن عبدالوہاب تو مکہ اور مدینہ میں ایک بڑی سلطنت پا گئے اور اب تو ان کے قبضے پر ایک صدی بھی ہو گئی جو نظام قدرت میں وقت کا سب سے بڑا پیمانہ ہے کیا اب بھی دنیا کو ہوش نہیں آئے گا کہ اگر یہ لوگ واقعی محبوبان خدا کے دشمن تھے اور کافر تھے تو یہ حرمین شریفین پر جس سے بہتر کوئی خطہ زمین نہیں کیسے قابض ہو گئے۔ بریلوی علماء اب تک اس وادی حیرت میں گم ہیں مگر پھر بھی وہ اہل حرمین کی تکفیر سے باز نہیں آتے۔

بریلوی علماء کی ایک غلط تاویل

مولانا ابوالبرکات سید احمد الوری ناظم حزب الاحناف اور مولانا سردار احمد گورداسپوری نے عوام کو اپنے ساتھ رکھنے اور توبہ سے بچانے کے لئے تدبیر کی کہ یہ بشارت کہ اب مکہ و مدینہ پر کفار کبھی قابض نہ ہو سکیں گے حضور کی حیات طیبہ تک مخصوص تھی یہ نہیں کہ کبھی بھی کافر وہاں قابض نہ ہو سکیں گے۔ یہ بات کہ یہ مکہ اور مدینہ کا دائمی شرف ہے صحیح نہیں حضورؐ نے جب یہ آیت پڑھی تھی قل جاء الحق و زھق الباطل تو یہ ہمیشہ دوام نہ پڑھی تھی۔ کہ اب کفار کبھی بھی مکہ و مدینہ پر قبضہ نہ پا سکیں گے۔

الجواب بعون الملک الوہاب

مکہ و مدینہ پر کبھی کفار قبضہ پا سکیں یہ بات صحیح حدیث کے خلاف ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:۔

من اراد اهل هذه البلدة بسوء (يعني المدينة) اذابه الله كما يذوب الملح
(صحیح مسلم جلد ۱ ص ۴۴۵)
(ترجمہ) جو لوگ بھی مدینہ میں رہنے والوں سے کسی طرح کی برائی کا ارادہ کریں اللہ تعالیٰ انہیں اس طرح پگھلا دیں گے جس طرح نمک پگھل جاتا ہے۔ اب آپ ہی سوچیں اس سے بڑھ کر مدینہ والوں سے برائی اور کیا ہوگی کہ مسجد نبوی کا امام وہابی ہو جس کے پیچھے یہ بریلوی نماز پڑھنا جائز نہ سمجھیں۔
قاضی عیاض (۵۴۴ھ) لکھتے ہیں کہ مکہ و مدینہ کا یہ شرف صرف حضورؐ کی حیات طیبہ تک مخصوص نہیں بلکہ مدینہ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ ان پر کافر قبضہ نہ پا سکیں گے اور مسلمان قیامت تک وہاں نمازیں جماعت سے پڑھ سکیں گے۔

فكان كل ثابت الايمان منشرح الصدر يرحل اليها ثم بعد ذلك في كل وقت الى زماننا هذا ولا يأتيها الا مؤمن (منقول از نووی شرح مسلم جلد ۱ ص ۸۴)
(ترجمہ) ہر شخص جو ثابت الایمان ہے اور ایمان پر اسے شرح صدر حاصل ہے وہ اس وقت سے لے کر اب تک وہاں اسی طرح حاضری دیتا چلا آ رہا ہے سو وہاں ایمان والوں کے سوا اور کوئی راہ نہ پا سکے گا۔
قاضی عیاض کی یہ بات ہم ساتویں صدی میں امام نووی سے سن رہے ہیں۔ اس میں آئندہ کے لئے بھی اس بشارت کو قائم رکھا گیا ہے کہ فلا يأتيها الا مؤمن۔ سوچئے تا سید احمد اور مرزا غلام احمد کی یہ تاویل غلط ٹھہری کہ مذہب اسلام کی وہ بشارت صرف حضورؐ کے عہد تک تھی بعد میں کافر وہاں رسائی پا سکیں گے۔ استغفر الله العظيم
امام نوویؒ (۶۷۶ھ) ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں۔

ان هذا الفضل باق مستمرا الى يوم القيمة (شرح صحیح مسلم جلد ۱ ص ۴۴۲)
(ترجمہ) مدینہ شریف کی یہ فضیلت اب بھی اسی طرح ہے (جس طرح وہ حضورؐ کے دور میں تھی) اور قیامت تک بطریق دوام چلے گی۔ (مدینہ کی یہ شان کبھی کم نہ ہو سکے گی۔)

تیرہویں صدی کے مولانا علامہ یحییٰ قصوری تک تو اہل حق کا یہی عقیدہ رہا ہے کہ مکہ و مدینہ میں جاء الحق و زهق الباطل کے کھلے اعلان کے بعد باطل کبھی وہاں راہ نہیں پا سکے گا آپ ایک جگہ لکھتے ہیں:۔

وہ کون سے مسلمان ہیں جو حرمین شریفین کے علماء پر طعن و عریض اور ان کے قول اور فعل کو مخالف قرآن اور حدیث کے تصور کریں (تصریح ابحاث فریدکوٹ مطبوعہ ۱۳۰۲ھ اور مطبع محمدی لاہور)

کاش کہ مولانا ابو برکات سید محمد ناظر حزب الاحناف یہ غلط تاویل کرنے سے پہلے اپنے باپ مولانا دیدار علی الوری (۱۳۰۴ھ) کے رسالہ رسول الکلام کو ہی دیکھ لیتے۔ مولانا دیدار علی نے سورہ سبا کی آیت ۴۸ کے ترجمہ میں لفظ (یا سید دوام) لکھ کر ہمیشہ کے لئے اس غلط تاویل کا پتہ کاٹ دیا ہے۔ آپ لکھتے ہیں:۔

آیا حق اور نکل گیا باطل۔ بے شک باطل (یعنی کفر و شرک) ہو گیا گزرا اور نہیں ظاہر ہو کر دے گا باطل اور نہ عود کر آئے گا۔ (یا سید دوام)

(رسول الکلام فی بیان المولد والقیام ص ۲۹ مرقومہ ۱۳۰۰ھ)

یہ بریکٹ کے الفاظ "یا سید دوام" خود مولانا دیدار علی کے ہیں یہ ہمارا اضافہ نہیں۔

اب یہ فیصلہ تو بریلوی عوام کریں کہ وہ باپ کی بات کو بہتر سمجھتے ہیں یا بیٹے کی بات کو ہم سمجھتے ہیں کہ مولانا احمد رضا خاں کا اپنا عقیدہ بھی پہلے یہی صحیح تھا تبھی تو وہ حسام الحرمین کو درست کہنے کے لئے علماء حرمین سے تصدیق لینے گئے تھے۔ مگر جب وہاں حسام الحرمین کا پول کھلا اور ان علماء نے براہ راست علماء دیوبند سے ان کے عقیدے پوچھ لئے تو اب مولانا احمد رضا خاں کا عقیدہ یہ ہو گیا کہ وہاں کافروں کے قبضے کے خیالات بالکل صحیح ہیں (استغفراللہ) اب آپ نے مکہ سے ہجرت کرنے کی راہ پھر سے کھول دی آپ سے سوال کیا گیا۔

اگر ہجرت میں یہ نیت کرے کہ جب تک بیت اللہ شریف اور مدینہ منورہ پر کفار کا قبضہ ہے اتنی مدت اپنے وطن میں واپس نہ جائے گا ایسی نیت اس کی درست ہوگی یا نہیں؟

جواب: زید کے بالائی خیالات سب صحیح ہیں۔(احکام شریعت حصہ ۲ص ۱۴۷۔ تالیف مولانا احمد رضا خاں)
اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ مولانا احمد رضا خاں کے نزدیک مکہ پر کافروں کا قبضہ مدینہ منورہ پر کافروں کا قبضہ اور فتح مکہ کے بعد پھر سے مکہ سے ہجرت کرنے کی اجازت یہ سب خیالات صحیح ہیں اور یہی عقیدہ بریلویت ہے یہ اب بھی وہاں جاکر وہاں کے اماموں کے پیچھے نماز نہ پڑھیں گے۔
مولانا احمد رضا خاں تو فوت ہو گئے ان کے بیٹے مصطفیٰ رضا خاں نے حج کی منسوخیت کا اعلان کر دیا انہیں اس بات کا بہت غصہ رہا کہ حج مکہ (عرفات) میں کیوں ہوتا ہے اب اسے بھی وہاں نہ ہونے دیا جائے۔

فرضیت حج کے خلاف بریلوی فتاویٰ

مولانا مصطفیٰ رضا خاں نے حج کے ملتوی ہونے پر ایک رسالہ لکھا ہے آپ اس میں لکھتے ہیں۔
جب تک نجدی لعین (ملک عبدالعزیز بن آل سعود) علیہ ما علیہ کا تسلط حجاز مقدس میں ہے اس وقت تک حج یا ادائے حج فرض نہیں (تنویر الحجہ لمن یجوز التواء والحجہ ص ۲۱ طبع ستہ ۱ عالیہ رضویہ بریلی)
اس زمانے میں جہاد اور حج کے خلاف خوب محنت ہوئی جہاد کے خلاف قادیان سے لکھا جاتا رہا اور حج کے خلاف یہ رسالہ بریلی سے شائع ہوا جہاد کے بعد اب حج ایک معرکۃ الآراء موضوع بنا ڈاکٹر اقبال مرحوم نے بریلویت کو قادیانیت سے اس طرح جوڑا ہے۔

رد جہاد میں تو بہت کچھ لکھا گیا   تردید حج میں کوئی رسالہ رقم کریں

مرزا غلام احمد قادیانی نے حج نہ کیا تھا مسلمان اس پر معترض تھے کہ حدیث میں ہے کہ مسیح آئے گا تو وہ حج بھی کرے گا اور فج روحاء سے وہ حج اور عمرہ کا احرام باندھے گا۔ یہ کیسا مسیح موعود ہے جو حج نہیں کر پایا اس پر مرزا غلام احمد کہتا تھا کہ وہاں اسے امن نہیں کہ وہ حج کر سکے بریلویوں نے اسی رنگ سے حج کو ملتوی کیا قادیانی اور بریلوی اسی عقیدہ سے چمٹے رہے کہ اب مکہ و مدینہ کی چھاتیوں سے دودھ خشک ہو چکا ہے بریلویوں نے آل سعود کو عاد و ثمود ٹھہرایا ہے (استغفر اللہ العظیم)
آستانہ بریلی کی یہ تاریخی دعا ملاحظہ ہو:۔

اے منتقم جبار! جلد سے جلد ابن سعود مفتون و مطرود اور اس کے ہر حامی نامسعود کو عاد و ثمود کی طرح ہلاک فرما۔ الٰہی جلد از جلد اپنے حبیب پاک صاحب لولاک کے دیار پاک کو ان نجسوں کی نجاست سے پاک فرما ان خبیثوں پر اپنے قہر و غضب کی بجلیاں گرا۔ (تنویر الحجہ ص:۲۰)

معلوم نہیں بریلوی کس قلب و جگر اور سنگ دلی سے مدینہ منورہ پر بجلیاں گرنے کی دعا کر رہے تھے مسلمان کا دل تو مدینہ منورہ کا نام آتے ہی موم ہو جاتا ہے۔ وہ اس میں خدا کے قہر و غضب کو اترنے کی کیوں کر آواز دے سکتا ہے آما تیغ درمیاں کن۔ ہم سے تو مدینہ کے بارے میں یہ بددعا کی نہیں جاتی۔

رسالہ التواء حج پر کن کن کے دستخط ہوئے

یہ بریلی کے مفتی اعظم مصطفےٰ رضا خاں کا ہی فتوےٰ نہیں اس پر ان کے بہت سے دوسرے علماء کی تصدیق ثبت ہے جن میں مولوی حامد علی خاں، حشمت علی ظفر الدین قادری، امجد علی اعظمی، اولاد رسول قادری سید احمد اشرف کچھوچھوی، نعیم الدین مرادآبادی سب کے دستخط بھی ہیں۔ مولانا ابوالبرکات سید احمد اپنی تصدیق میں لکھتے ہیں کہ آل سعود کے قبضہ سے اب حجاز کی زمین پاک نہیں رہی۔ ابوالبرکات کے یہ الفاظ ملاحظہ ہوں۔

ابن سعود کا اخراج حجاز مقدس سے واجب ہے اور اس کی بہترین تدبیر ہے کہ جب تک ابن سعود کے ناپاک قدم سے ارض مقدس حجاز پاک نہ ہو جائے حج ملتوی کر دیا جائے۔ (تنویر ص ۳۶)

اس کا معنی اس کے سوا کیا سمجھا جا سکتا ہے کہ اب ارض حرم پاک نہیں رہی مدینہ کی زمین کو پاک نہیں کہا جا سکتا۔ افسوس اس بریلوی عقیدے پر افسوس۔

ان کے مولانا عبدالحفیظ بریلوی نے لکھا۔

حج کے ملتوی ہونے سے نجدیوں کے ناپاک قدموں سے انشاءاللہ حرمین طیبین طاہر ہو جائیں گے (تنویر ص ۴۶)

اس کا مطلب اب یہی سمجھا جا سکتا ہے کہ سعودی قبضہ میں مکہ اور مدینہ طیبہ طاہر نہیں رہے (نستغفر اللہ العظیم) حالانکہ یہ تمام مسلمانوں کا اجماعی عقیدہ ہے کہ وہاں دو دین جمع نہیں ہو سکتے وہاں کفر پھر سے کبھی عود نہ کر سکے گا۔

بریلویوں کی دوسری غلط تاویل

بریلویوں کی دوسری تاویل یہ ہے کہ سعودی قبضے کی وجہ سے مکہ و مدینہ کی زمین ناپاک نہیں ہوئی انہیں ناپاک کہنے والوں کا فتویٰ غلط ہے اور وہاں حج کے لئے جانا درست ہے ہاں وہاں جا کر نماز وہاں کے اماموں کے پیچھے نہ پڑھیں اس عقیدے کے حاملین مولوی عبد الغفور ہزاروی اور مولوی محمد عمر اچھروی تھے۔ مولوی محمد عمر اچھروی لکھتے ہیں ۔

وہاں کے مقیمین احناف کو میں نے اپنے اپنے گھروں میں نماز ادا کرتے دیکھا سوال کرنے پر یہی جواب ملا تو کہ نجدیوں کی اقتداء ہمارے علماء کے فتوے سے از روئے احادیث صحیحہ کسی صورت میں جائز نہیں۔ بلکہ گناہ ہے۔ (مقیاس حنفیت ص ۲)

ان کا عقیدہ یہ رہا کہ یہاں عارضی طور پر مخالف قبضہ ہو سکتا ہے مگر کفر یہاں قرار نہیں پکڑ سکتا وہ کہتے ہیں کیا وہاں یزید کی حکومت نہیں رہی واقعہ حرہ میں کیا وہاں کئی گھنٹے تک اذان بند نہیں رہی مصر کے فاطمی دور میں کیا وہاں کچھ دن شیعہ حکومت نہیں رہی جب ان کی یہ حکومتیں کچھ عرصہ وہاں رہ سکتی ہیں تو سعودی عرب کی حکومت بھی وہاں عارضی طور پر ہو سکتی ہے۔

الجواب۔ مسئلہ زیر غور ہے کہ کیا وہاں سے ایک دفعہ کفر کا قبضہ اٹھ جانے کے بعد پھر سے وہاں کفر کا قبضہ ہو سکتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہرگز نہیں امام ابوحنیفہ، امام مالک اور امام احمد کے ہاں وہاں سے کفار کا ہٹایا جانا واجب ہے یہ کوئی صرف مستحب کام نہیں واجب ہے۔ حضور اکرم ﷺ کا آخری پیغام یہی تھا کہ کافر وہاں نہ رہ سکیں گے۔ یہ صرف مرکز اسلام ہے۔ علامہ ابن حزم اندلسی (۴۵۶ھ) لکھتے ہیں۔

فلا یمکن الکافر مشرکاً کان او یہودیاً او نصرانیاً من السکنی فی ارض العرب و یجب اخراجہم منہ وبہ احد ابو حنیفہ و مالک و ہو قول الشافعی (المحلی جلد ۷ ص)

(ترجمہ) وہاں کسی کافر کو وہ مشرک ہو یا کتابی، رہنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی وہاں سے ان کا نکالنا واجب ہے امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ کا فتویٰ یہی ہے اور امام شافعی کا ایک قول بھی یہی ہے۔

ہم یہاں کسی کافر کے وہاں آ پہنچنے یا چھپ کر رہنے کی نفی نہیں کر رہے ہم یہ کہ ارض حرم میں کافروں کی تمکین کی نفی کر رہے ہیں۔ حضور کے عہد میں بھی جب وہاں سے کفر نکالا اور حق آیا اس وقت سے لے کر قیامت تک کفر کو وہاں پھر سے پیچھے قرار پکڑنے کا موقع نہ ملے گا۔ یہ کافروں کے اس ارض مقدس میں تمکین پکڑنے کی نفی ہے امام نووی نے بھی وہاں کافروں کے تمکین سے رہنے کی نفی کی ہے۔

اخذ بهذا الحديث مالك و الشافعي و غيرهما من العلماء فاوجبوا اخراج الكفار من جزيرة العرب و قالوا لا يجوز تمكينهم من سكناها و ما والاها

(شرح صحیح مسلم ۲ ص ۳۳ مرقات جلد ۸ ص ۹۵)

(ترجمہ) اس حدیث سے امام مالک اور امام شافعی اور کئی دوسرے علماء نے استدلال کیا ہے سو انہوں نے کفار کا وہاں سے نکالا جانا واجب کیا ہے اور انہوں نے کہا ہے کہ انہیں وہاں اور اس کے ارد گرد پاؤں جمانے کی کسی طرح اجازت نہیں دی جا سکتی۔

حافظ ابن قدامہ حنبلی (۶۲۰ھ) امام احمد بن حنبل کا مسلک اس طرح بیان کرتے ہیں:۔

قال احمد بن حنبل جزيرة العرب المدينه وما والاها معناهتى ان الممنوع من سكنى الكفار المدينه وما والا ها و هو مكه و اليمامة و خيبر و الينبع و فدك و مخاليفها و ما والاها (المغنى ۸ ص ۵۲۹)

(ترجمہ) امام احمد کہتے ہیں جزیرہ عرب مدینہ اور اس کے ارد گرد کے سب علاقوں کو شامل ہے۔ وہ زمین جہاں کافروں کو سکونت اختیار کرنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی اس میں مدینہ اور مکہ معظمات کہ یمامہ خیبر ینبوع اور فدک اور اس کے اطراف شامل ہیں۔

یزید کے چند سالہ اقتدار سے بریلویوں کا استدلال

بریلوی کبھی یہ کہہ دیتے ہیں کہ کیا حرمین پر یزید کا قبضہ نہیں رہا اگر وہاں یزید کی حکومت رہ سکتی ہے تو سعودی حکومت کیوں نہیں رہ سکتی۔ ہم کہہ سکتے ہیں یزید سے جو کچھ ظہور میں آیا اسے ظلم تو کہا جا سکتا ہے کفر نہیں۔ قل جاء الحق و زهق الباطل سے کفر کا وہاں سے نکلنا مذکور ہے کہ اب

قیامت تک مکہ اور مدینہ پر کفر قبضہ نہ پا سکے گا۔ رہا ظلم تو ہم نہیں کہتے کہ وہاں سے ظلم بھی ہمیشہ کے لئے ختم ہو گیا ہاں یہ بات ضرور ہے کہ وہاں جو شخص یا حکمران لوگوں پر ظلم چاہے گا۔ اللہ تعالیٰ اسے لمبی مہلت نہ دیں گے۔ اسے وہاں چین (حجاز) حاصل نہ ہو سکے گی۔ بلا شبہ یہ ان کا نصیب ہے۔ حضورؐ نے فرمایا۔

من اراد اہل ہذہ البلدۃ بسوء یعنی المدینۃ اذابہ اللہ کما یذوب الملح

(صحیح مسلم جلد ۱ ص ۴۴۵)

(ترجمہ) جو شخص مدینہ رہنے والوں سے کوئی برائی چاہے اللہ تعالیٰ اسے اس طرح برباد کریں گے جیسے نمک پگھلتا ہے۔ وہ کھلا کفر ہو یا چھپا کفر اس کا اقتدار وہاں پر کبھی نہ ہو سکے گا۔ رہا کفر تو یہ کسی حال میں بھی حرمین پر قبضہ نہ پا سکے گا۔

یزید کے بارے میں کفر کا قول درست نہیں

یزید کے بارے میں کوئی بھی کفر کا قائل نہیں مولانا احمد رضا خاں نے یزید کے بارے میں فرمایا۔

اگر کوئی کافر (اسے) کہے (جیسا کہ شیعہ کہتے ہیں) ہم منع نہ کریں گے اور خود کہیں گے نہیں

(ملفوظات حصہ دوم ص ۱۴۷)

حضرت مولانا قاسم نانوتوی (۱۲۹۷ھ) سے یزید کے کفر و اسلام کے بارے میں پوچھا گیا آپ نے فرمایا۔

اپنے خیال ناقص میں تو قطعی کافر تو وہی ہے جن کو خدا تعالیٰ نے قرآن مجید میں یا رسول اللہ ﷺ نے اپنی زبان مبارک سے کافر فرمایا۔ ہاں ظاہر میں جس سے افعال کفر یا کلمات کفر صادر ہوں۔ مگر ہم کو ان باتوں کے دیکھنے سننے کا خود اتفاق ہو یا روایت متواترہ تک پہنچ جائے تو اس وقت بظاہر ہم کو اس کے ساتھ معاملات کفر ہی کرنے چاہئیں۔ یزید کا ذکر قرآن و حدیث میں تو کہیں نہیں ملتا البتہ تواریخ سے یہ جس طرح کہئے یہ بات ثابت ہے کہ حضرت سید شہداء (کربلا) امام حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے متعلقان اور ہمراہیوں پر اس کے عہد میں ظلم شدید ظہور میں آیا۔ (فیوض قاسمیہ ص ۲۳ طبع انبالہ (ہند))

اس نے ابن زیاد کو انہیں شہید کرنے کا حکم نہ بھی دیا ہو تو اس سے تو کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ اس کے عہد میں اہل بیت کے اس قافلے پر ظلم شدید ظہور میں آیا۔

امام نووی لکھتے ہیں کہ یزید کو گو دنیا میں چند سال اقتدار ملا لیکن یہ حقیقت دیکھنا چاہیے کہ اس کا اپنا انجام کیا ہوا۔ اس نے اپنی طرف سے مسلم بن عقبہ کو مدینہ بھیجا تھا تو اس پر وہاں لوٹتے ہی کیا گزری امام نووی لکھتے ہیں۔

اذابه الله ذوب الرصاص في النار او يكون ذلك لمن ارادها في الدنيا فلا يمهله الله ولا يمكن له سلطان بل يذهبه عن قرب كما انقضى شأن من حاربها ايام بني امية مثل مسلم بن عقبة فانه هلك في منصرفه عنها ثم هلك يزيد بن معاوية مرسله على اثر ذلك وغيرهما ممن صنع صنيعهما (شرح صحيح مسلم ص ۴۴۲ جلد ۱)

(ترجمہ) جو شخص اہل مدینہ سے کوئی برائی چاہے اسے اللہ تعالیٰ اس طرح پگھلا دیں گے جیسے سکہ آگ میں بہہ نکلتا ہے یہ اس کی سزا ہے جو دنیا میں اہل مدینہ سے اس طرح کرے اللہ تعالیٰ ظالم کو بھی وہاں مہلت نہیں دیتے اور وہاں اسے کبھی مضبوط تسلط نہیں ملتا اسے جلدی اٹھا دیا جاتا ہے۔ جیسا کہ ان کا حال ہوا تھا جنہوں نے بنو امیہ کے دور میں اہل مدینہ سے جنگ کی مسلم بن عقبہ کو ہی دیکھئے وہ وہاں سے لوٹتے ہی ہلاک ہو گیا پھر اس کے بھیجنے والے یزید بن معاویہ کو دیکھئے اور ان جیسے دوسروں کو بھی جو مدینہ والوں سے کسی برائی کے ارادے سے گئے۔

بریلوی یزید کے چند سال اقتدار سے وہاں کی سعودی حکومت کے اقتدار پر استدلال نہیں کر سکتے وہ (۱) وہ شیخ محمد بن عبدالوہاب کے پیروکاروں کو کافر بالیقین قرار دیتے ہیں۔ علی الاعلان کہتے کہ وہابی کافر ہیں مگر وہ یزید کو کافر نہیں کہتے۔ (۲) یزید چند سالہ اقتدار کے بعد ہلاک ہوا حکومت اس کی نسل سے نکل گئی۔ ملک عبدالعزیز آل سعود کو سعودی حکومت قائم کئے ایک صدی ہونے کو ہے۔ جو قدرت کے ہاں وقت کا سب سے بڑا پیمانہ ہے اس دوران اس مدت میں جو غلطی بھی کی ہو دیکھئے اللہ تعالیٰ اس کی

اصلاح کے لئے کسی مجدد کو بھیجتے ہیں۔ یہ کیسے مان لیا جائے کہ یہ صدی کا طویل وقفہ ابھی چند روزہ وقفہ ادھر ہے وہاں تو دجال بھی داخل نہ ہو سکے گا۔ اس امت میں کتنے لوگوں نے مرزا غلام احمد کی طرح نبوت کے دعوے کئے اور دجال کہلائے کیا مدینہ منورہ سے بھی کوئی مدعی نبوت اٹھا۔ ایسا نہیں ہوا کیونکہ مکہ اور مدینہ کی پاک زمین کو دجال کے ناپاک قدموں سے حفاظت دی گئی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: لایدخل المدینة رعب المسیح الدجال لها یومئذ سبعة ابواب علی کل باب ملکان (رواه البخاری جلد ۲)

امریکی فوجوں کے آنے سے بریلویوں کا استدلال

بریلوی مکہ و مدینہ پر کفر کا قبضہ ماننے کے لئے بری سے بری چال چلنے سے بھی نہیں تھکتے۔ حالانکہ یہ وہ حرم پاک ہے جس میں کفر و شرک کو دوبارہ لانے سے خود شیطان بھی مایوس ہو چکا۔ مگر بریلویوں کی سوچ اتنی غلیظ ہے کہ وہ وہاں نصاریٰ کا قبضہ ثابت کرنے سے بھی شرم محسوس نہیں کرتے۔ حضرت جابر بن عبداللہ (۷۳ھ) کہتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

ان الشیطان قد ایس من ان یعبده المصلون فی جزیرة العرب (مشکوٰة ص ۱۹)

(ترجمہ) بے شک شیطان مایوس ہو چکا کہ اب عرب پھر کفر و شرک میں عود کریں۔ اور وہاں شیطان کی عبادت ہونے لگے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی (۱۰۵۲ھ) اس حدیث کا حاصل ان لفظوں میں بیان کرتے ہیں۔

ان الشیطان قد ایس من ان یتبدل دین الاسلام و یظهر الاشراك و یستمر و یسیر الامر کما کان من للمعات (التنقیح جلد ۱ ص ۱۲۷)

اس سے پتہ چلا کہ اب بھی وہاں دین اسلام کسی اور دین سے تبدیل نہ کیا جا سکے گا اور مشرکوں کو کبھی وہاں قبضہ نہیں ملے گا شرک آئے بھی تو اسے استقرار نصیب نہیں ہو سکتا۔

امریکی فوجیں وہاں خود آئی ہیں یا سعودی حکومت نے انہیں اجازت دی ہے؟ اگر وہ سعودی حکومت کی اجازت سے وہاں آئی تھیں تو جزیرہ عرب پر قبضہ سعودی حکومت کا تسلیم کیا جائے گا یا امریکہ کا؟

بریلوی جب اس کے جواب سے عاجز آجاتے ہیں تو کہتے ہیں کہ اگر مکہ اور مدینہ میں دونوں قبضے ہو جائیں تو کیا حرج ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ اگر یہ ہوا ہوتا کہ وہاں کافروں کی حکومت قائم ہو چکی ہے تو اس سے حضور اکرم کی بے شمار احادیث کی تکذیب ہوئی۔ معلوم نہیں یہ بریلوی کیوں کوششیں کر رہے ہیں کہ (معاذ اللہ) حضور کی باتیں غلط ثابت ہوں ہم یقین کرتے ہیں کہ حضور کا یہ ارشاد بالکل برحق ہے اور کبھی یہ غلط ثابت نہ ہوگا۔ امام مالک (۱۷۹ھ) روایت کرتے ہیں۔ کہ حضور نے فرمایا۔

لا يجتمع دينان في جزيرة العرب (موطا امام مالك ص ۳۶۱)

امام ابو حنیفہ کے شاگرد محدث عبدالرزاق (۲۱۱ھ) بھی روایت کرتے ہیں۔

ان النبي صلى الله عليه وسلم قال في مرضه الذي مات فيه لا يجتمع بارض الحجاز دينان (المصنف ۳ ص ۱۴۴)

(ترجمہ) آنحضرت ﷺ نے حجۃ الوداع کے خطبہ میں فرمایا حجاز کی زمین میں دو دین نہیں رہ سکتے۔ قیامت واقع ہونے سے مکہ و مدینہ میں تباہی تو ہوگی لیکن کفر و شرک وہاں تب بھی قبضہ نہ پا سکے گا۔ اور یہ کب ہوگا؟ جب حافظوں کے سینوں سے قرآن اٹھا لیا جائے گا علامہ عینی ۸۵۵ھ قرطبی مالکی (۶۷۱ھ) سے نقل کرتے ہیں

ان خرابه يكون بعد رفع القرآن من الصدور والمصاحف وذلك بعد موت عيسىٰ عليه السلام و هو الصحيح

(ترجمہ) یہ جزیرہ عرب کی بربادی اس وقت ہوگی جب قرآن سینوں اور تحریرات سے اٹھا لیا جائے گا اور یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت کے بعد ہوگا یہی بات صحیح ہے۔ (عمدۃ القاری جلد ۹ ص ۲۳۳)

امام بخاری نے ذوالسویقتین کی اس حدیث پر یہ باب باندھا ہے۔

باب قول الله تعالىٰ جعل الله الكعبة البيت الحرام قياماً للناس (پ المائدہ آیت ۹۷)

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ کا ارشاد کہ اس نے بیت اللہ کعبہ شریف کو لوگوں کے باقی رہنے کا نشان بنایا ہے۔

اس سے پتہ چلا کہ کعبہ قیام عالم کا نشان ہے جب تک کعبہ آباد ہے یہاں دینی اور دنیوی برکتیں ہیں

اسلام کی ہیں بریلویوں کو نہ چاہیئے کہ وہ اپنے عقیدہ بریلویت کو ثابت کرنے کے لئے مکہ و مدینہ کی آبرو سے کھیلیں اور عوام میں یہ غلط بات پھیلائیں کہ اب ہمیشہ کے لئے سعودی عرب پر امریکہ کا قبضہ ہو چکا ہے کہ وہاں نام کی عملداری ہے سعودی حکومت اور امریکی فوجیں دونوں مل کر وہاں نظام چلا رہی ہیں۔ اور وہاں اب دو دین جمع ہو چکے ہیں۔ (استغفر اللہ العظیم)

یاد رکھئے وہاں سے امریکی فوجیں جا کر رہیں گی اسلام کا وہاں قبضہ فتح مکہ سے لے کر قیامت تک موجود ہے۔ اب بھی امریکی فوجیں وہاں بزراہ اجازت ہیں۔ از راہ حکومت نہیں اور نہ وہاں کوئی غیر مسلم حکومت کبھی ہو سکے گی۔ بریلوی اپنے غلط عقیدے کو ثابت کرنے کے لئے (کہ وہابی کافر ہیں اور مکہ و مدینہ میں کافر حکومت ہو سکتی ہے) سعودی عرب میں امریکی فوجوں کا استقبال کر رہے ہیں اور دل سے چاہتے ہیں کہ امریکی فوجیں وہاں استحکام سے رہیں تاکہ انہیں یہ پروپیگنڈہ کرنے کا موقع ملے کہ مکہ و مدینہ پر پھر سے کافروں کا قبضہ ہو چکا ہے۔

آغا تیغ درمیان کن

اتنی نہ بڑھا پاکی داماں کی حکایت   دامن کو ذرا دیکھ، ذرا بند قبا دیکھ

انسانوں کے بنیادی حقوق سے بریلویوں کا استدلال

کبھی بریلوی انسانوں کے بنیادی حقوق کے حوالے سے مکہ و مدینہ میں کافروں کا داخلہ درست قرار دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ اگر کوئی ایسی صورت ہو بھی تو یہ داخلہ از راہ اجازت ہوگا بطریق حکومت نہ ہوگا۔ اور ہم اس کے خلاف نہیں لیکن اس سے یہ کسی طرح ثابت نہیں ہوتا کہ مکہ و مدینہ پر کافروں کی حکومت ہو سکتی ہے اور یہ کہ وہابی کافر ہیں جو مکہ و مدینہ پر حکمران ہیں اور یہ کہ ان کے مقرر کردہ اماموں کے پیچھے نماز جائز نہیں۔

تین سوال اور ان کے جواب

۱۔ مکہ مکرمہ یا مدینہ منورہ کے کسی ہسپتال میں کسی مریض کے اپریشن کے لئے کسی غیر مسلم ڈاکٹر کو جو عالمی شہرت رکھتا ہے وہاں لانا ہو تو کیا اس کی اجازت ہے؟

الجواب:

۱۔ بین الاقوامی تجارت کے ماہرین حجاز میں اپنی مصنوعات کی نمائش کرنے آتے ہیں تو کیا انہیں روکا جائے۔
یا انہیں حرم میں داخلہ کی اجازت دی جاسکے گی۔ پہلی صورت میں کیا یہ اس علاقے پر زیادتی نہ ہوگی کہ
ان پر ایک بین الاقوامی تجارتی راہ بند کردی گئی ہے؟
۲۔ سائنسی ترقی کے اس دور میں حجاز میں کارخانوں اور ملوں کی نئی تعمیر میں غیر مسلم ماہرین فن کو یہاں
لانا پڑیں صورت کہ اس تجربہ کے لوگ اس وقت مسلمانوں سے اس قیمت پر نہ مل سکیں کیا ممنوع رہے
گا یا انہیں اس ضرورت سے یہاں لانے کی اجازت ہوگی؟

جوابات

۱۔ اجازت وہ بنیاد ہے جس پر کسی بھی غیر مسلم کو کسی کام کے لئے لایا جاسکتا ہے کوئی اجازت سے آنے
والا غیر مسلم بیمار پڑ جائے تو اسے اور اس کے ساتھ اس کے کسی دیکھ بھال کرنے والے کو یہاں
ٹھہرنے کی اجازت دی جاسکتی ہے۔
حافظ ابن قدامہ الحنبلی (۶۲۰ھ) لکھتے ہیں۔

وإذا مرض في الحجاز جازت له الإقامة لأنه يشق الانتقال على المريض و
تجوز الإقامة لمن يمرضه لأنه لا يستغني عنه (المغني جلد ۸ ص ۳۵۰)
(ترجمہ) جب کوئی غیر مسلم حجاز میں بیمار پڑ جائے تو اسے وہاں ٹھہرنا جائز ہوگا کیونکہ مریض کو کہیں
لے جانا بہت مشکل ہوتا ہے اور اسے ٹھہرنا جائز ہے جو اس کی تیمارداری کرے کیونکہ اس سے استغناء
نہیں برتا جاسکتا۔

۲۔ يجوز لهم دخول الحجاز للتجارة لأن النصارى كانوا يتجرون إلى
المدينة في زمن عمر (أيضاً ص ۵۲۹)
(ترجمہ) غیر مسلموں کا تجارت کے لئے حجاز آنا جائز ہے حضرت عمرؓ کے زمانے میں عیسائی مدینہ میں
تجارت کے لئے آتے تھے۔

ورنہ وہ اپنی سفری دستاویز کی تصدیق حاصل کرنے کے لئے ارض حرم کا سفر نہ کرتے جو بھی انہوں نے اختیار کیا تھا۔ ان کے اس سفر کی اصلی غایت علماء حرمین سے علماء دیوبند کی تکفیر کی سند لینا تھی افسوس جب علماء کی سوچ مرکز اسلام کے لئے اس درجہ گر جائے تو اسلام کے اتفاق و اتحاد کے پھول کہاں کھلیں گے۔

مولانا احمد رضا خاں کا یہ عقیدہ ہے کہ نہ تھا افسوس ان بریلویوں پر ہے جو رضوی بھی کہلاتے ہیں اور پھر مکہ اور مدینہ کے اماموں اور حکمرانوں کو کافر بتاتے ہیں۔ عورتوں کا عرسوں پر جانا جائز سمجھتے ہیں۔ اور اس مسئلے میں مولانا احمد رضا خاں کو غلط سمجھتے ہیں۔ مولانا احمد رضا خاں نے عورتوں کا عرسوں پر جانا حرام قرار دیا ہے۔ ان کے ہاں عورتوں کو ماسوائے روضہ رسول کے اور کسی قبر پر جانے کی اجازت نہیں۔ مولانا احمد رضا خاں لکھتے ہیں۔

عورتوں کو مزارات اولیاء اور مقابر عوام دونوں پر جانے کی ممانعت ہے۔ (احکام شریعت ۲ص ۱۵۵)

عورتوں کی مزارات پر حاضری

جس وقت گھر سے (مزارات پر جانے کا) ارادہ کرتی ہے لعنت شروع ہو جاتی ہے اور جب تک واپس آتی ہے ملائکہ لعنت کرتے رہتے ہیں۔ سوائے روضہ انور کے اور کسی مزار پر جانے کی اجازت نہیں (ملفوظات ۲ص ۱۱۵۔ ۲۵۵)

روضہ انور کی حاضری کے لئے ولو انہم اذ ظلموا انفسہم جاؤوک کا عموم موجود ہے۔ اور حضور کی خدمت میں (زندگی میں) حاضری اور بعد الوفات حاضری دونوں ایک حکم میں ہیں۔ سو عورتوں کو جہاں کسی اور مزار پر جانے کی اجازت نہیں روضہ اطہر پر حاضری کی عام اجازت ہے آپ لکھتے ہیں۔

"جب گھر سے چلتی ہے سب طرف سے شیطان اسے گھیر لیتے ہیں۔ اور جب قبر پر آ جاتی ہے میت کی روح اسے لعنت کرتی ہے اور جب پلٹتی ہے اللہ کی لعنت کے ساتھ پھرتی ہے۔" (فتاوے افریقہ ص ۸۲)

بریلوی مولانا احمد رضا خاں کے ان دونوں مسئلوں کو نہیں مانتے (۱) مکہ و مدینہ پر پھر سے کفر کا قبضہ

نہیں ہو سکتا۔ وہ کہتے ہیں کہ وہاں کفر کا قبضہ پھر سے ہو سکتا ہے بلکہ ہو گیا ہوا ہے اور اب وہاں کے اماموں کے پیچھے نماز جائز نہیں۔ (۲) عورتوں کو عرسوں اور قبروں پر جانے کی اجازت نہیں۔ بریلوی عورتیں وہاں جانے سے نہیں رکتیں بریلوی ان دونوں مسئلوں میں مولانا احمد رضا خاں کے خلاف ہیں۔ مولانا احمد رضا خاں کی وفات پر سے ناکام ہوئے پر اپنی بریلویت میں خاصے کمزور پڑ گئے تھے۔
تاہم یہ جذبہ ان میں پھر بھی رہا کہ ان کی مجددیت اپنی جگہ نمایاں ہو کر رہے گو اس میں انہیں امت کے پہلے چودہ سو سال کے مستند علماء سے کتنا ہی اختلاف کیوں نہ کرنا پڑے اپنی اس خواہش کی تکمیل کے لئے انہوں نے محدثین دہلی کے علمی اعتماد کو مجروح کرنے کے لئے ایک نیا ترجمہ قرآن لکھا اور مترجمین دہلی کے پہلے تراجم قرآن پر عقیدہ عصمت کو مجروح کرنے کی تہمت لگا دی۔ اعاذنا اللہ منہا۔ مولانا فضل حق رسول بدایونی ان کے فرزند مولانا عبدالقادر بدایونی اور مولانا احمد رضا خاں نے دہلی کی علمی مسند کو جسے بیت علم الحنفیہ کہا جاتا تھا رد کرنے کی بہت کوشش کی علماء دیوبند نے محدثین دہلی کے تراجم قرآن کو اپنے ہاں پورا اعتماد دیئے رکھا یہی ایک وجہ تھی جس کے باعث مولانا عبدالقادر بدایونی اور مولانا احمد رضا خاں علماء دیوبند کے خلاف اٹھے ان کا اصل مقصد پہلے دور کے علماء اہل سنت سے عوامی اعتماد کو اٹھانا تھا۔

اب ان کا یہ عقیدہ بن گیا کہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے مولانا حضرت شاہ رفیع الدین محدث دہلوی اور حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلوی عقیدہ عصمت انبیاء کے خلاف تھے آپ نے اپنے اس عقیدہ کو منوانے کے لئے کس طرح محنت کی یہ ایک طویل داستان ہے۔

آپ اسے مطالعہ کرنا چاہتے ہیں تو یہاں مولانا احمد رضا خاں کا اس نئے ترجمہ قرآن کے حوالے سے ایک اور تعارف کرتے جائیں ہاں وہ بریلوی علماء لائق تحریک ہیں جنہوں نے کھلے بندوں مولانا احمد رضا خاں کے اس ترجمہ کو غلط کہا۔

تذکرہ شاہ ولی اللہؒ

مصنف: حضرت مولانا مناظر احسن گیلانی

حضرت شاہ ولی اللہؒ بارہویں صدی ہجری کی ان ممتاز شخصیات میں سے ایک تھے، جن کی ذات سے ہندوستان کی تعمیر و ترقی اور سیاسی انقلاب کے کئی اہم واقعات وابستہ ہیں، موجودہ وقت میں ہندوستان کے اندر چاہے علمی گفتگو کی جائے یا سیاسی اس کے سلسلہ نسب کا ایک سرا حضرت شاہ صاحب پر جا کر رک جاتا ہے۔

ابتدائی وقت میں ہی انہوں نے مسلمانوں کو سیاسی حالات کے بھنور سے نکالنے اور ان کے اندر نئی سیاسی روح پھونکنے کی کوشش کی، عوام کو ایک صف میں کھڑا کرکے برطانوی حکومت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرنے کا ان کے اندر جذبہ بیدار کیا۔

ظاہر ہے کہ ان کو ایسے وقت میں قدم قدم آزمائشی دور سے گذرنا پڑا ہوگا۔ لیکن وہ آزمائشیں تھیں کیسی۔ آخر ان کو اس صورت حال میں کیسے کیسے مسائل کا سامنا کرنا پڑا، کیسی کیسی رکاوٹیں سامنے آئیں۔ کن کن مراحل سے آپ کو گذرنا پڑا۔ حضرت مولانا گیلانیؒ کی یہ کتاب دراصل ایسے ہی بیشمار سوالوں کا جواب ہے مولانا گیلانی نے اس کتاب میں حضرت شاہ صاحب اور ہندوستان کی سیاسی حالت کے تعلق سے جن حقائق کی نقشہ کشی کی ہے حقیقت یہ ہے کہ اتنے خوبصورت انداز میں اس پوری تفصیل کا لکھ دینا یہ ان کا ہی حق تھا۔

مولانا کو اللہ نے بے پناہ علمی صلاحیت سے نوازا ہے، ان کی امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ انہوں نے جس موضوع پر بھی قلم اٹھایا اور قلم کا رخ جس سمت بھی کیا۔ اس کا حق اس طرح ادا کیا کہ بعد والوں کے لیے اس پر کچھ لکھنے کی گنجائش نہیں چھوڑی۔ یوں تو حضرت شاہ صاحب کی سیاسی زندگی پر بہت سے لوگوں نے لکھ کر ان کے احسانات کا اعتراف کیا مگر سچ یہ ہے کہ انہوں نے جس مرتب انداز میں حضرت شاہ صاحب کی سیاسی زندگی کا خاکہ پیش کیا ہے اس سے جہاں حضرت شاہ صاحب کی سیاسی زندگی کی پوری تصویر سامنے آجاتی ہے وہیں اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ مولانا کو آزادی کی تاریخ اور ہندوستان کے اندر مسلمانوں کے عروج و زوال کے واقعات سے خاصی دلچسپی رہی ہے۔

اس لیے بلا مبالغہ کہا جاسکتا ہے کہ حضرت شاہ صاحب کی زندگی کو جاننے کے لیے یہ کتاب حد درجہ مفید ثابت ہوگی۔

حافظی بک ڈپو دیوبند ۲۴۷۵۵۴ (یوپی)

صرف ایک جگہ آیا ہے مولف نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے چٹخارے لے لے کر لفظ گناہ سات دفعہ دہرایا ہے اس پر بھی معلوم ہوتا ہے اسے سکون نہیں ملا اور وہ ابھی عصمت انبیاء کی تصدیق نہیں پا سکا۔ عصمت انبیاء کے تصور میں گمراہ خود غوطے کھا رہا ہے۔

پھر اس پوری عبارت میں کہیں بھی اس نے لفظ گناہ کو نرم کرنے کی کوشش نہیں کی حالانکہ جن تراجم پر وہ چھینٹے ڈالے آ رہا ہے ان میں کئی مترجمین نے گناہ کی بجائے لفظ بھلا اختیار کیا ہے (جیسے مولانا اشرف علی تھانوی اور مولانا عبدالماجد دریابادی) معترض اندھا ہو کر چل رہا ہے اسے معلوم نہیں آگے کوئی بے گناہ بھی آ رہا ہے مس اس لفظ کو کیوں نہ نرم کر تا چلوں افسوس یہ اس کے نصیب میں نہ تھا۔

مولانا احمد سعید کاظمی نے بھی لفظ گناہ نرم کر کے اس کا ترجمہ خلاف اولیٰ کام کیا ہے مگر ذنب کی نسبت ذنبک میں حضورؐ کی طرف ہی رکھی ہے۔

آپ نے نسبت ذنب میں صرف پہلے مترجمین سے اختلاف نہیں کیا (دیکھئے البیان ترجمہ قرآن ص ۶۲۳) پیر کرم شاہ بھیروی نے بھی گناہوں کی بجائے لفظ کوتاہی اختیار کیا ہے مگر ذنب کی نسبت میں پہلے مترجمین کی پوری متابعت کی ہے اس میں کسی پر عقیدہ عصمت انبیاء کو مجروح کرنے کا چھینٹا نہیں ڈالا۔ سو اس نسبت میں احمد رضا خاں پیر کرم شاہ صاحب پر بھی عصمت نبوت کے انکار کا الزام لگا رہے ہیں۔

مولانا احمد رضا خاں کا غلط ترجمہ قرآن

مولانا احمد رضا خاں نے اس محاذ پر بھی شکست کھائی۔ بریلوی علماء نے فیصلہ دیا کہ لفظ ذنب گناہ کی نسبت حضورؐ کی طرف کرنے سے عصمت انبیاء کا عقیدہ ہرگز مجروح نہیں ہوتا اور ذنب کے معنی گناہ کرنے میں بھی اکابر امت نے کوئی باک نہیں سمجھا۔ بشرطیکہ یہ کہہ دیا جائے کہ یہاں لفظ گناہ اپنے اصل معنی پر نہیں ہے جیسا کہ احمد رضا خاں نے خود بھی کہا ہے۔

ذنبک میں ذنب کی نسبت خود حضور ﷺ نے اپنی طرف کی ہے ام المومنین حضرت عائشہؓ نے بھی اسے اسی طرح سمجھا ہے۔ صحابہ کرامؓ میں حضرت مغیرہ بن شعبہ (۵۰ھ) ، حضرت انس بن مالکؓ

(۹۳ھ)، حضرت عبداللہ ابن عباس (۶۸ھ)، حضرت بلالؓ (۲۰ھ) نقل کرا کے حضورؐ کی طرف نسبت کرتے ہیں۔ تابعین اور تبع تابعین میں امام المفسرین حضرت مجاہد (۱۰۰ھ)، امام حسن بصری (۱۱۰ھ) اور سفیان الثوری (۱۶۱ھ) جیسے بزرگ لفظ "ذنب" کی نسبت واضح طور پر حضور ﷺ کی طرف ہی بتاتے ہیں اور عصری علماء کے جم غفیر میں سے بھی کوئی اس کی تردید نہیں کرتا۔

بریلویوں کے اس سے اختلاف کا باعث مولانا احمد رضا خاں کا ترجمہ قرآن کنز الایمان ہے جس میں قرآنی لفظ ذنبک میں ذنب کی نسبت حضورؐ کی طرف نہیں خلاف قواعد عربی دوسروں کی طرف کی گئی جو بریلوی عربی سے ناواقف ہیں وہ مولانا احمد رضا خان کی اس غلطی کو سمجھنے کی استعداد نہیں رکھتے۔ لیکن ان کے ہاں ترجمہ کنز الایمان پر ایمان لانا بلا شرط شئی لازم ہے وہ کہتے ہیں ہم اس کے خلاف کسی کی نہ سنیں گے۔ اعلحضرت سے کوئی غلطی ہو ہی نہیں سکتی۔

جب ان کو بتایا گیا کہ کنز الایمان کے اس ترجمہ میں (۱) خود حضور ﷺ کی مخالفت کی گئی ہے (۲) ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ کی مخالفت کی گئی ہے (۳) بڑے بڑے جلیل القدر صحابہؓ کی مخالفت کی گئی ہے (۴) امام مجاہد (۱۰۰ھ) اور امام حسن بصری (۱۱۰ھ) جیسے کبار تابعین کی مخالفت کی گئی ہے (۵) امام سفیان ثوری (۱۶۱ھ) جیسے تبع تابعین کی مخالفت کی گئی ہے (۶) امت کے بڑے بڑے علماء جیسے امام غزالیؒ، امام رازیؒ، حافظ ابن حجر عسقلانیؒ، علامہ قسطلانیؒ، شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ اور مولانا عبدالرحمن جامی کی مخالفت کی گئی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ اعلحضرت سے کوئی غلطی نہیں ہو سکتی ہم ان کے خلاف کسی کی نہ سنیں گے گو ساری امت ایک طرف ہو جائے۔ اس پر حیدرآباد کے مولانا ابوالخیر محمد زبیر نے ان غالی بریلویوں کے بارے میں مسلمانوں کو بتایا۔

ان (بریلویوں) کے نزدیک اعلحضرت فاضل بریلوی کا مرتبہ حضور اکرم ﷺ سے بڑھ کر ہے۔

استغفر اللہ العظیم (مغفرت ذنب ص۶ سطر۴)

پیشتر اس کے کہ ہم ان غالی بریلویوں سے کٹنے والے ان کے معتدل علماء کو ان کی اس حق پرستی پر داد دیں اور پیشتر اس کے کہ ہم ان دو حلقوں کا نقطۂ اختلاف آپ کے سامنے لائیں مناسب ہوگا کہ ہم

ہیں حالانکہ خدا تعالیٰ نے آپ کے پہلے اور پچھلے ذنب معاف کر دیئے ہوئے ہیں آپ نے فرمایا کیا مجھے یہ پسند نہیں کہ میں اللہ کا شکر گزار بندہ ہوں؟ (آپ نے حضرت عائشہ کے استدلال کی تردید نہیں کی کہ یہ ذنب سے میرے گناہ مراد نہیں یہ میری امت کے گناہ ہیں۔

یہ قریب قریب وہی الفاظ ہیں جو قرآن پاک کے ہیں۔ یغفرلک اللہ ما تقدم من ذنبک و ما تاخر۔ انہیں حضرت عائشہ نے حضورؐ کے سامنے اس طرح پیش کیا ہے کہ یہاں حضورؐ کی اپنی مغفرت ذنب مذکور ہے حضورؐ نے بھی یہ نہیں فرمایا کہ اس میں میرے ذنب مراد نہیں میرے اگلوں اور پچھلوں کے گناہ مراد ہیں۔ یہ کہنا کہ ذنب کی نسبت حضورؐ کی طرف کی جائے تو اس سے عصمت نبوت مجروح ہوتی ہے کسی ایسے شخص کا کام نہیں ہو سکتا جو حضرت ام المومنین سے کچھ بھی عقیدت رکھتا ہو سو اس آیت کا کنز الایمان میں دیا ترجمہ کسی طرح بھی درست نہیں۔ اب دیکھئے کہ دوسرے صحابہ کرامؓ نے اس آیت میں مغفرت ذنب سے کیا سمجھا وہ حضرات جن میں قرآن کریم اترا اسے مولانا احمد رضا خاں سے تو یقیناً بہتر سمجھتے تھے۔

صحابہ کرامؓ نے ذنبک میں ذنب کی نسبت کدھر کی اسے غور سے ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ (۵۰ھ) کہتے ہیں۔

قام النبی صلی اللہ علیہ وسلم حتی تورمت قدماہ فقیل له غفر الله لك ما تقدم من ذنبك وما تاخر قال افلا اکون عبداً شکوراً (بخاری جلد ۲ ص ۷۱۶، صحیح مسلم ۲ ص ۳۷۷)

(ترجمہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں تک قیام لیل کیا کہ آپ کے دونوں قدم مبارک پھول گئے آپ سے کہا گیا (تمام صحابہ نے کہا ہوگا) آپ کے تو اگلے پچھلے سب ذنوب کی مغفرت ہو چکی (آپ اتنی مشقت کیوں فرماتے ہیں) آپ نے جواب میں کہا کیا میں اپنے پروردگار کا شکر گزار بندہ نہ ہوں۔

اس سے بھی واضح ہوا کہ حضورؐ اس آیت میں مغفرت ذنوب اپنے ہی سمجھتے ہیں نہ کہ اپنے اگلوں

پچھلوں کے لئے جیسے کہ احمد رضا خاں نے سمجھا ہے۔

۲۔ حضرت انس بن مالکؓ (۹۳ھ) کہتے ہیں

نزلت على النبي ﷺ ليغفر لك الله ما تقدم من ذنبك وما تأخر مرجعه من الحديبية قال النبي ﷺ لقد انزلت علي الليلة آية احب الي مما على الارض ثم قرأها عليهم النبي ﷺ فقالوا هنيئا مريئا يا نبي الله بين الله عز وجل ما يفعل بك فماذا يفعل بنا فنزلت عليه صلى الله عليه وسلم ليدخل المؤمنين والمؤمنات جنات تجري من تحتها الانهار (اخرجه في الصحيحين من رواية قتادة تفسير ابن كثير ص ۲۳۲)

(ترجمہ) نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر حدیبیہ سے واپسی پر آیت اتری۔ لیغفر اللہ ما تقدم من ذنبك وما تأخر تو حضورؐ نے فرمایا آج رات مجھ پر ایک ایسی آیت نازل ہوئی ہے جو مجھے کل زمین پر پھیلے خزانوں سے زیادہ محبوب ہے پھر آپ نے وہ آیت پڑھی صحابہؓ نے آپ کو مبارک باد دی اور کہا اے اللہ کے نبی! اللہ تعالیٰ نے آپ کو تو آپ کا انجام بتا دیا ہے، ہمارا کیا ہوگا، اس پر بھی کیا کوئی آیت اتری ہے؟ سو اتنے میں حضورؐ پر یہ آیت اتری۔

اللہ ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو باغوں میں لے آئے گا جن کے نیچے نہریں چلتی ہوں گی۔ (پ ۲۶ الفتح)

اس سے پتہ چلا کہ آپ کے اگلے پچھلے امتیوں کے انجام کی خبر اس آیت میں دی گئی ہے۔ سو پہلے حصہ میں آپ کے اپنے مغفرت ذنب کی بشارت ہے نہ کہ آپ کی امت کی مغفرت ذنب، جیسا کہ مولانا احمد رضا خاں نے اس آیت سے سمجھا ہے

۳۔ ابو سلمہ کے بیٹے عمرؓ نے حضورؐ سے پوچھا کیا روزہ دار روزے کی حالت میں بیوی کا بوسہ لے سکتا ہے؟ آپ نے اسے کہا یہ اپنی والدہ ام سلمہ سے پوچھو۔ حضرت ام سلمہ نے اسے بتایا کہ حضورؐ بھی ایسا کر لیتے تھے اس پر عمرؓ نے حضورؐ سے کہا

یا رسول اللہ قد غفر اللہ لک ما تقدم من ذنبک وما تاخر (صحیح مسلم جلد ۱ ص ۳۵۳)

حضورؐ نے اس پر انکار فرمایا اور یہ کہا

انا واللہ انی لاتقاکم و اخشاکم لہ

بخدا میں تم سب سے زیادہ تقویٰ والا ہوں اور خدا سے زیادہ ڈرنے والا ہوں۔

یہاں بھی حضورؐ نے حضرت عمر بن ابی سلمہ کی اس بات کی تصدیق نہ کی کہ آیت لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک میں حضور کی اپنی مغفرت ذنب مراد ہے نہ کہ امت کے اگلوں پچھلوں کی۔ جیسا کہ احمد رضا خاں نے کنز الایمان میں سمجھا ہے امام نووی بھی اسے اسی طرح تسلیم کرتے ہیں۔

لا حرج علیہ فیما یفعل لانہ مغفور لہ

(ترجمہ) آپ جو بھی کریں وہ آپ کے لئے نقصان دہ نہیں کیونکہ آپ کی مغفرت ہو چکی ہے۔

پوچھنے والے کی مراد یہ تھی کہ آپ پر کوئی حرج نہیں آپ جو بھی کریں قرآن پاک میں آپ کے لئے مغفرت ذنب کی بشارت آ چکی ہے۔

آپ نے اس پر فرمایا میں تقویٰ اور خشیت کے سب سے اونچے مقام پر ہونے کے سبب کوئی ایک بات نہیں کرتا جس سے اللہ راضی نہ ہو (او کما قال النبیؐ)

۴۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے جو بہتر ترجمان القرآن ہو نہیں ہو سکتا ہے امام بیہقی اور امام طبرانی روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا۔

قال اللہ تعالی لمحمد صلی اللہ علیہ وسلم انا فتحنا لک فتحاً مبیناً لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک و ما تاخر (دلائل النبوۃ جلد ۵ ص ۳۸۳ مجمع الزوائد جلد ۹ ص ۲۵۰)

۵۔ حضرت عائشہؓ (۵۷ھ)

آپ نے فرمایا تو کیا میں اپنے پروردگار کا شکر گزار بندہ نہ بنوں اور شکریہ میں گریہ وزاری کیوں نہ

کروں جب کہ اللہ تعالیٰ نے آج کی شب مجھ پر یہ آیت مبارکہ نازل فرمائی ہے:

ان فی خلق السموات والارض واختلاف الیل والنھار لآیۃ

بڑی تباہی ہے اس شخص کے لئے جس نے ان آیتوں کو پڑھا اور ان پر غور نہیں کیا (صحیح ابن حبان جلد تاریخ ابن عساکر جمعہ معارف القرآن جلد ص ۲۶)

ایک رات حضور ﷺ بستر سے اٹھے وضو فرمایا پھر نماز کے لئے کھڑے ہوئے ام المومنین حضرت عائشہ کہتی ہیں۔

آپ قیام میں اس قدر روئے کہ آپ کے آنسو سینہ مبارک پر بہہ گئے پھر رکوع فرمایا اور اس میں بھی روئے پھر سجدہ کیا اور سجدہ میں بھی روئے پھر سر اٹھایا اور مسلسل روتے رہے یہاں تک کہ صبح ہوگئی۔

حضرت بلال آئے اور حضور کو نماز کی اطلاع دی بلال کہتے ہیں کہ میں نے عرض کی کہ حضور آپ اس قدر کیوں گریہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے تو آپ کے اگلے پچھلے تمام گناہ معاف فرما دیے ہیں۔

صحابہ کرامؓ کی ان پانچ کھلی شہادتوں کے بعد اب حضرت عیسیٰ بن مریم کی ایک اور شہادت بھی لیجئے ابھی آپ پیدا بھی نہ ہوئے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم کو بتا دیا تھا کہ اللہ تعالیٰ تیرے اس بچے کو تورات وانجیل کے علاوہ کتاب وحکمت کی تعلیم بھی دیں گے۔

و یعلمہ الکتاب والحکمۃ والتورۃ والانجیل ورسولا الی بنی اسرائیل (پ ۳ آل عمران ۴۸)

(ترجمہ) اور اللہ تعالیٰ اسے کتاب وحکمت کی تعلیم بھی دیں گے اور تورات اور انجیل بھی سکھائیں گے اور رسول آپ صرف بنی اسرائیل کی طرف ہی ہوں گے۔

حضرت عیسیٰ کی شہادت کہ یہاں حضور ہی کی مغفرت ذنب مراد ہے

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ حشر کے دن جب امتیں اپنے اپنے پیغمبروں سے شفاعت کے لئے کہیں گی تو ہر پیغمبر اپنی طرف سے کچھ معذرت کرے گا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب کہیں گے کہ میں اس مقام پر نہیں کہ آج اللہ رب العزت کے حضور کچھ عرض کر سکوں تم حضرت محمد ﷺ کے

ہے اس پر ہم افسوس کے سوا اور کچھ نہیں کہہ سکتے۔ صحابہؓ کے بعد تابعین کی شہادت کہ مغفرت کی نسبت حضورؐ کی طرف ہی ہے ملاحظہ فرمائیں:۔

امام تفسیر امام مجاہد(۱۰۰) فرماتے ہیں۔

ما تقدم من ذنبك قبل الرسالة وما تاخر بعدها قاله مجاهد (بحوالہ تفسیر قرطبی جلد ۹ ص ۶۰۸۴)

امام حسن بصری(۱۱۰ھ) لکھتے ہیں۔

ليغفر الله لك ما تقدم من ذنبك وما تاخر۔ قال الحسن كان النبيؐ ياخذه العبادة حتى يخرج على الناس كانه الشن البالي و كان اصبح الناس فقيل له يا رسول الله اليس قد غفر الله لك قال افلا اكون عبداً شكورا (تفسیر امام حسن بصری جلد ۵ ص ۴۳)

اس میں حضورؐ نے صراحت سے تسلیم فرمایا ہے کہ یہاں ليغفر الله لك الله میں حضورؐ کی ہی مغفرت ذنب مراد ہے۔

امام سفیان الثوری بھی اسی کی تائید کرتے ہیں۔

و قال سفيان الثوری (۱۶۱ھ) ليغفر الله لك ما تقدم من ذنبك ما عملته في الجاهلية من قبل ان يوحى اليك و ما تاخر كل شئي لما نعمله (ايضاً)

ان اعیان امت کی شہادت بھی ملاحظہ کیجئے

۱۔ شیخ عزالدین بن عبدالسلام نہایۃ السول فیما صح من تفضیل الرسول میں لکھتے ہیں:۔

فضل الله نبياً صلى الله عليه وسلم على سائر الانبياء بوجوه منها ان الله تعالى اخبر انه غفرله ما تقدم من ذنبه وما تاخر (جواہر البحار علامہ یوسف بن اسمعیل جلد ۴)

۲۔ شیخ ابونصر احمد بن الحسن البخاری (۵۴۰ھ) پہلے فارسی مفسر ہیں وہ اس آیت کا ترجمہ اس طرح کرتے ہیں:۔

ليغفر لك الله ما تقدم من ذنبك وما تأخر تا بیامرزد خدای عز وجل تا ای محمد زلت گذشته تو و آن گذشته تو مقابله این رنج کشیدن وصیت به عطیه کمین زراء مقابله تا کردن مصحف را علیه السلام ایمن کرد (تفسیر زاہدی جلد ۴ ص ۴۴۳)

۳۔ امام فخر الدین رازی (۶۰۶ھ) لکھتے ہیں جب لیدخل المومنین والمومنات میں تمام مومنوں کا جنت میں جانا علیحدہ مذکور ہے تو اب کون کہہ سکتا ہے کہ آیت کے پہلے حصے میں ما تقدم من ذنبک سے امت کے گناہ مراد ہوں گے۔

ان يكون الخطاب معه والمراد المومنون وهو بعيد لافراد المومنين بالذكر

(ترجمہ) حضور سے خطاب ہو اور اس سے تمام مومن مراد لیے جائیں یہ بات عقل سے بہت دور ہے کیونکہ مومنین کا ذکر اس موضوع پر الگ علیحدہ مذکور ہے۔

۴۔ حافظ ابن کثیر (۷۷۴ھ) لکھتے ہیں۔ حضور ﷺ کے سوا کسی اور کے لئے یہ ثواب منقول وارد نہیں کہ اس کے اگلے پچھلے سب ذنب معاف کر دیے گئے ہوں۔ یہ شرف عظیم صرف آپ کو ہی دیا گیا ہے۔

هذا من خصائصه صلى الله عليه وسلم التي لا يشاركه فيها غيره وليس في حديث صحيح في ثواب الاعمال لغيره غفر له ما تقدم من ذنبه وما تأخر وهذا فيه تشريف عظيم لرسول الله صلى الله عليه وسلم (تفسير ابن كثير)

(ترجمہ) یہ بات جو یہاں کہی گئی حضور کی خصوصیات میں سے ہے کوئی اور آپ کے ساتھ اس شرف مغفرت میں شریک نہیں ہے۔

۵۔ فقہ اور تفسیر کے مشہور امام علامہ نسفی لکھتے ہیں۔

۱۔ جاز ان يكون له ذنب فامره بالاستغفار له ولكن لا نعلمه غير ان ذنب الانبياء ترك الافضل (مدارك التنزيل **جلد ۴ ص ۱۵۳**)

۲۔ ما تقدم من ذنبك وما تأخر يريد جميع ما فرط منك اويقدم من حديث

مارب وما تاخر من امر زید (ایضاً ص ۱۲۹۰)

یہ دونوں واقعات گناہ کے ذیل میں نہیں آتے تاہم حضور انہیں خلاف اولیٰ سمجھتے تھے تبھی تو آپ چاہتے تھے کہ یہ بات چھپی رہے قرآن کریم میں ہے

وتخفی فی نفسک ما اللہ مبدیہ وتخشی الناس (پ ۲۲ الاحزاب ۳۷)

حضور کا استغفار ان خلاف اولیٰ امور کے واقع ہونے سے تھا اس آیت کا ترجمہ یہ ہے۔

(ترجمہ) اور تم سے چھپاتے تھے جسے اللہ کو ظاہر کرنا منظور تھا اور تمہیں لوگوں کے طعنے کا اندیشہ تھا۔

ترجمہ مولانا احمد رضا خاں وتفسیر نور العرفان

(اور اللہ سے ڈر) اپنی بیوی پر الزام نہ لگا یا اسے بدنام نہ کر۔

اور تم اپنے دل میں رکھتے تھے وہ جسے اللہ کو ظاہر کرنا منظور تھا اور تمہیں لوگوں کے طعنے کا اندیشہ تھا اور اللہ زیادہ سزاوار ہے کہ اس کا خوف رکھو (کنز الایمان)

کیا یہ حضور کی ایک اپنی خلاف اولیٰ بات پر مغفرت کا بیان نہیں مولانا احمد رضا خاں کے پیرو یہاں حیران ہیں کہ آپ یہاں یہ ترجمہ کیسے کر گئے۔

متاخرین میں بھی بزرگوں نے ذنب کی نسبت حضور کی طرف کی ہے۔

۱۔ علامہ قسطلانی (۹۲۳ھ)

مواہب اللدنیہ میں آنحضرت ﷺ کے خصائص کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

ومنہا انہ غفر لہ ما تقدم من ذنبہ وما تاخر بالخصوصیۃ اخبارہ بذلک تعظیماً لہ ادخال السرور علیہ (مواہب اللدنیہ جلد)

۲۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی (۱۰۵۲ھ)

واز آں جملہ آنست کہ آمرزیدہ شد آنحضرت علیہ السلام ما تقدم من ذنبہ وما تاخر یعنی اگر چہ انبیاء مغفور اند تعذیب نہیں جائز نیست لیکن تصریح خبر مداوند شد بجز ایں نبی (مدارج النبوۃ جلد ۱ ص ۱۴۳)

بہترین اقوال آنست کہ ایں ذکر تشریف است مر آنحضرت را از جانب مولیٰ تعالیٰ بے آں کہ ذنب

وجود داشتہ باشد چنانچہ صاحب امر بندہ خود را گوید کہ گناہان ترا بخشیدم تو فارغ البال باش و ہیچ اندیشہ مکن اگرچہ آں بندہ گناہ نداشتہ باشد (اشعۃ اللمعات جلد ۱ ص ۱۳۲)

(ترجمہ) اس موضوع میں بہترین بات یہ ہے کہ یہ حضورؐ کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک کلمہ تشریف ہے بغیر اس کے کہ آپ سے کوئی گناہ سرزد ہو جیسے کہ مالک نے اپنے بندے کو کہا ہے کہ میں نے تیری سب لغزشیں معاف کیں اب تو بے فکر رہ کسی قسم کا غم نہ کر اگرچہ اس بندے سے کوئی گناہ واقع نہ ہوا ہو۔

۳۔

۴۔

۵۔ مولانا نقی علی خاں (ھ) والد گرامی مولانا احمد رضا خاں

آپ لکھتے ہیں:۔

دیکھو آیت مبارکہ لیغفر لک اللہ ما تقدم وما تاخر بوجود عصمت انبیاء کے وارد کبھی بادشاہ اپنے کسی خاص مقرب کو ایک قسم کی خصوصیت کے ساتھ ممتاز فرماتا ہے اور اس سے مقصود صرف عزت بڑھانا ہے نہ وقوع اس کا جیسے بعض مصاحبوں اور وزیروں کے لیے حکم ہوتا ہے ہم نے تین خون تجھے معاف کیے حالانکہ بادشاہ جانتا ہے کہ ایسے مہذب شخص سے خون کبھی واقع نہ ہوگا۔ یہاں بھی عزت اپنے محبوب کی بڑھانا مقصود ہے۔ (سرور القلوب ص ۲۷)

پھر ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں۔

خدا نے اگلے پچھلے قصور آپ کے معاف کر دیے۔ (الکلام الاوضح مولانا نقی علی خاں ص ۳۴۳)

یہاں قصور کا لفظ عام ہے گناہ کے معنی میں نہیں خلاف اولیٰ کے معنوں میں ہے۔

۶۔ مولانا نعیم الدین مرادآبادی

بریلویوں کے صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادی آیت وما ادری ما یفعل بی ولا بکم کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

لیغفر اللہ لک ما تقدم من ذنبک بعض عصاۃ السلف وما تاخر
اور یہ دراز کار تاویل ہے اور جبکہ آیت کریمہ کا صحیح محمل موجود ہے تو اس پر از تکلف تاویل کی کیا ضرورت ہے۔ (اردو شرح صحیح مسلم جلد ۲ ص ۱۰۰)

مولانا غلام رسول سعیدی یہ تحریک ہیں کہ انہوں نے مولانا احمد رضا خاں کے ترجمہ کنز الایمان کی خاطر اپنا ایمان ضائع نہیں کیا اور اس کی دھجیاں بکھیر کر رکھ دی ہیں۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ سارے بریلوی علماء مولانا احمد رضا خاں کے اندھے پیرو نہیں ہیں کچھ ایسے بھی ہیں جو مولانا احمد رضا خاں کی بات کو حضور ﷺ اور صحابہ کے ارشادات سے نیچے رکھتے ہیں۔ ان میں ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ اگر حضور ﷺ اور صحابہؓ کے اقوال کا اعتبار کیا جائے تو اس سے عصمت نبوت مجروح ہوتی ہے۔ (معاذ اللہ)۔ لہذا کنز الایمان کو پہلے تمام تراجم قرآن پر ترجیح دی جائے ورنہ ان کا ایمان نہیں بچتا [illegible] یہ ان کی نادانی اور ضد کی انتہا ہے کہ اتنی صریح غلطیاں کو بھی وہ غلط کہنے کے لئے تیار نہیں محض اس لئے کہ یہ غلطیاں کنز الایمان میں آ گئی ہیں۔ استغفر اللہ العظیم۔ اب ان غالی بریلویوں کا فتوی ملاحظہ کریں۔

مولانا ابو الخیر محمد زبیر ان غالیوں کا فتوی ان الفاظ میں نقل کرتے ہیں۔
لفظ ذنب کی نسبت حضور کی طرف قائم رکھنا یہ غلط ہے بلکہ سنگین بے ادبی و گستاخی جہالت اور گمراہی ہے۔ ایسا کرنے والا نبی کا گستاخ ہے ادب اور کافر ہے توہین رسالت کی جو سزا ہے وہ اس پر نافذ کی جائے گی جہنم اس کا مقدر ہے آخرت اس کی برباد ہوگی عبداللہ بن ابی کے ساتھ اس کا حشر ہوگا۔
(مغفرت ذنب ص ۲۰۲)

اب آپ ہی خیال فرمائیں کہ بریلویوں کے اس فتوے سے صحابہ و تابعین اور بزرگان دین کی عزت کیا مجروح نہیں ہو رہی ہے اور کیا یہ ان سب پر کافر ہونے کا فتوی نہیں؟
جو غالی بریلوی ذنب کی نسبت حضور کی طرف کرنے کو حضور کی بے ادبی اور گستاخی سمجھتے ہیں انہیں شاید معلوم نہیں کہ یہ بے ادبی اور گستاخی تو مولانا احمد رضا خاں خود بھی کر چکے ہیں۔ اب ہم انہیں اسی

مولانا ابو فتیح محمد زبیر نے ۱۹۹۸ء میں مغفرت ذنب کے نام سے ۲۰ صفحات کا ایک رسالہ لکھا اور اس میں کھلے طور پر مولانا احمد رضا خاں کے غلط ترجمہ قرآن کنز الایمان کی تردید کی اور مولانا نقی علی خاں کے رسالہ سرور القلوب کو اپنی تائید میں پیش کیا ہے۔

رسالہ مغفرت ذنب نے بریلویوں میں ایک تہلکہ مچا دیا ہے اور بریلوی علماء کی ایک بڑی تعداد مولانا محمد زبیر کی حمایت میں اٹھ کھڑی ہوئی ہے۔ یہاں تک کہ معاملہ مولانا محمد اشرف سیالوی کے سپرد کیا گیا کہ وہ بطور حکم فیصلہ صادر کریں کہ اس اختلاف میں مولانا احمد رضا خاں حق پر ہیں یا مولانا محمد زبیر اور مولانا غلام رسول سعیدی اور اس پر مولانا اشرف سیالوی نے جو فیصلہ صادر کیا وہ فیصلہ مغفرت ذنب کے نام سے حیدر آباد سے چھپ چکا ہے اور اس پر مولانا شاہ احمد نورانی اور علماء پاک و ہند و کشمیر کی سینکڑوں تصدیقات درج ہیں۔

اس فیصلے میں بس اتنی بات تو مولانا محمد زبیر کے خلاف جاتی ہے کہ انہوں نے مولانا احمد رضا خاں کے خلاف سخت زبان استعمال کی ہے۔ انہیں ان سخت الفاظ سے رجوع کرنا چاہئے لیکن نفس مسئلہ میں ان سب علماء نے مولانا محمد زبیر کو حق پر اور مولانا احمد رضا خاں کو غلط ٹھہرایا ہے۔ اور ترجمہ میں ذنب کی نسبت حضور ہی کی طرف تسلیم کی ہے۔

مولانا اشرف سیالوی کے فیصلے کے پانچ اقتباسات

۱۔ یہ الزام کہ وہ (مولانا محمد زبیر) انبیاء کرام کو بالعموم اور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو بالخصوص گنہگار مانتے ہیں سراسر بے بنیاد الزام ہے اور اس کے افترا اور بہتان ہونے میں قطعاً کوئی شک و تردد نہیں ہو سکتا۔

۲۔ صحابہ کرام مذکورہ کتابوں میں ذکر ہوا تا اس الزام کا بھی حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔ آپ کو مذہب شاہ صاحب کا عقیدہ قرار دے کر گستاخی صحابہ کی صف میں لا کھڑا کرنا تحکم اور سینہ زوری ہے۔

۳۔ ان کو گستاخی رسول کا مرتکب ٹھہرانا سراسر زیادتی ہے۔ البتہ اعلیٰ حضرت کے متعلق الفاظ کی تنقیص نظر انداز نہیں کی جا سکتی۔

مولانا محمد زبیر کا رجوع ان سخت الفاظ سے تجویز ہوا نہ کہ نفس اختلاف سے کہ مولانا احمد رضا خاں کا

ترجمہ احادیث کے خلاف ہے۔

۴۔ اسلاف کرام کے کلام سے مجدد دیگر تاویلات کے یہ تاویل (کہ ذنب کی نسبت نہ حضور کی طرف ہو) بھی ثابت ہے اب تو اس کو گستاخی قرار دے کر تکفیر و تفسیق و تضلیل سے کام لینا سراسر زیادتی اور تحکم اور سینہ زوری ہے۔

۵۔ صاحبزادہ ابو الخیر محمد زبیر صاحب سے اگر اعلیٰحضرت کے ساتھ اختلاف وہ بزبان کی برتری پر مواخذہ ضروری ہے تو اس سے شدید تر مواخذہ کے حقدار وہ حضرات بھی ہیں جنہوں نے بلا تحقیق و تفتیش اس قدر سنگین فتویٰ مولانا محمد زبیر صاحب پر لگائے اور ان کو اہل سنت سے خارج کرنے کی سعی فرمائی۔

یہ اقتباس ان اقتباسات کا خلاصہ ہیں جو مولانا اشرف علی سیالوی کے اس فیصلے کے پہلے اور دوسرے صفحے پر درج ہیں اب وہ سنگین فتوے جو ان غالی بریلویوں نے مولانا محمد زبیر پر لگائے وہ بھی دیکھ لیں۔

اس فرقے (غالی بریلویوں) کے اس نظریہ کی رو سے یہ تو صحابہ اولیاء اور مفسرین محدثین کافر ہو گئے ان کا جہنم مقدر ہو گیا ان کی آخرت برباد ہو گئی ان کا عبد اللہ بن ابی جیسا حشر ہو گا معاذ اللہ ثم معاذ اللہ
(مغفرت ذنب ص ۴)

ان غالی بریلویوں کی ان صحابہ و اولیاء سے کوئی عداوت نہیں لیکن وہ ان پر اتنا سخت فتویٰ کیوں لگا رہے ہیں صرف اس لئے کہ جس طرح بھی بن پڑے مولانا احمد رضا خاں کا ترجمہ کنز الایمان درست ثابت ہو سکے۔ مولانا احمد رضا خاں کے اس ترجمہ پر خود ان بریلویوں کے بھی دو موقف ہیں اور ان سے وہ سر مو پیچھے ہٹنے کے لئے تیار نہیں۔ محض اس کی بناء پر وہ پہلے تمام تراجم قرآن کو غلط ثابت کرنے کے درپے ہیں۔

۱۔ اس آیت میں ذنب کی نسبت حضور کی طرف نہ کی جائے یہ بے ادبی اور گستاخی ہے اس سے عصمت نبوت مجروح ہوتی ہے۔

۲۔ ذنب کا ترجمہ گناہ سے نہ کیا جائے اس میں حضور کے گناہ گار ہونے کا اقرار ہے۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ

مقصود اثبات ذنوب نیست بلکہ نفی آنست

(ترجمہ) یہاں مقصود گناہوں کا ثابت کرنا نہیں بلکہ انہیں اصلاً مٹانا ہے۔ (مدارج النبوۃ جلد ا ص ۲۷۰)

لیکن بیائید بمحمد صلی اللہ علیہ وسلم کہ بندہ ایست کہ آمرزیدہ است خدا مر او را ہر چہ پیش گذشتہ گناہان وے وہر چہ پس آمدہ (اشعۃ اللمعات ج۴ ص ۳۶۸)

(ترجمہ) لیکن تم محمد ﷺ کے پاس جاؤ آپ اللہ کے وہ بندے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے خاص آپ کے تمام گناہ جو پہلے اور پچھلے بخش دیے ہوئے ہیں۔

۲۔ حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی (۸۹۸ھ)

سبحان اللہ سوئے کہ حق سبحانہ تعالیٰ گناہ گذشتہ و آئندہ وے را آمرزیدہ است (شواہد النبوۃ رکن چہارم ص ۹۱)

(ترجمہ) اللہ پاک ہے ہر کمزوری سے۔ آپ ایسے رسول ہیں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آپ کے تمام پہلے اور پچھلے ہونے گناہ بخشے ہوئے ہیں۔

۳۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ (۱۱۷۶ھ)

عاقبت فتح آنست کہ بیامرزد ترا خدا آنچہ کہ سابق گذشت از گناہ تو وآنچہ پس ماند (فتح الرحمن ترجمہ قرآن)

(ترجمہ) اس فتح کا انجام یہ ہے کہ آپ کے لئے بخش دے خدا جو آپ کے گناہ پہلے ہوئے اور جو رہ گئے (ابھی تک نہیں ہوئے)۔

(ترجمہ) اس فتح کا انجام ہو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے سب پہلے اور پچھلے گناہ بخش دے۔

۴۔ شاہ رفیع الدین محدث دہلوی (۱۲۳۳ھ)

(ترجمہ) تاکہ بخشے واسطے تیرے خدا جو کچھ ہوا تھا پہلے گناہوں تیرے سے اور جو کچھ پیچھے ہوئے۔

۵۔ شاہ عبدالقادر محدث دہلوی (۱۲۳۰ھ)

تا کہ معاف کرے تجھ کو اللہ جو آگے ہوئے تیرے گناہ اور جو پیچھے رہے۔

۶۔ شاہ محمد اسحٰق محدث دہلوی (۱۲۶۲ھ)

جاؤ تم محمد ﷺ کے پاس ایک بندہ ہے کہ بخش دیے ہیں خدا تعالیٰ نے ان کے اگلے پچھلے گناہ۔

اور جہاں مولانا احمد رضا خان اور سلف کا اختلاف ہوا انہوں نے مولانا احمد رضا خان کا ساتھ نہیں دیا۔ یہ بات کب ہوئی؟ بیسویں صدی کے آخری عشرہ میں۔ اس میں بریلوی کہلانے والوں کی غالب اکثریت مولانا احمد رضا خان کے دین و مذہب سے نکلتی دکھائی دے رہی ہے اور وہ دن دور نہیں جب لوگ بزرگوں کی اندھی عقیدت میں کتاب و سنت سے نکلنے کو واقعی بڑا بوجھ سمجھیں گے۔

مولانا احمد رضا خاں کی طرف سے ایک جواب

مولانا احمد رضا خان کی طرف سے ان کے ایک معتقد نے یہ جواب دیا کہ مولانا کے عقائد تو کل سنت سے کچھ زیادہ مختلف نہ تھے لیکن ان کا مزاج کچھ ایسا اختلاف پسند تھا کہ انہیں سلف سے اختلاف کرنے میں طبعی لطف آتا تھا۔ بات پر بات بڑھاتے چلے جاتے کبھی اکھڑ جاتے تک ہو پہنچتے اور پھر ان کا تمام سارا سوت یکدم بے کار کر دیتے ان کی کتاب سبحان السبوح کا مطالعہ کریں اور پھر ان کے دم توڑنے پر سبحان اللہ کہیں۔ آپ کو ایسا عالم اسلام کی پندرہ صدیوں میں نہ ملے گا جس نے کسی پر کفر کی ستر وجوہ پوری کی ہوں۔ اور پھر اچانک تکفیر کی تک کی سے اس طرح نکلا ہو۔ آپ مولانا محمد اسمٰعیل شہید کے بارے میں لکھتے ہیں۔

علماء محتاطین انہیں کافر نہ کہیں یہی صواب ہے وھو الجواب وبہ یفتی وعلیہ الفتوی وھو المذھب وعلیہ الاعتماد وفیہ السلامۃ وبہ السداد (تمہید الایمان ص ۴۲، طبع ۱۳۲۶)

اور پھر آپ کے اس معتقد نے آپ کے ایک دوسرے معتقد کی یہ خوبصورت توجیہ دکھائی کہ حضرت کو پہلوں سے اختلاف کرنے میں بہت مزہ آتا تھا۔ اس نے یہ بھی کہا کہ اگر کوئی ایسا مسئلہ آئے جس سے آپ نے اختلاف نہ کیا ہو تو یہ واقعی ایک بڑی تحقیق ہوگی۔ یہ مولانا احمد رضا خاں کی اختلاف پسندی کی ایک نہایت افسوسناک داستان ہے۔

1 **ابوالخیر مولانا محمد زبیر کے حق میں دستخط کرنے والے بریلوی علماء**

2 ہم ان بریلوی علماء کو خراج تحسین دیے بغیر نہیں رہ سکتے جنہوں نے سورۃ الفتح کی اس آیت کا غلط

ترجمہ کرنے میں مولانا احمد رضا خاں کا ساتھ نہیں دیا اور مولانا احمد نورانی نے اس جماعتی اختلاف کو رفع کرنے کے لئے مولانا محمد اشرف سیالوی کی قیادت میں جو کمیٹی بنائی تھی انہوں نے بھی اس کا ساتھ نہ دیا۔ مولانا محمد اشرف سیالوی کے فیصلے کے یہ چند اقتباسات ملاحظہ ہوں۔

۱۔ صاحبزادہ محمد زبیر صاحب کی دونوں کیسٹیں سنیں اور رسالہ مغفرت ذنب ملاحظہ کیا تو معلوم ہوا کہ ان کا قطعاً یہ مقصد نہیں ہے کہ نبی کریم کو گناہگار ثابت کیا جائے آپ نے ذنب کی نسبت آپ کی طرف مان کر دیگر اکابرین کی بیان کردہ تاویلات و توجیہات ذکر کی ہیں۔ اور عصمت انبیاء پر عقلی اور نقلی دلائل قائم کئے ہیں تو اس سیاق و سباق میں انہیں گستاخی رسول کا مرتکب ٹھہرانا سراسر زیادتی ہے۔

۲۔ اگر صاحبزادہ محمد زبیر صاحب مجرم ہو جائیں تو ان سے بڑے مجرم ان کے مخالف لوگ ہیں۔

۳۔ صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر صاحب سے ذکر اعلیٰ حضرت کے ساتھ اختلاف اور زبان کی درشتگی پر مواخذہ ضروری ہے۔ تو اس سے شدید تر مواخذہ کے حقدار وہ حضرات ہیں جنہوں نے بلا تحقیق و تفتیش اس قدر سنگین فتوے زبیر صاحب پر لگانے اور انہیں اہل سنت سے خارج کرنے اور گستاخان رسول کے زمرے میں شامل کرنے کی سعی فرمائی۔

وانا العبد المذنب العاصی الراجی عفو ربہ ابوالحسنات محمد اشرف السیالوی کان اللہ لہ

جمعیت کا فیصلہ جو مولانا شاہ احمد نورانی کے سامنے پڑھا گیا

اس فیصلے کی رو سے علامہ محمد اشرف سیالوی نے صاحبزادہ ڈاکٹر ابوالخیر محمد زبیر کے موقف اور ان کے معترض کے موقف کا بنظر عمیق مطالعہ کرنے کے بعد ہر قسم کی تفسیق تکفیر اور تضلیل سے صاحبزادہ کو بری الذمہ قرار دیا ہے۔ (مغفرت ذنب ص ۴۹)

کچھوچھوی برادران بھی مولانا احمد رضا خاں کے خلاف

شیخ الاسلام حضرت علامہ سید محمد مدنی میاں اشرفی جیلانی اور خطیب ملت حضرت علامہ سید محمد ہاشمی میاں نے بھی مغفرت ذنب کے مسئلہ پر علامہ صاحبزادہ ڈاکٹر ابوالخیر محمد زبیر صاحب کے ان تمام

مطالعہ بریلویت میں جب نورالعرفان کی اس غلطی کی نشاندہی کی تو چوہدری بھائی کمپنی لاہور نے اس لفظ قادیانی کو کھرچ دیا۔ لیکن جلد نشاندہی ہے کہ یہاں کچھ چھپا تھا۔ اگر یہ حضرات نئی سطر لکھ دیتے تو زیادہ اچھا ہوتا۔ تاہم ص ۸۱۶ سے پ ۲۶ الفتح کے حاشیہ ۱۳ سے انہوں نے آیت کو بدستور غلط رہنے دیا ہے۔ مفتی صاحب نے وہ آیت اس طرح لکھی تھی۔

فمن تولی فبعد ذلک فاولئک هم الفاسقون

یہ آیت قرآن پاک میں کہیں نہیں ہے البتہ پ ۳ آل عمران ۸۲ میں یہ ایک آیت ہے۔

فمن تولی بعد ذلک فاولئک هم الفاسقون

اس میں لفظ بعد ذلک کو فبعد ذلک سے بدلا گیا ہے۔

ہم ان سے نیک گمان کرتے ہیں کہ یہ سہو کاتب ہوگا ورنہ مفتی صاحب کو اس آیت میں تحریف کرنے کی آخر کیا ضرورت تھی۔

مولانا احمد رضا خاں کے غلط ترجمہ قرآن کی یہ صرف ایک مثال ہے ان کی اور غلطیوں کا جائزہ لینے کے لئے آپ مطالعہ کی جلد دوم کی مراجعت کریں۔

☆☆☆☆☆☆☆
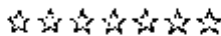
اصطلاحات تفسیر

افادات:۔ شیخ التفسیر مولانا محمد عبدالحق　　ترتیب وتدوین:۔ احسان کریم حیدری

اس کتاب میں علم تفسیر کی تعریف، موضوع، غرض وغایت، علم تفسیر کے ماخذ اور مشہور تفاسیر کے تعارف کو آسان اور فہم پیرائے میں بیان کیا گیا ہے۔رسالہ کی افادیت کی خاطر مفتی محمد تقی عثمانی صاحب کی تصنیف "علوم القرآن اور علم تفسیر" سے "علم تفسیر میں گمراہی کے اسباب" کو تلخیص کے ساتھ شامل کر دیا گیا ہے۔

اسلام، عیسائیت اور حضرت عیسیٰؑ

مصنف: خالد محمود

آج مغرب اسلام پر پوری طرح یلغار کیے ہوئے ہے اور اس کوشش میں ہے کہ کسی طرح اسلام کے بڑھتے ہوئے اثرات پر روک لگا دے اور عیسائیت ایک عام مذہب بن کر ابھرے۔اس تناظر میں خالد محمود کی یہ کتاب نہایت اہمیت کی حامل ہے۔دیدہ زیب چہار رنگ کارڈ بورڈ جلد

مومن عورت کے اوصاف اور ذمہ داریوں کا بیان

ارشادات: مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ　　ترتیب وتدوین: مولانا محمد قاسم ضیاء

اس کتاب میں مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ کے ملفوظات اور ارشادات کو جو آپ نے خواتین کے موضوع پر ارشاد فرمائے یکجا کر کے آپ کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔ان ارشادات میں نیک اور مومن عورتوں کی صفات اور خواتین کی ذمہ داریوں کو اجاگر کیا گیا ہے کہ کوئی عورت کیسے اپنے گھر کو امن وسکون اور جنت کا نمونہ بنا سکتی ہے۔اور کن صفات کو اپنا کر اپنے شوہر کی محبت اور خوشنودی حاصل کر سکتی ہے۔
کتاب کے آخر میں حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب بلند شہریؒ کے افادات پر مبنی ایک ضمیمہ بھی لگایا گیا ہے۔

باب پنجم

بریلویت پر تاریخ میں گزری مختلف منزلیں

الحمد للہ و سلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ اما بعد

بریلویت کے بانی مولانا فضل رسول بدایونی (۱۲۸۹ھ) تیرھویں صدی کی ایک بڑی شخصیت ہیں۔ ان دنوں انگریزوں کو ہندوستان پر کامیاب حکومت کی فکر اور طلب تھی جس کے لئے انہیں مسلمانوں کے سواد اعظم اہل السنۃ والجماعۃ کو مختلف حصوں میں تقسیم کرنے کی بڑی ضرورت تھی۔ مولانا فضل رسول اپنے معاش کی فکر میں سرگرداں تھے کہ انگریزوں نے قدر دانی کا ہاتھ بڑھایا۔ ان کے مورخ محمد یعقوب القادری لکھتے ہیں:۔

چڑھتے ہوئے ولولہ نے یہ خیال پیدا کیا کہ کسی جگہ کوئی ایسا تعلق اختیار کیا جائے جو معاش کی جانب سے فارغ البالی ہو۔ آخر اسی جستجو پر بارادہ ریاست ٹونک یا گھر سے قصد سفر کیا (اکمل التاریخ جلد۱ ص ۳۸) نواب مجی الدولہ کے توسط سے آپ کو گیارہ روپیہ روزانہ وظیفہ ملنا شروع ہوا۔ اس کے بعد آپ نے محدثین دہلی کے علمی اقتدار پر حملے شروع کئے۔ ان کے خلاف البوارق المحمدیہ لرجم الشیاطین النجدیہ اور تصحیح المسائل در تردید مسائل نجدیہ اور دیگر کئی کتابیں لکھیں۔ تصحیح المسائل حضرت شاہ محمد اسحق محدث دہلوی (۱۲۶۲ھ) کے خلاف لکھی گئی۔ ان کتابوں کے ناموں سے ان کی اس سیاسی روح کا پتہ چلتا ہے کہ کسی طرح ان محدثین دہلی کا تعلق عرب کے نجدی علماء سے جوڑا جائے۔ انہوں نے شاہ اسمعیل شہید (۱۲۴۶ھ) اور شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی (ھ) کے مابین فرضی رابطے قائم کئے۔ شاہ اسمعیل کی کتاب تقویۃ الایمان کو شیخ محمد بن عبدالوہاب کی کتاب التوحید کا ترجمہ بتلایا اور اس راہ سے ان بدایونی حضرات نے محدثین دہلی اور ان کے تلامذہ پر لفظ وہابی اتارا۔ لفظ وہابی کو ہندوستان میں امپورٹ کرنے والے یہی بزرگ ہیں۔ اور بریلویوں نے اب تک اس لفظ کو نہیں چھوڑا۔ جہاں موقع ہے وہ ہر صحیح فکر عالم پر

وہابی کہہ کر نکال دیتے ہیں۔ حالانکہ محدثین دہلی کی شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی سے کوئی علمی نسبت نہ تھی۔ علامہ شریف عبدالحی الحسنی (۱۳۴۱ھ) لکھتے ہیں۔

فتعصب الناس في شأنه ونسبوه بالوهابي نسبة الى الشيخ محمد بن عبدالوهاب النجدي كما لقبوا تلك الفئة الصالحة بالوهابية مع انهم كانوا لا يعرفون نجداً ولا صاحب نجد بل هم بيت علم الحنفية وقدوة الملة الحنيفية واصحاب النفوس الزكية واهل القلوب القدسية (نزهة الخواطر جلد ۸ ص ۲۲۳)

(ترجمہ) مولانا اسمٰعیل پر لوگ مولانا اسمٰعیل کی شان میں بگڑے اور انہیں وہابی کہنا شروع کر دیا۔ یہ شیخ محمد بن عبدالوہاب کی طرف نسبت تھی حالانکہ یہ لوگ نجد اور شیخ نجد عبدالوہاب میں سے کسی کو نہ جانتے تھے۔ یہ پورا گھرانہ حنفیت کا گھر تھا اور یہ ملت حنفیہ کے سردار تھے پاک دلوں کے لوگ تھے اور تزکیہ پائے ہوئے تھے۔

حضرت شاہ محمد اسحٰق کے شاگرد حضرت شاہ عبدالغنی (۱۲۹۶ھ) جب طالب کو حدیث کی سند دیتے تو یہ نصیحت فرماتے تھے۔

الواجب عليه أن يسلك مسيرة عباد الله الصالحين من الصوفية والفقهاء أئمة المحدثين المستقيمين على الجادة لا كابن حزم وابن تيمية

(ماخوذ از ابن تیمیہ اور ان کے ہم عصر علماء ص ۲۹)

(ترجمہ) اس پر واجب ہے کہ اللہ کے نیک بندوں اور فقہاء و قائدین کے طریقے پر چلے جو محدثین ہیں اور جادہ اہل سنت پر چل رہے ہیں نہ کہ ابن حزم کے طریق پر اور ابن تیمیہ (کے تفردات پر)۔

ان حضرات کی ان تصریحات کے باوجود بریلویوں نے ان کے خلاف یہ دھاندلی کی کہ ان کو وہابیوں کے اور بڑے ذوق و شوق سے ان کے نمبر مقرر کئے۔ مولانا اسمٰعیل شہید کو یہ امام الطائفہ کہتے ہیں۔ اور ان کے ہاں وہابیہ کے معلم اول تھے معلم دوم یہ شاہ محمد اسحٰق کو کہتے تھے۔ (فتاویٰ رضویہ جلد ۶ ص ۲۵۰)

معلم سوم کا لقب انہوں نے مولانا خرم علی بلہوری (۱۲۷۱ھ) کو دے رکھا تھا (ایضاً ص ۱۸۸)
نواب قطب الدین شارح مشکوٰۃ کو انہوں نے قطب وہابیہ کا نام دیا تھا۔ (سیف المصطفیٰ ص ۷۷)
اور کسی وجہ تسلیم کرتے تھے کہ زمانے کا قطب وہابیوں میں سے بھی ہو سکتا ہے۔ مولانا احمد رضا خاں بھی اس لفظ کے استعمال میں عجیب لذت محسوس کرتے تھے ان کا ایک شعر ملاحظہ ہو:

وہ جسے وہابیہ نے دیا ہے لقب ذبیح و شہید کا
وہ شہید لیلیٰ نجد تھا وہ قتیل تیغ خیار ہے

(حدائق بخشش حصہ ۲)

مولانا اسمٰعیل شہید کے خلاف فضل رسول بدایونی نے کھلا کفر کا فتوے دیا اور انگریز حکومت کی کھلے طور پر حمایت کی ہندوستان میں انگریزوں کو مسلمانوں میں تفریق پیدا کرنے کی ایک نئی کڑی مل گئیں۔ سرسید کی راہ اور تھی غلام احمد کی راہ اور تھی نواب صدیق حسن کی راہ اور تھی اور فضل رسول بدایونی کی راہ اور تھی۔ انگریزی عملداری میں مولانا فضل رسول بدایونی کے سیاسی جانشین مولانا احمد رضا خاں بریلوی بنے۔ انہیں اسی لئے پرو برٹش سمجھا جاتا تھا۔ مولانا فضل رسول کے بیٹے مولانا عبدالقادر بدایونی نے بھی انہیں اپنا اعلیٰ حضرت مان لیا اور اس طرح اس طبقے کو بدایونی کی بجائے آئندہ بریلوی کہا جانے لگا۔

ا۔ یہ سرور قافلہ مولانا احمد رضا خاں کی قیادت میں چلنے لگا اس قافلے کے یہ چار امتیازی نشان رہے۔ صرف۔ چوتھے سے مولانا احمد رضا خان نے کچھ اختلاف کیا ہے۔ مولانا احمد رضا خان اسے صرف غریبوں کا حق سمجھتے تھے۔

۱۔ تاج برطانیہ سے غیر متزلزل وفاداری اور جملہ آزادی پسند تحریکوں کی مخالفت
۲۔ محدثین دہلی اور ان کے شاگردوں پر لفظ وہابی کی مشق عام اور انہیں نجد سے جوڑنا
۳۔ اپنے عوام کو قبروں سے حاجات مانگنے کی تعلیم دینا بایں طور کہ قبروں والے ان کی مدد کرتے ہیں۔
۴۔ ختم اور خیرات کا کھانا صرف غریبوں کا حق نہیں مالدار مولوی بھی اسے کھا سکتے ہیں۔ اور وہ اگر وہ اس کا نام تبرک رکھ لیں تو ساتھ بھی لے جا سکتے ہیں۔

اس وقت تک بشریت، علم غیب اور حاضر و ناظر کے مسائل عوام میں موضوع بحث نہ بنے تھے۔ اور نہ یہ عقائد دیوبندی اور بریلوی حلقوں کے کوئی فاصلے سمجھے جاتے تھے۔ عوام میں یہ مسائل بہت بعد میں سامنے آئے اس وقت تک جو اختلافات تھے وہ محض عملی درجے کے تھے اعتقادی نہ تھے۔ اور عملی بھی صرف چند رسوم کی حد تک تھے فقہ کے اختلافات تھے۔

دیوبند اور مظاہر العلوم سہارنپور کی مرکزی درسگاہیں

مدرسہ عربی دیوبند ان دنوں ایک متفق علیہ درسگاہ تھی ملک کے تمام اہل سنت اس کی علمی عظمت و فقہی صلاحیت کے معترف تھے مولانا غلام دستگیر قصوری کے عہد میں موضع ستے والا تحصیل و ضلع فیروز پور (پنجاب) میں ایک مسجد کی زمین کے بارے میں ایک مسئلہ چلا مختلف جگہوں سے مختلف فتوے آئے۔ دیوبند کے نام سے جو فتویٰ پیش کیا گیا وہ صحیح نہ تھا مولانا غلام دستگیر یہ ماننے کے لئے تیار نہ ہوئے کہ وہاں سے غلط فتویٰ بھی آ سکتا ہے آپ ایک مقام پر لکھتے ہیں۔

ظن غالب ہے کہ جو فتویٰ دیوبند کے نام سے ہے وہ بھی وہاں کا نہیں کیونکہ یہ کب ممکن ہے کہ وہاں کے علماء بلا دلیل کسی شے کو حرام بتلا دیں اور ایک مسجد تعمیر یافتہ اور آباد کو بلا وجہ شرعی مسجدیت سے خارج اور غیر آباد کریں (استفتاء مسجد ستے والا طبع قصور ۱۲۹۷ھ مطبع وزیر ہند اسلامیہ)

مولانا غلام دستگیر اس بات کو ناممکن قرار دیتے ہیں کہ علماء دیوبند بلا وجہ شرعی کسی چیز کو ناجائز بتلا دیں اس سے پتہ چلتا ہے کہ مدرسہ دیوبند کے خلاف ان دنوں پورے ملک میں کوئی محاذ نہ تھا نہ اس وقت مولانا احمد رضا خاں کا بریلی میں کوئی مدرسہ تھا اس وقت کہیں دیوبندی بریلوی کے اختلافات نہ تھے۔

تقدیس الوکیل اس کے بہت بعد کی تالیف ہے اور اس میں صرف لزوم کی حد تک آپ نے ان پر الزام قائم کئے ہیں۔ التزام کی حد تک نہیں۔ مولانا احمد رضا خاں نے اپنے وقت میں اس مسئلہ کو خوب نمایاں کیا کہ لزوم اور التزام میں فرق ہے کسی بات سے کوئی غلط عقیدہ لازم آئے یہ اور بات ہے اور قائل کا غلط ہونا اور بات ہے قائل پر یہ حکم لگایا جا سکتا ہے جب وہ خود اس لزوم کا التزام کرے۔

ہم یہاں صرف یہ بتلا رہے ہیں کہ ان دنوں ملک میں کہیں دیوبندی بریلوی اختلاف موجود نہ تھا۔ اس

کے لئے مولانا غلام دستگیر کی مذکورہ بالا شہادت سنگ میل کا درجہ رکھتی ہے۔ دیوبند کے پہلے صدر مدرس مولانا محمد یعقوب نانوتوی اس سے پہلے اجمیر میں صدر مدرس رہ چکے تھے ان دنوں وہاں کسی قسم کی کوئی اختلافی فضا موجود نہ تھی۔

مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور ہندوستان میں دوسرے درجے کی بڑی درسگاہ تھی۔ اس کے بانی مولانا محمد مظہر نانوتوی تھے ان کے ایک نامی شاگرد مولانا محمد حسن تحصیل شرقپور کے عظیم محدث گزرے ہیں آپ کا مقبرہ چاہ بڑھ والا نزد شرقپور رکھاں میں ہے۔ آپ کے اس مزار پر کتبہ لکھا ہے کہ آپ حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپوری (۱۲۹۷ھ) سے حدیث میں سند یافتہ تھے یہ حضرت مولانا احمد علی سہارنپوری مولانا شاہ محمد اسحٰق محدث دہلوی کے شاگرد تھے۔

مولانا احمد علی سہارنپوری جناب پیر مہر علی شاہ صاحب کے بھی استاد تھے حضرت پیر صاحب سے پوچھا گیا کہ مولانا سہارنپوری کس عقیدہ کے تھے آپ نے فرمایا کہ وہ حنفی تھے گولڑا کے پیر نصیر الدین صاحب لکھتے ہیں:۔

پیر مہر علی شاہ گولڑوی نے فرمایا اللہ ان پر رحمت فرمائے وہ تو بہت بڑے حنفی تھے البتہ صوفیہ کی رسوم کے پابند نہ تھے (لطمۃ الغیب ص ۲۸۸)

حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپوری

آپ حضرت پیر مہر علی شاہ کے استاذ حدیث تھے جناب پیر نصیر الدین صاحب گولڑوی آپ کے بارے میں لکھتے ہیں۔

(حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب) کے استاد محترم حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپوری کے بارے میں جب ان سے حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ وہ تو بہت بڑے وہابی تھے پیر مہر علی شاہ صاحب نے جواباً فرمایا کہ اللہ ان پر رحمت فرمائے وہ تو بہت بڑے حنفی تھے البتہ صوفیاء کرام کی رسوم کے پابند نہ تھے (لطمۃ الغیب ۲۸۸)

حضرت مولانا محمد حسن محدث فیض پوری نے اپنی کتاب الدلیل المبین علی ترک القراۃ للمقتدین کے

آخر میں ص ۱۷۶ پر حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپوری کی یہ سند لکھی ہے اور پھر ص ۱۸۰ پر لکھا ہے:۔
سند یافتہ مولانا حاجی احمد علی صاحب محدث مرحوم سہارنپوری چہار شنبہ کی رات ساڑھے بارہ بجے ۲۰ ربیع الثانی ۱۳۳۰ھ مطابق ۲۱ دسمبر ۱۹۲۱ بعمر ہفتاد و پنج سال وصال فرما گئے۔ اس کتاب کے ص ۲۸۰ پر مولانا ابوالبرکات سید احمد ناظم انجمن حزب الاحناف ہند لاہور کی تقریظ ان الفاظ میں تحریر ہے۔

فقیر ذرہ بے توقیر نے کتاب مسمی الدلیل المبین مصنفہ فاضل جلیل عالم نبیل مولانا محمد حسن صاحب عن الفتن کو بعض مقامات سے دیکھا۔ یہ کتاب بے نظیر ہے۔ مولی تعالیٰ مصنف رحمۃ اللہ علیہ کو جنت الفردوس عطا فرمائے۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ ان دنوں مدرسہ حزب الاحناف ہند لاہور کے مظاہر العلوم سہارنپور سے کوئی بنیادی اختلافات نہ تھے۔ نہ ابھی ہندوستان میں اختلاف کی یہ دیواریں اٹھائی گئی تھیں۔ جو بعد میں دیوبندی بریلوی اختلافات کے نام سے قائم کی گئیں۔ حضرت مولانا محمد حسن محدث فیضپوری (۱۳۳۰ھ) حضرت مولانا مولوی عبدالعزیز صاحب لدھیانوی سے بیعت تھے۔ اور آپ اپنے والد مولانا مولوی عبدالقادر لدھیانوی کے خلیفہ تھے۔ مولانا مولوی عبدالقادر لدھیانوی حضرت شاہ عبداللہ دہلوی سے اور آپ حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلوی سے اور وہ اپنے والد حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی سے انتساب یافتہ تھے۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ ان دنوں ہندوستان میں محدثین دہلی سے کسی علمی حلقے کا کوئی اختلاف نہ تھا۔ مولانا محمد حسن فیضپوری اور مولانا احمد رضا خاں بریلوی دونوں (۱۳۴۰ھ) میں فوت ہوئے مولانا احمد رضا خاں اور مولانا محمد حسن کی وفات میں صرف دو ماہ کا فاصلہ ہے۔ مولانا محمد حسن مرحوم نے اپنے رسالہ

الامتناع الزجر عن الاضطجاع بعد رکعتی الفجر

کے آخر میں اپنا عقیدہ ان الفاظ میں لکھا ہے۔

جملہ خاص و عام کو واضح ہو کہ جن لوگوں کا یہ خیال ہے کہ سجدہ تعظیم اور ادب اور سلام کا غیر خدا کو بھی جائز

۴۔ کیا حضورؐ جب چاہیں کسی غیب کو دریافت کر لیں؟

۵۔ اپنی اور حاجت میں قبروں سے مرادیں مانگنا صحیح ہے؟

یہی یہ مسائل اختلافی فاصلے نہ بنے تھے وقت کا تقاضا تھا۔ مولانا احمد رضا خاں نے دیوبندیوں سے جو اعتقادی اختلافات قائم کئے وہ ایک نئی حد تھا علمائے دیوبند سے فاصلہ قائم کرنے کے لئے مولانا احمد رضا خاں نے پہلے مندرجہ ذیل چار عقیدے تراشے تھے اور یہ چاروں صرف بطور الزامات ان کے ذمہ لگائے۔ یہ واقعات کے مطابق نہ تھے۔

۱۔ علماء دیوبند حضور ﷺ کی ختم نبوت زمانی کو نہیں مانتے وہ صرف آپ کی ختم نبوت مرتبی کے قائل ہیں۔

۲۔ علماء دیوبند کے نزدیک خدا بالفعل جھوٹ بولتا ہے (معاذ اللہ) اس کے لئے مولانا احمد رضا خاں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کے نام سے ایک جعلی فتوے تیار کر بیٹھے وہ کبھی لوگوں کے سامنے نہ لا سکے۔

۳۔ تیسرا اختلاف انہوں نے یہ نکالا کہ علماء دیوبند کے عقیدہ میں شیطان کا علم (معاذ اللہ) حضورؐ کے علم سے زیادہ وسیع ہے۔

۴۔ چوتھا اختلاف یہ کہ علماء دیوبند کے عقیدہ کے موافق حضور کا علم مبارک (محض) بچوں اور مجانین کے علم کا سا ہے (معاذ اللہ)

یہ اپنے چار وضع کردہ اختلافات انہوں نے بڑے آرام سے علمائے دیوبند پر اتار دیئے۔ پہلا الزام حضرت مولانا محمد قاسم پر تراشا۔ دوسرا مولانا رشید احمد گنگوہی پر لگایا۔ تیسرا الزام مولانا خلیل احمد صاحب پر اور چوتھا مولانا محمد اشرف علی تھانوی پر۔ ان کی بعض عبارات کا مطلب بگاڑ کر بڑی صفائی سے ان پر اتارا۔ اس طرح انہوں نے پورے حلقہ دیوبند کو کافر بنایا۔ اب ان کے لئے آسان ہو گیا کہ وہ کسی ایک عالم کی مخالفت میں نہ الجھیں کل علماء دیوبند کو انہوں نے ایک ہی نشست میں کفر کے کنارے پر لا کھڑا کر دیا۔ یہ وہ موضوعات تھے جن میں کوئی تاویل نہ کی جا سکتی تھی۔ اور نہ حلقہ دیوبند کا حامی اسلام کے پچھلے چودہ سو سال میں کسی روایت کا تحقق نہ سمجھا گیا تھا۔ سو انہوں نے ان کے لئے ایسے الزامات

ترجمے جن کے بارے میں تصور بھی نہیں کیا جا سکتا کہ وہ کسی مسلمان کے ہو سکتے ہیں۔

مولانا احمد رضا خاں نے اپنے اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے ان چار علماء دیوبند کی عبارات اپنے طور پر ترتیب دیں اور ان میں اپنے فرض کردہ معانی اتارے۔ اور ان کا اپنا عربی ترجمہ کیا اور ان عبارات پر حکم کفر حاصل کرنے کے لئے ۱۳۲۳ھ میں حجاز پہنچ گئے انہیں وہاں ان پر حکم کفر حاصل کرنے میں بڑی ناکامی ہوئی۔

اور انہیں وہاں لینے کے دینے پڑ گئے اور وہاں خود ان کے اپنے عقائد زیر بحث آ گئے ہم اس کی تفصیل پیچھے کر آئے ہیں۔ المہند علی المفند نے ان الزامات کو یکسر ختم کر دیا۔

پہلے مولانا احمد رضا خاں خود بھی ان عبارات میں کفر کے قائل نہ تھے

پہلے مولانا احمد رضا خاں کا اپنا نظریہ بھی تھا کہ ان حضرات (علماء دیوبند) کی ان عبارات پر حکم کفر نہیں آتا۔ ورنہ وہ شروع سے ہی ان پر کفر کا حکم کرتے۔ آپ نے انہیں گمراہ تو کہا لیکن کافر نہ کہا۔

آپ لکھتے ہیں۔

میں ہرگز ان کی تکفیر پسند نہیں کرتا۔ ان مقتدیوں یعنی مدعیان جدید کو تو ابھی تک مسلمان ہی جانتا ہوں اگرچہ ان کی بدعت و ضلالت میں شک نہیں۔ اور امام الطائفہ مولانا اسمٰعیل کے کفر پر بھی حکم نہیں کرتا۔ ہمیں ہمارے نبی ﷺ نے اہل لا الہ الا اللہ کی تکفیر سے منع فرمایا ہے۔ (سبحٰن السبوح ص ۹۴)

اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ یہ عبارات پہلے ان کی اپنی نظر میں بھی ہرگز کفری عبارات نہ تھیں ورنہ آپ ان حضرات کو کبھی اہل لا الہ الا اللہ میں سے نہ سمجھتے۔ جب تک آپ کا رابطہ انگریز حکومت سے گہرا نہ ہوا آپ نے ان عبارات پر حکم کفر نہ لگایا۔ اب جب آپ کو کھلے بندوں پروردہ کیا جانے لگا تو آپ نے فتویٰ دیا۔

گنگوہی، تھانوی، نانوتوی و دیوبندی لوگوں کو جو شخص مسلمان سمجھے یا ان کو کافر کہنے میں توقف کرے وہ بھی کافر ہے۔ (تجلی انوار الرضا ص ۳۲)

رشید اور جو اس کے پیرو ہوں جیسے خلیل احمد اور اشرف علی ان کے کفر میں کوئی شبہ نہیں نہ شک کی مجال

بلکہ جو ان کے کفر میں شک کرے بلکہ کسی طرح کسی حال میں انہیں کافر کہنے میں توقف کرے اس کے کفر میں بھی شبہ نہیں۔ (حسام الحرمین ص ۱۳۱)

ہاں آپ نے مولانا اسمٰعیل شہید پر کفر کا فتویٰ آخر تک نہ دیا اور اس باب میں مولوی فضل رسول بدایونی کے نقش قدم پر نہ چلے آپ کہتے ہیں۔

علمائے محتاطین انہیں کافر نہ کہیں یہی صواب ہے وهو الجواب وبه یفتی و علیه الفتوی و هو المذهب و علیه الاعتماد و فیه السلامة و به السداد (تمهید ایمان ص ۴۲)

مولانا شہید اور علماء دیوبند میں فرق کرنے کی وجہ

مولانا اسمٰعیل شہید کی متعدد عبارات پر مولانا احمد رضا خاں نے گرفت کی اور انہیں لفظاً اور اس کے رسول کی شان میں گستاخی اور بے ادبی قرار دیا لیکن خاں صاحب کی ان سے معاصرت نہ تھی اس لئے یہاں لزوم اور التزام میں فرق کر لیا۔ اور حکم کفر روک لیا گیا۔ لیکن مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوری (۱۳۴۲ھ) سے ان کی معاصرت تھی اس لئے انہیں کسی پہلو سے نہ بخشا گیا اور المعاصر و اصل المنافرۃ یہاں تک کہ جب مولانا تھانوی نے یہ پہلو لفظوں سے بچنے کے لئے پوری عبارت ہی بدل دی۔ انہیں پھر بھی بخشا نہ گیا جس کا دل چاہے تغیر العنوان کا مطالعہ کر لے۔ پھر انگریزوں کو اس وقت مولانا اسمٰعیل شہید سے کوئی ڈر نہ تھا۔ وہ اپنے سفر آخرت پر جا چکے تھے۔ انہیں اب ان علماء دیوبند کے خلاف مستقل اقدامات کی ضرورت تھی۔ جو اب ان کے وارث تھے مولانا احمد رضا خاں انہیں مستقل کہتے پھرتے۔ مولانا احمد رضا خاں اس لئے گئے تھے کہ علماء عرب کو مغالطہ دے کر ان سے حسام الحرمین کی تصدیق لے سکیں۔

گو وہ اس میں ناکام ہوئے آپ اس کی تفصیل ملاحظہ کر سکتے ہیں ہاں کوئی شخص ان کا ساتھ دینے کے لئے تیار نہ تھا۔ یہ علماء بھی کسی مسلک کے علمبردار نہیں کہے جا سکتے۔ ہم ان تمام حجاز کے بیانات کی مطالعہ بریلویت کی اگلی جلد میں ترتیب کر رہے ہیں۔

مفتی مظہر اللہ دہلوی نے بھی عبارات کے دوسرے معنی کرنے کی راہ کھول دی تھی

محدث سہارنپوری نے المہند لکھ کر ہر غلط فہمی کو دور کر دیا۔ اور علماء اس طرف متوجہ ہوئے کہ ان عبارات پر ضروری نہیں کہ حکم کفر ہی لگایا جائے۔ وہ شخص جو ان عبارات سے وہ معنی نہ سمجھے جو یہ بریلوی سمجھ رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں تو ان پر حکم کفر کیونکر صحیح ہو سکے گا؟ اس پر پروفیسر مسعود احمد صاحب کے والد مفتی مظہر اللہ دہلوی لکھتے ہیں:۔

قسام ازل نے اگر کسی کو سمجھ ایسی عطا فرمائی ہو کہ اس کی سمجھ میں کسی عبارت کے ایسے ظاہری معنی نہیں آتے جو موجب کفر ہوں تو ایسے شخص کی دیانت تکفیر نہیں کی جا سکتی کہ وہ ایسے معنی کا قائل نہیں جو موجب تکفیر ہیں۔ (فتاوی مظہری ص ۳۷۸)

یہاں مفتی صاحب نے ظاہری معنی کے الفاظ لکھ کر اشارہ کیا ہے کہ ان عبارات کے اور بھی معنی ہو سکتے ہیں اور وہ کئے جا سکتے ہیں۔

مفتی صاحب خود ان عبارات کو کیا معنی سمجھتے تھے؟ اسے ان کے فتاوی کے مقدمہ میں دیکھیں۔

پروفیسر مسعود احمد صاحب لکھتے ہیں:۔

اہل سنت والجماعت کی مختلف جماعتیں موجود ہیں مگر حضرت نے (میرے والد صاحب نے) خود کو کبھی کسی جماعت سے وابستہ نہیں فرمایا۔ حضرت کا مسلک [illegible] حق تو خواہ وہ کسی جماعت میں ہو [illegible] وہ معتدل رہتے تو [illegible] [illegible]

(مقدمہ فتاوی مظہریہ)

یہ سطور بتا رہی ہیں کہ مفتی مظہر اللہ [illegible] [illegible] تھے [illegible] مفتی [illegible] صاحب [illegible] مفتی [illegible] [illegible] (دیکھئے

۱ مطالعہ جلد ۳ ص ۳۷)

۲ کیا مفتی مظہر اللہ [illegible] بے دین ہو چکے تھے کہ گستاخان رسول کے حضور اکرام و احترام بجا لاتے [illegible]؟

بریلویوں نے اس پر "مغفرت ذنب" کے نام سے ایک رسالہ لکھا۔ اور ہم اس پر پوری بحث کر آئے ہیں۔ مولانا احمد رضا خاں کی تراجم قرآن کے محاذ پر یہ دوسری شکست تھی۔ اب یوں سمجھئے کہ مولانا احمد رضا خاں نے جن بنیادوں پر بریلویت کو چلانا تھا ان میں سے ان کی ایک ایک کی بنیاد پیوست زمین ہوگئی۔ اور خاں صاحب چاروں شانے چت گرے۔

مولانا احمد رضا خاں کو اپنے سفر حجاز کی ناکامی کا بہت غم تھا اور اسی کرب واندوہ میں ان کا سفر آخرت قریب آگیا۔ آپ نے اپنی وفات کے وقت محسوس کیا کہ اب دنیا بھر میں ان کا کوئی گروہ نہیں ہے چنانچہ انہوں نے اپنے دین و مذہب کو کندھا دینے کے لئے اپنی کسی جماعت کو مخاطب نہیں کیا اور نہ اسے کوئی وصیت کی کہ تم اسے لازم پکڑنا صرف اپنے بیٹوں کے نام ایک وصیت لکھی کہ شریعت پر ہو حتی الامکان عمل کرنا لیکن ان کے دین و مذہب کو ہر فرض سے فرض جانیں آپ ان کے اس وصیت نامہ کے الفاظ پر غور فرمائیں۔

رضا حسنین اور رضا حسنین تم سب محبت و اتفاق سے رہو اور حتی الامکان اتباع شریعت نہ چھوڑو اور میرا دین و مذہب جو ہے میری کتب سے ظاہر ہے اس پر مضبوطی سے قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے اللہ توفیق دے والسلام

۲۵ صفر المظفر ۱۳۴۰ھ اور دستخط فقیر احمد رضا خاں غفرلہ بقلم خود

اس وصیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت تک بریلوی کوئی جماعت نہ تھی اور نہ اس وقت تک یہ کوئی فرقہ بنا تھا۔ ورنہ آپ اپنی اس جماعت کو یہ وصیت فرماتے صرف اپنے بیٹوں کو مخاطب نہ کرتے۔ اس وقت ان کا اپنے بیٹوں کے سوا کوئی نہ تھا اور آپ انگریزوں کی خیر خواہی کا راز اپنے بیٹوں کے سوا اور کس کو بتا سکتے تھے؟ آپ اپنے دونوں محاذوں پر شکست کھا چکے تھے۔ عبارات کے محاذ پر آپ نے حرمین شریفین میں شکست کھائی آپ کا دوسرا محاذ کنز الایمان سے بنا اس میں بھی آپ کا مقابلہ صرف علماء دیوبند سے نہ تھا محدثین دہلی سے تھا جنہوں نے پہلے اردو ترجمے کئے تھے اس لئے آپ اس محاذ پر بھی کامیاب نہ ہوسکے مسلمانان ہند حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی

(۱۲۳۰ھ) اور حضرت شاہ رفیع الدین (۱۲۳۳ھ) کے ترجموں سے اپنا اعتماد ہٹانے کو تیار نہ تھے۔ مولانا احمد رضا خاں پر خود بھی مولانا اسمٰعیل شہیدؒ کی عبقریت کا اتنا رعب تھا کہ آپ نے ان کی تکفیر میں مولانا فضل رسول بدایونی کا ساتھ نہ دیا۔ اور کھل کر کہا علماء دو قسم کے ہیں (۱) علماء محتاطین اور (۲) غیر محتاطین۔ آپ نے لکھا۔ علماء محتاطین انہیں کافر نہ کہیں یہی صواب ہے و ھو الجواب و بہ یفتی و علیہ الفتوی و ھو المذھب و علیہ الاعتماد و فیہ السلامۃ و السداد یہی ہمارا مذہب ہے اور اسی پر اعتماد اور اسی میں سلامتی ہے اور اسی میں استقامت ہے (تمہید الایمان ص ۴۲ مطبع ۱۳۲۶)

اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ جو بریلوی علماء مولانا اسمٰعیل شہید کو کافر کہتے ہیں یا گستاخ رسول کہتے ہیں۔ وہ غیر محتاطین میں سے ہیں۔ مولانا احمد رضا خاں کے بیٹوں نے کنز الایمان پر مولانا احمد رضا خاں کے بچے کھچے معتقدین کو جمع کرنے کی بھرپور کوشش کی۔ مولانا احمد رضا خاں کا ان پہلے ترجموں سے اختلاف زیادہ تر سورۃ الفتح کی پہلی آیت پر تھا ہم اس پر پہلے بحث کر آئے ہیں یہاں پھر اسے اجمالاً ذہن میں لے آئیں۔

۱۔ ترجمہ حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلوی

تا معاف کرے تجھ کو اللہ جو آگے ہوئے تیرے گناہ اور جو پیچھے رہے۔

۲۔ ترجمہ حضرت شاہ رفیع الدین محدث دہلوی

تا کہ بخشے واسطے تیرے خدا جو کچھ ہوا تھا پہلے گناہوں سے تیرے سے اور جو کچھ پیچھے ہوا اب ایک

۳۔ صدی بعد کا مولانا احمد رضا خاں کا ترجمہ ملاحظہ ہو

تا کہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے۔

جمہور مسلمانان ہند یہ ماننے کو تیار نہ تھے کہ ہندوستان میں مسلم امہ مسلسل ان غلط ترجموں میں چلتی رہی ہو اور صحیح ترجمہ پوری ایک صدی بعد وجود میں آیا ہو۔ حضور کی امت ایک پوری صدی تک کھلی گمراہی پر کیسے جمع رہ سکتی ہے؟ وقت نے اپنے کا سب سے بڑا پیمانہ صدی ہے امت محمدیہ پورے سو سال تک اس

گمراہی پر جمع رہی ہو یہ بات باور کرنے کے لائق نہیں۔

حاصل کلام یہ کہ مولانا احمد رضا خاں نے جس طرح عبارات کے محاذ پر حرمین میں شکست کھائی تھی کنز الایمان کے محاذ پر بھی ان کے پیرو ایک ایک کر کے ان سے چھوٹتے چلے گئے۔

بریلویت اپنے تیسرے دور میں

اب بریلویوں کے اس دور کے علماء مجبور ہوئے کہ پھر انہیں عقائد کو لوٹیں جنہیں مولانا احمد رضا خاں غیر اختلافی قرار دے کر اپنے جھوٹے الزامات پر لوٹ آئے تھے۔ حسام الحرمین میں انہوں نے نہیں نور و بشر اور حاضر و ناظر کے مسائل موضوع سخن نہ بنائے تھے۔ بریلویت کے اس تیسرے دور میں ان علماء نے ان عقائد خمسہ کو اپنا محاذ بنایا جن سے مولانا احمد رضا خاں یکسر نکل چکے تھے۔

عبارات کے مسئلہ میں مولانا احمد رضا خاں اب اپنے پہلے موقف پر نہ تھے علماء دیوبند کی طرف سے جب المہند میں ان کے سارے الزامات کا جواب آ گیا تو آپ نے ہندوستان میں ان عبارات کو کبھی نہ اٹھایا ہمیشہ کی چپ سادھ لی اور المہند کے خلاف کچھ نہ لکھا۔

دل کے حالات کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ جانتے ہیں۔ مولانا خلیل احمد خاں برکاتی بدایونی مولانا احمد رضا خاں کے خاص احباب میں سے تھے آپ بیان کرتے ہیں۔ کہ جب علمائے دیوبند نے صریحا ان عقائد سے بیزاری کا اظہار کیا جو مولانا احمد رضا خاں نے ان کے ذمہ لگائے تھے۔ اور علمائے دیوبند کے عقائد کی کتاب المہند چھپ گئی تو مولانا احمد رضا خاں نے بھی اس پر خاموشی اختیار کر لی۔ اور اس کے بعد علمائے دیوبند کے خلاف کچھ نہ لکھا۔ اس سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ المہند نے دیوبندی بریلوی اختلافات کی تاریخ میں ایک تاریخ ساز فیصلہ کیا اور اختلافات کو چھنٹنے میں ایک اہم کردار ادا کیا۔ مگر افسوس کہ دوسرے بریلوی علماء اس پر اپنی کشتی چھوڑنے کے لیے تیار نہ ہوئے۔ اور اہل سنت پھر سے جمع ہوتے ہوتے رہ گئے۔ اس پر احمد رضا خاں کے سابق رفیق مولانا خلیل احمد خاں بدایونی برکاتی نے انہیں چیلنج دیا۔ آپ لکھتے ہیں۔

پھر فقیر نے سوال کیا کہ علمائے دیوبند نے جب صریح انکار اور ان مضمون خبیثہ سے تبری و تحاشی

سان کے ساتھی مولانا خلیل احمد برکاتی علماء دیوبند کے اس انکار کے بعد بریلویوں کے ساتھ نہ چل سکے۔ انہوں نے اپنے آپ کو ان سے علیحدہ کر لیا۔ اس پر انہوں نے ان پر تبدیلی مذہب کی تہمت لگائی۔ آپ نے فرمایا:۔

یہ کذب اور دروغ بیانی ہے کہ مولوی خلیل احمد نے مذہب بدل لیا ہے۔ نعوذ باللہ۔ میں بحمد اللہ مسلمان اہل السنۃ والجماعۃ حنفی المذہب ہوں جیسے پہلے تھا ویسے ہی ہوں۔ (انکشاف حق (ص ۵۴)

اور پھر یہ بھی لکھا۔

فاضل بریلوی اپنے دور کے ایک معروف عالم تھے لیکن اس کے یہ معنی تو نہیں کہ وہ بشر نہ تھے۔ فرشتے تھے یا نبی اور رسول، پھر ان کی انفرادی رائے کیسے قطعی اور صحیح ہو گئی۔ (ایضاً)

یہ پوری عبارت مطالعہ بریلویت جلد اص ۳۲۱ طبع اول پر ملاحظہ فرمائیں۔ ہم یہاں صرف یہ کہنا چاہتے ہیں کہ علمائے دیوبند کے ان کفری الزامات سے انکار سے یہ اختلاف یکسر دب گیا تھا۔ اب یہ بات تحقیق کے لائق ہے۔ کہ پھر اتنے سال کے بعد بریلویوں کی اس باسی کڑہی میں کیوں ابال آ گیا۔

پروفیسر مسعود احمد صاحب نے "فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں" لکھ کر بریلویت کو عرب علماء سے جوڑنے کی انتہائی ناکام کوشش کی ہے اب تک عرب علماء نے بریلویت کو کسی درجے میں قبول نہیں کیا مولانا احمد رضا خاں کی اپنے سفر حجاز میں سب سے بڑی کامیابی یہی رہی کہ وہ گرفتاری سے بچ نکلے اور اس کا ان پر نفسیاتی اثر کئی سال تک رہا۔ وہ علمائے دیوبند کے انکار پر ان کے خلاف نہ نکل سکے انہوں نے اپنے سفر حجاز کو پھر ۱۳۳۸ھ میں ایک نئی صورت دی جب انہوں نے اپنے ملفوظات ترتیب دیئے۔ ۱۳۳۸ میں انہوں نے وہ جعلی خط شائع کیا جس کے بارے میں انہوں نے دعویٰ کیا کہ یہ ان کے سفر حجاز کے اس دور کا ہے ہم اس خط پر پیچھے تفصیلی بحث کر آئے ہیں۔ لیکن ہم اس حقیقت سے بھی غض بصر نہیں کر سکتے کہ مولانا احمد رضا خاں کے ملفوظات ان کے بیٹوں کے ترتیب دیئے ہوئے ہیں یہ کوئی ان کی اپنی تصنیف نہیں کہ ان کی اساس پر دعویٰ کیا جا سکے کہ مولانا احمد رضا خاں نے المہند کو دل سے تسلیم نہ کیا تھا۔ تاہم یہ بات بھی کہی جا سکتی ہے کہ مولانا احمد رضا خاں

نے گمان کر لیا ہوگا کہ اب لوگ اصل صورت حال کو بھول چکے ہوں گے۔ اور اپنے بارے میں یہ بات کہہ دی کہ میری یادداشت کمزور ہے تاکہ ان کی اس غلط بیانی پر پردہ پڑا رہے۔ اس وقت کوئی ایسا ساتھی بھی نہ تھا جو واقعات کو لکھ لیتا۔ یہ عذر محض اس لئے تیار کیا گیا کہ لوگ ان کی غلط باتوں پر کچھ بات نہ اٹھا سکیں۔ اپنی چابکدستی کے لئے انہوں نے مفتی صالح کمال کے نام سے یہ ایک جعلی خط بنایا مگر افسوس کہ تاریخ روشن میں وہ جعلی ثابت ہوا اور ہنوز آپ کی جماعت کا کوئی شخص عرب میں آپ کی کوئی حقیقی پذیرائی اور منزلت ثابت نہیں کر سکا۔ ورنہ بریلوی علماء اب تک اس فتویٰ پر متفق تھے کہ مکہ و مدینہ کے اماموں کے پیچھے نماز نہیں ہوتی یہ اب تک اپنے پیروؤں کو یہی بتا رہے ہیں کہ تم حج پر جاؤ تو ان اماموں کے پیچھے نماز نہ پڑھو ہو سکے تو اپنی جماعت علیحدہ کرالو۔ مولانا محمد عمر اچھروی وہاں علیحدہ جماعت کراتے صرف پچیس ۲۵ آدمی ان کے ساتھ ہوتے تھے۔ اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ مکہ و مدینہ میں بریلویت کو کبھی کوئی رسائی نہ ملی تھی۔ (دیکھئے مقیاس حنفیت)

کاش کہ پروفیسر مسعود احمد صاحب "فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں" نہ لکھتے اور بریلویت کے اس پہلو سے ہمیں پردہ اٹھانے کی ضرورت پیش نہ آتی۔

نہ تم صدمے ہمیں دیتے نہ ہم فریادیوں کرتے   نہ کھلتے راز سربستہ نہ یوں رسوائیاں ہوتیں

ہم مطالعہ کی جلد پنجم میں بریلویوں کے نئے ترتیب یافتہ عقائد خمسہ پوری تفصیل سے بحث کر آئے ہیں۔ نامناسب نہ ہوگا کہ اب ہم عقائد میں بریلویوں کا یہ نیا موقف پھر سے آپ کے سامنے لے آئیں۔ ہو سکتا ہے کہ کچھ خوش نصیب بریلوی پھر سے مولانا احمد رضا خان کے ان عقائد پر آ جائیں۔ جو ہم آگے نقل کریں گے۔

بریلویوں کا ایک وفد سردار عبدالرب نشتر کے پاس

مولانا عبدالحامد بدایونی کی قیادت میں بریلویوں کا ایک وفد سردار صاحب سے ملا اور شکایت کی کہ پاکستان میں ہر سرکاری سطح پر دیوبندی علماء اعتماد میں لئے گئے ہیں بریلویوں کو کسی جگہ کوئی پذیرائی نہیں دی گئی۔ کیا پاکستان میں ہمارا کوئی حق نہیں؟ سردار صاحب نے جواب دیا۔ مولانا یہ حقوق کا

مسئلہ نہیں اہلیت اور اس کی صلاحیت کا مسئلہ ہے جہاں بھی یہ پائی جائے ہم اس کے ضرورت مند ہوں گے۔ ہم نے یہ ملک فرقہ وارانہ تقسیم کے لئے نہیں بنایا اسلام ایک ہے اور ہم نے اس میں کسی فرقہ بندی کو راہ نہیں دی۔ ہاں علماء دیوبند پاکستان کی سرکاری خدمات میں کوئی غلط کام کریں تو آپ ضرور اس کی اطلاع سے ہماری اصلاح فرمائیں۔ مگر فرقہ بندی کے نام پر ایک قوم کو تقسیم نہ کریں۔ ہمیں چاہئے کہ ہم سب ایک ہو کر رہیں۔

سردار صاحب نے فرمایا۔ ہندوستان میں دو بڑے عالم نظریہ پاکستان کے خلاف تھے۔ (۱) مولانا ابوالکلام آزاد (۲) مولانا حسین احمد مدنی۔ اب پاکستان کی حمایت کے لئے ہمیں کسی ایسے عالم کی ضرورت تھی جو عالمی شہرت میں ان کے ہم پلہ ہوں ظاہر ہے کہ اس کیلئے پورے ہندوستان میں کوئی عالم مولانا شبیر احمد عثمانی کے پایہ کا نہ تھا۔ پاکستان کو یہ حمایت دیوبند سے حاصل ہوئی۔ پھر پاکستان کے اسلامی دستور کی ترتیب کے لئے علامہ سید سلیمان ندوی اور مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی کے برابر کیا آپ کسی اپنے عالم کا نام لے سکتے ہیں؟ ریڈیو کے درس قرآن میں مولانا احتشام الحق تھانوی جیسا کوئی سحر البیان خطیب آپ کے پاس ہے؟

مولانا عبدالحامد بدایونی خاموش ہو گئے۔ پھر سردار صاحب نے کہا آپ حضرات کو بھی ہم نظر انداز نہیں کرتے۔ جب بھی کسی رہنما کی وفات ہوتی ہے تو کیا آپ کو ختم پڑھنے کے لئے نہیں بلایا جاتا؟ ہر طبقہ کی نہ کسی لائن کا سپیشلسٹ ہوتا ہے۔ تیسرے دسویں اور چہلم کے ختموں پر صرف آپ ہی ہماری حوصلہ افزائی کرتے ہیں۔ مولانا عبدالحامد صاحب بہت جھنجھلائے اور کہا کیا ہم صرف اسی لئے ہیں کہ ہمیں صرف اسی کام کے لئے بلایا جاتا ہے۔

بریلوی علماء اپنے تیسرے دور میں

پاکستان بننے کے بعد یہ لوگ اپنے عقائد کی گردش میں پھر اپنے تیسرے دور پر لوٹ آئے البتہ مولانا عبدالنبی کوکب، مولانا محمد حسین نعیمی، مولانا عبدالغفور ہزاروی اور پیر کرم شاہ بھیروی کچھ اعتدال پر رہے۔ لیکن اب بریلویت کا میدان ان کے ہاتھ میں نہ تھا۔ مفتی احمد یار گجراتی، مولانا سردار احمد لائلپوری،

اور مولانا محمد عمر اچھروی اور مولوی غلام علی اوکاڑوی کے ہاتھ میں تھا۔ صرف تدریس کی مسند مولانا احمد سعید کاظمی کے پاس تھی اور وہ علماء دیوبند سے کٹ کر رہے۔ بہاولپور میں دیوبندی علماء کے ساتھ مل گئے۔ اب انتظار تھا کہ بریلوی اعتدال پسند لوگوں میں سے اب کون اس مہر سکوت کو توڑتا ہے۔

مولانا عبدالنبی کوکب نے سکوت توڑا

مولانا عبدالنبی کوکب (۱۳۹۷ھ) نے جرأت اور ہمت سے کام لیا کہ مولانا احمد رضا خاں کی عقیدت رکھنے کے باوجود ان کے سخت اور تلخ لہجے کی ان الفاظ میں شکایت کی۔

زیادہ سے زیادہ بات مولانا کے خلاف یہ کہی جا سکتی ہے کہ انہوں نے علماء دیوبند سے اظہار اختلاف کے لئے نہایت سخت اور تلخ لہجہ اختیار کیا انہوں نے مدرسہ دیوبند کے بعض اساطین علم کی بعض عبارات کو کفریہ قرار دیا اور اس فتوے میں انہوں نے ان شرعی احتیاط اور مراعات کو ملحوظ نہ رکھا جو ایسے نازک موقع پر ملحوظ رکھنی ناگزیر ہوتی ہیں۔ (مقالات یوم رضا ص ۲۰ طبع اول جون ۱۹۶۹)

ہم اس وقت اس بحث میں نہیں جانا چاہتے کہ مولانا عبدالنبی کوکب جو نئے تقاضوں میں اصلاح حال چاہتے تھے ان پر بریلوی عوام کیسے برسے اور وہ اپنے عوام کی تاب نہ لا کر یہ مضمون بدلنے پر مجبور ہوئے اس وقت ہمیں صرف اس بات پر متنبہ کرنا ہے کہ سنجیدہ بریلوی علماء نے اس وقت محسوس کر لیا تھا کہ حالات کے نئے دھارے میں ہم مولانا احمد رضا خاں کے تیز فتووں کو ساتھ لے کر دیر تک نہ چل سکیں گے پاکستان میں ایک قوم کے طور پر رہنے کے لئے سب کا اتحاد بہت ضروری ہو گیا تھا۔

اس کے بعد آغا شورش کاشمیری (ھ) کا قلم بریلویوں کے خلاف چلا۔ آغا صاحب اس موضوع پر اس عنوان سے لکھتے گئے: "چل میرے خامہ بسم اللہ" آپ نے چٹان میں مناظرہ کے لئے اپنے تین نمائندے مقرر کئے۔ (۱) خطیب پاکستان قاضی احسان احمد شجاع آبادی (۲) راقم الحروف خالد محمود عفرلہ (۳) مولانا حافظ محمد عبداللہ روپڑی۔

مگر محمد عمر اچھروی اور ان کے کسی ساتھی کو سامنے آنے کی ہمت نہ ہوئی۔ اس کے بعد مطالعہ بریلویت نے ان حلقوں کے سنجیدہ لوگوں کی علمی رہنمائی کی اور اس سے ان کے جہالت کے نشہ کو توڑا۔ مطالعہ

بریلویت کا زیادہ موضوع ان کے عقائد و مسائل نہیں۔ مولانا احمد رضا کی ذات گرامی رہی۔ یہ کتاب رد بریلویت نہیں۔ مطالعہ بریلویت ہے۔ خوش قسمت ہیں وہ بریلوی حضرات جنہوں نے اس پوری کتاب کا غیر جانبدارانہ تنقیدی مطالعہ کیا اور وہ حقیقت حال تک پہنچ گئے اور ان کی غلط راہیں جدا ہو گئیں۔

ہم نے چھٹی جلد کے آخر میں مسجدوں میں اس نئے انداز کی نعت خوانی کی مجالس کے خلاف احتجاج کیا تھا اور قوم کو خوش آوازی کے رسیا بنانے پر تنقید کی تھی اور اندیشہ ظاہر کیا تھا کہ اس سے اللہ کے گھروں میں سنجیدہ علمی مجالس نہ کی جا سکیں گی۔ مسجدیں اس لئے بنی ہیں کہ ان میں اللہ کا نام اونچا کیا جائے۔

مسجدیں اصولاً عبادت اور علمی مجالس کے لئے ہیں

ہم مسجدوں میں نعت خوانی کے خلاف نہیں لیکن نعتیں وہاں علمی مجالس کے ضمن میں ہونی چاہئیں نہ کہ پورا وقت اور پوری مسجدیں انہی محافل کی رونق ہوں۔ ہے۔ الحمد للہ کہ ہماری یہ آواز صدا بصحرا نہ رہی۔ دارالعلوم فریدیہ بصیر پور کے ماہنامہ نور الحبیب نے ہمارے اس موضوع کی تائید میں ایک مضمون اس عنوان سے لکھا۔

محافل نعت۔۔۔۔ یا سنجیدہ علمی مجالس کے خلاف سازشیں

یہ ہو بہو وہی بات ہے جو ہم نے کہی تھی الحمد للہ مطالعہ بریلویت کی یہ کوشش بہت مفید رہی۔ یہ مطالعہ بریلویت کے مقاصد حسنہ میں سے ایک اہم مقصد کی روشن تکمیل ہے۔

نامناسب نہ ہوگا کہ ماہنامہ نور الحبیب بصیر پور کے مئی ۱۹۹۰ء سے وہ پورا مضمون یہاں ہدیہ ناظرین کر دیں حق کی صدا جدھر سے بھی اٹھے لائق داد ہے۔ بریلویوں میں یہ جو محافل نعت کی راہ چل نکلی ہے اس پر سنجیدگی سے غور کرنے کی ضرورت ہے۔

محافل نعت۔۔۔۔۔۔۔۔ یا سنجیدہ علمی مجالس کے خلاف سازش؟

علامہ نور احمد شاہ تاز

کچھ عرصہ سے اہل سنت کے ایک مخصوص حلقہ میں محافل نعت کے انعقاد پر بہت زور دیا جا رہا ہے اور زرکثیر صرف کر کے بڑے بڑے شہروں کی بڑی شاہراہوں پر محافل نعت ہونے کا رواج چل نکلا

ہے۔ سرور دو عالم ﷺ کی نعت سننے اور نعت کہنے سے کسے اختلاف وانکار ہو سکتا ہے مگر جب کوئی عمل حد اعتدال سے تجاوز کرنے لگے تو قوم کے رہنماؤں کا یہ فرض بنتا ہے کہ وہ اس پر سنجیدگی سے غور کریں، سوچیں اور فیصلہ کریں کہ اعتدال کی حد عبور کرنے کے اس عمل کے پیچھے کیا کوئی خفیہ سازش تو کام نہیں کر رہی؟

اہل سنت کا جو طبقہ محافل نعت کے اس نہج پر انعقاد کا پرجوش حامی ہے، غور کیا جائے، ٹھنڈے دل سے سوچا جائے اور جذباتیت کا شکار ہونے سے خود کو بچاتے ہوئے تامل سے کام لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ وہ جہلا پر مشتمل ہے۔ علماء نے کبھی بھی اس طرح کی محافل نعت و مولود کو نہیں سراہا کہ پوری قوم محافل وعظ کو بھلا کر پوری طرح نعت خوانی میں جت جائے۔ ایسی مثال نہ متقدمین کے دور سے پیش کی جا سکتی ہے اور نہ متاخرین کے دور سے۔ حالانکہ ہر دو ادوار میں ممتاز نعت گو علماء و شعراء موجود رہے ہیں۔ اردو اور شاعری میں صنف نعت کو حیات نو عطا کرنے والی برصغیر کی ممتاز علمی شخصیت اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی نے بھی اپنے دور میں محافل نعت کو حد اعتدال میں رکھا اور عوام کو علم و عمل ہی کی طرف راغب کیا۔ آپ کی سوانح حیات کے اوراق پر نظر ڈالی جائے تو آپ کہیں بھی محافل نعت میں تمام رات یا گھنٹوں بیٹھے دکھائی نہیں دیتے۔ ہاں وعظ و تذکیر اور درس و افتاء کے کام میں آپ کے شب و روز ضرور بسر ہوتے نظر آتے ہیں۔

اہل سنت کا یہ طبقہ جو محافل نعت کی سرپرستی کرتا نظر آتا ہے۔ بظاہر بڑا پرجوش تھا کام کر رہا ہے مگر سوچئے اس کی اس جدوجہد سے عام سنی شخص کی معلومات میں دین کے حوالے سے کسی قسم کی معلومات کا اضافہ ہو رہا ہے؟

اس وقت پاکستان میں آباد مسلمانوں میں دین کے فہم کے اعتبار سے اگر کوئی کمزور ترین طبقہ ہے تو وہ سنی ہے، جسے محافل نعت میں لگا کر دین سے مزید دور کر دیا گیا ہے۔ دیگر فرقے اور ہر طبقے کے قائدین اپنے افراد کی دینی تعلیم کے سلسلہ میں منظم منصوبہ سازی کر کے ایسی محافل، دورے، سیمینارز، تربیتی کیمپ اور تربیتی ورکشاپس کا اہتمام کرتے ہیں جن میں ان کی ذہنی تربیت کی جاتی ہے، انہیں دینی تاریخ، مطالعہ کرایا جاتا ہے۔ اور مختلف موضوعات پر نوجوانوں کو اپنی مٹانت سے گفتگو کرنے

انہیں قائل کرنے کے قابل اور فریق مخالف پر برتری کے لائق بنایا جاتا ہے، مگر ہم صرف نعتیں اور قوالیاں سنا کر عشق رسولؐ اور محبت مصطفیٰؐ اجاگر کرنے کا فریضہ انجام دیتے ہیں اور وہ بھی اجاگر نہیں ہو پاتی۔ اس لئے کہ حب مصطفیٰؐ اور عشق رسولؐ کا تقاضا یہ ہے کہ قول و فعل کا تضاد دور ہو، عادات و اطوار بدلیں، اخلاقی جرأت پیدا ہو، بدعنوانی ختم ہو، برائی قریب نہ پھٹکنے پائے، تقویٰ کا غلبہ اور زہد کا ملکہ ہو، معاشرہ اعلیٰ انسانی قدروں کا گہوارہ بن جائے، مگر کیا سواد اعظم کی دعوے دار، ان پڑھ کی اکثریت نے یہ تمام اعلیٰ قدریں اپنے اندر پیدا کرلی ہیں؟ اگر ایسا ہے تو اس ملک کو اس اکثریت کے اس اخلاقی انقلاب کا عملی نمونہ ہونا چاہئے۔ جب کہ حقیقی صورت حال یہ ہے کہ ہر شخص کرب میں مبتلا اور ہر فرد معاشرہ کا ستم رسیدہ انسان نظر آتا ہے۔ ایسے حالات میں ضرورت اس امر کی ہے کہ ہماری قیادت مل بیٹھ کر اپنی قوم کی علمی بے بضاعتی اور فکری کم مائیگی کو دور کرنے کی تدبیر کرے اور محافل نعت کے عظیم اجتماعات کو جس قدر جلد ممکن ہو "محافل فکر و تذکیر" میں بدلنے کی سعی کرے، ورنہ اگر کچھ عرصہ مزید عوام کو اس جاہل ٹولے کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا گیا، جسے محفل نعت کا اسٹیج خوب راس آتا ہے، تو پھر ان کو علم و فہم دین کی مجالس کی طرف پلٹنا اور اپنے اسلاف و اکابر کے نہج پر چلانا کسی کے بس میں نہ رہے گا۔

اس بریلوی مضمون نگار نے اپنے علماء کو اس طرف متوجہ کیا ہے کہ اپنے جاہل ٹولے کے نعروں سے وہ ہرگز کسی مغالطے کا شکار نہ ہوں۔ اور کھلے طور پر اعتراف کیا ہے کہ ہمارے حلقے میں ان پڑھ کی اکثریت کے سوا کچھ نہیں۔

ان کے یا رسول اللہؐ کے نعرے بھی ان کی دلی محبت رسالت کے ترجمان نہیں مولانا غلام علی اوکاڑوی نے اپنے علماء کی ایک مجلس میں کہا لوگ محض دکھاوے کے لئے یا رسول اللہؐ کا نعرہ لگاتے ہیں۔ اس کا کچھ فائدہ نہیں۔ (معدن کرم ص ۱۲۸)

مطالعہ بریلویت کے گہرے اثرات میں سے ایک یہ ہے کہ بریلوی علماء کی ایک بڑی جماعت نے کنز الایمان کے ایک غلط ترجمہ سے علی الاعلان لاتعلقی کا اظہار کیا ہے۔

۳۔ درود شریف بلند آواز سے پڑھنے میں کوئی حرج نہیں تاہم اخفاء (آہستہ پڑھنا) افضل ہے

(فتاویٰ رضویہ جلد ۳ ص ۱۰۹)

۴۔ اذان میں وقت استماع نام پاک صاحب لولاک ﷺ انگوٹھوں کو چومنا، آنکھوں پر رکھنا کسی حدیث صحیح مرفوع سے ثابت نہیں...... فقیر کے نزدیک بربنائے مذہب ارجح واصح غالباً ترک زیادہ انسب والیق ہے (ابر المقال ص ۲۰ ص الحسنی پریس بریلی)

جب حجاز پر ناکامی کے بعد انہوں نے اپنے آپ کو ہمیشہ کے لئے ایک مستقل فرقہ قرار دینے کے ارادہ سے اپنے عقائد خمسہ ترتیب دیئے اور اپنے آپ کو عوام میں انہی پانچ عقائد سے متعارف کرایا ہم جلد پنجم میں ان عقائد پر تفصیل سے بحث کر آئے ہیں۔

بریلویوں نے ان عقائد خمسہ پر کھڑا اپنی علیحدہ بنیاد رکھ لی

اب جب کہ دیوبندی بریلوی اختلاف کی نبضیں بکھر ڈوب رہی تھیں اور مولانا احمد رضا خاں بھی اپنے سفر آخرت پر چلے گئے تھے تو ان کے پیرو پھر سے اختلافات کو نہ ختم کرنے کے درپے ہوئے۔ عبارات کو بھی پھر سے زیر بحث لے آئے اس پر دربار گولڑہ کے سجادہ نشین پیر سید نصیر الدین گولڑوی نے یہ تبصرہ کیا۔

یہ فتویٰ بابت تکفیر جس کی تشہیر قریباً صدی بھر سے کی جا رہی ہے جب کہ ان عبارات کے لکھنے والے حضرات بھی اپنی زندگی میں یہ تاویلیں کرتے رہے لیکن اس وقت سے لے کر آج تک یکطرفہ ڈھنڈورا پیٹا جا رہا ہے کہ یہ عبارتیں کفریہ ہیں ان کے قائل کافر ہیں اور ان کو کافر نہ سمجھنے والے بلکہ ان کے کفر میں شک کرنے والے بھی کافر ہیں۔ (لطمۃ الغیب ص ۹۳)

کافر نہ کہنے والوں میں کدھر اشارہ ہے؟ حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب اور ان کے پیروؤں کی طرف حضرت مولانا معین الدین اجمیری اور دیگر خیرآبادی علماء کی طرف۔

(۲) پھر یہ لوگ ترجمہ کنز الایمان سے اپنے لوگوں کو نئے عقائد پر لے آئے۔ اور عقائد خمسہ کو ایک نئی تشریح دی جو مولانا محمد عمر اچھروی اور مفتی احمد یار خاں نعیمی کی کتابوں میں اس حنفیت اور جاہلیت سے

فاضل تھے اور شیخ الہند مولانا محمود حسن کے شاگرد تھے۔ وہ کھلم کھلا پاکستان کی حمایت میں نکل آئے۔ اور جلوسوں کی قیادت کی۔ امرتسر میں حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی کے خلیفہ اجل مولانا مفتی محمد حسن صاحب تھے۔ آپ امرتسر کی سب سے بڑی مسجد (جامع مسجد خیر الدین ہال بازار امرتسر) میں حدیث کے مدرس اعلیٰ تھے جالندھر کے سب سے بڑے عالم مولانا خیر محمد صاحب (بانی و مہتمم خیر المدارس جالندھر) مولانا تھانوی کے بڑے خلفاء میں سے تھے۔ آپ بھی پاکستان کی حمایت میں رہے۔ راولپنڈی میں سب سے بڑی مسجد (مرکزی جامع مسجد) کے خطیب مولانا مولا بخش فاضل دیوبند حضرت شیخ الہند کے شاگرد تھے۔ ان حضرات نے کھلے طور پر مسلم لیگ کی حمایت کی۔ بریلوی علماء ان کی ضد میں مولانا ابوالبرکات (حزب الاحناف لاہور) کی قیادت میں لاہور میں مدرسہ حزب الاحناف میں جمع ہوئے۔ مولانا ابوالبرکات نے فتویٰ دیا۔

لیگ کی حمایت کرنا اس میں چندہ دینا، اس کا ممبر بننا اس کی اشاعت و تبلیغ کرنا اسلام کے ساتھ دشمنی کرنا ہے جناب پیر جماعت علی شاہ علی پوری نے مولانا احمد رضا خاں کے بیٹے اور خلفاء ہی کا شریف کا ساتھ دیا۔ جب حزب الاحناف ہند کا اور دارالعلوم دیوبند کے صدر مہتمم مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کے ساتھ پاکستان کی حمایت میں لاہور جمع ہو گئے۔ ان سے اپنے تمام اختلافات ختم کر دیے انہیں اپنا بھائی کہا اور اس طرح مولانا احمد رضا خاں سے یکسر بے تعلق ہو گئے۔ یہ بریلویت کا پانچواں دور تھا۔ یہاں تک کہ پاکستان بن گیا اب بریلویت اپنے چھٹے دور میں داخل ہوئی۔ پاکستان میں ہر سطح پر علماء دیوبند ہی نظر آتے تھے اور بریلویت انہی کے سامنے اپنی راہیں تلاش کر رہی تھی۔

بریلویت اپنے چھٹے دور میں

پاکستان بنتے ہی حکومت پاکستان نے صرف علماء دیوبند سے ہی رابطہ رکھے وزیر اعظم نوابزادہ لیاقت علی خاں نے پاکستان کو اسلامی خطوط پر ڈھالنے کے لئے تعلیمات اسلامی کا ایک بورڈ قائم کیا جس کے ممبران علامہ سید سلیمان ندوی، مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی، ڈاکٹر حمید اللہ صاحب تھے۔ بعض علماء مشرقی پاکستان بھی اس میں تھے۔ کوئی بریلوی عالم اس بورڈ میں نظر نہیں آتا۔ ملکی سطح پر ریڈیو پر حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی کا درس قرآن شروع ہوتا تھا۔ اور بریلوی علماء بھی اسے ہی سنتے تھے۔

ایسا کیوں تھا؟ یہ محض اس لئے کہ یہ دیوبندی علماء تحریک پاکستان کی حمایت میں پیش پیش رہے تھے۔ اور اکابر بریلوی علماء کو مسلم لیگ پر کفر کے فتوے دینے سے فرصت نہ ملی تھی۔ صرف پیر جماعت علی شاہ علی پوری پاکستان کی حمایت میں تھے اور ظاہر ہے کہ وہ بریلوی نہ تھے بدایوں سے مولانا عبد الحامد بدایونی کراچی آئے اور انہوں نے محمد شفیع اوکاڑوی ایک نعت خواں کے ساتھ مل کر کراچی کو بریلوی عقائد سے آشنا کیا۔ کراچی کے پڑھے لکھے لوگ شرک و بدعت سے ہمیشہ دور رہے ہیں۔

بریلویت اپنی تاریخ کے مختلف مرحلوں سے گزرنے کے بعد اب بالکل دم توڑ گئی اب سوائے اس کے کہ وہ سیاسی طور پر دیوبندی علماء کو آگے لائیں ان کے لئے استعمال ہوں اور مولانا احمد رضا خاں کے فتوے تفریق سے یکسر لاتعلقی کا اظہار کریں ان کے لئے اور کوئی راہ سامنے نہ رہ گئی۔

بریلویت کا ساتواں دور

پاکستان میں ۲۰۰۲ء میں دیوبندی بریلوی ایک اتحاد میں شریک ہوئے مولانا شاہ احمد نورانی صدر جمعیت علماء پاکستان اس مجلس عمل کے صدر بنے اور مولانا فضل الرحمن امیر جمعیت علماء اسلام پاکستان اس کے جنرل سیکریٹری قرار پائے۔ ملک کے عام انتخابات ہوئے جن میں مجلس عمل نے بھی حصہ لیا۔ اس الیکشن میں مولانا فضل الرحمن اور مولانا سمیع الحق کے پچیس امیدوار قومی اسمبلی میں کامیاب ہوئے۔ جمعیت علماء پاکستان کا صرف ایک امیدوار (مولانا ابوالخیر محمد زبیر) حیدرآباد کی ایک سیٹ سے کامیاب ہوا۔ اب کیا کہا جا سکتا ہے کہ پاکستان میں دیوبندی بریلوی ۲۵:۱ کے تناسب سے ہیں؟ نہیں۔ لیکن یہ رفتار عمل بریلویوں کے گرتے ہوئے گراف کی ضرور نشاندہی کر رہی ہے۔ ان انتخابات کے نتیجہ میں شدت پسند بریلوی عوام مولانا شاہ احمد نورانی پر بری طرح برسے کہ انکے امیر نے بریلویت کی یہ ناؤ اتنی جلدی کیوں ڈبو دی۔

ان کا ایک رسالہ النظامیہ اندرون لوہاری گیٹ لاہور سے مولانا عبدالحکیم شرف کی نگرانی میں نکلتا ہے۔ اس کے دسمبر ۲۰۰۲ء کے شمارہ میں ہے:

ہم اس وقت اس تمام صورت حال پر تبصرہ سے گریز کرتے ہوئے اہل سنت والجماعت کے ذمہ داران حضرات کی توجہ اس زبوں حالی کی طرف مبذول کرانا چاہتے ہیں۔ جس کا ہم سب شکار ہیں۔ ہم اہل مقصد کے حصول کے لئے اپنی مذہبی جماعتوں کے اتحاد کے مخالف ہرگز نہیں اس لئے کہ

بیسویں صدی کے ختم ہونے میں دو باقی تھے کہ اجمیر شریف کا سالانہ عرس رکھا گیا اس وقت میں مرکزی درسگاہوں کے زمانے میں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی اور حضرت مولانا اسمٰعیل شہید کو کس نظر احترام سے دیکھتے تھے اس کے لیے ان مصنفین کے اسمائے گرامی کا مطالعہ کیجئے جن کے نام خواجہ سید عزیز الرحمن بریلوی نے اپنے اس پمفلٹ میں دیئے گئے ہم اختصار کے پیش نظر اس کے ص ۵۶ کا عکس ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔

This year the Sacred Urs (Death Anniversary) of Khwaja Gharib Nawaz will be celebrated from 30th September to 8th October 2000.

فہرست کتب جن سے مضامین اخذ کئے گئے:

	کتاب		مصنف
۱۔	فیوض الحرمین	از	حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی
۲۔	انفاس العارفین	از	" " " " "
۳۔	امداد المشتاق	از	" مولانا اشرف علی تھانوی
۴۔	امداد السلوک	از	" مولانا رشید احمد گنگوہی
۵۔	جامع کرامات اولیاء	از	" شیخ یوسف بن اسمٰعیل نبہانی
۶۔	طبقات	از	" علامہ سخاوی
۷۔	مرج البحرین	از	" شیخ عبدالحق محدث دہلوی
۸۔	روحانیت اسلام	از	" مولانا الحاج واحد بخش سیال چشتی صابری
۹۔	(Influence of Islam on Indian Culture)		
	ہندوستانی تہذیب پر اسلامی اثرات	از	ڈاکٹر تاراچند (مترجم)
۱۰۔	منصب امامت	از	مولانا اسمٰعیل شہید دہلوی

نوٹ: ہمارے ادارے کی جانب سے پمفلٹ آپ لوگوں کی خدمت میں مفت پیش ہے
اس کے علاوہ بھی آپ کو کسی قسم کی اسلامی دینی کتابوں کی درسی کلینڈر کی ضرورت ہو تو ہم سے رابطہ کریں

اس سے پتہ چلتا ہے کہ قوم نے مولانا احمد رضا خاں کی لگائی ہوئی تکفیر کی آگ کو سال گزرنے کے باوجود قبول نہیں کیا تھا جس طرح مسلمانوں اور قادیانیوں کے اختلافات حقیقی ہیں دیوبندی بریلوی اختلافات صرف چند الزامات کا نام ہے جس کے پیچھے ضد، ذاتی انا اور انگریزوں کی سیاسی پالیسی کے سوا کچھ نظر نہ آئے گا۔

مطالعہ بریلویت کی پچھلی جلد میں ہم بریلویوں کی بہت سی ان بدعات کی نشاندہی کر آئے ہیں جو انہوں نے درود شریف سے متعلق رواج دے رکھی ہیں۔ موضوع کی مناسبت سے ہم یہاں ان کی اس جرأت کا بھی تجزیہ کر دیتے ہیں جو یہ دوران تلاوت قرآن کریم میں لاتے ہیں۔ قرآن کریم کا حکم ہے کہ جب قرآن پڑھا جائے تو تم اسے سنو اور چپ رہو۔ اگر آواز تم تک نہ پہنچے اور تم سن نہ پاؤ تو دوسرا حکم یہ ہے کہ تم چپ رہو یہ پھر بھی تمہارے لئے واجب تعمیل ہے۔ یہ قرآن کریم کی تعظیم ہے کہ جب یہ پڑھا جا رہا ہے اور تم ان لوگوں میں ہو جن کے لئے پڑھا جا رہا ہے تو اگر تم اسے سن نہیں رہے پھر بھی قرآن کریم کی تعظیم میں تم چپ رہو۔ قرآن پڑھے جانے کے سامنے تمہاری زبان حرکت نہ کرے۔

وإذا قرئ القرآن فاستمعوا له وأنصتوا لعلكم ترحمون (پ ۹ الاعراف)

(ترجمہ) اور جب قرآن پڑھا جائے تو تم اسے غور سے سنو اور چپ رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

مگر ایسے بریلوی بھی ہیں جو اپنا جماعتی شعار سمجھتے ہیں کہ جب امام آیت کریمہ جس میں حضور پر درود وسلام کا حکم ہے۔ پڑھے تو مقتدی اس کے درمیان با آواز بلند "حق نبی" کہیں۔ وہ اسے اس آیت کے دو حصوں میں وقف کے دوران پڑھتے ہیں ان کے رضا احمد مظہری لکھتے ہیں۔

ہمارے اس علاقہ میں یہ سلیقہ (بریلویت) کا شعار بن چکا ہے کہ پانچوں وقت اہل سنت والجماعت کی مساجد میں نماز کے بعد امام صاحب آیت مبارکہ ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی پڑھتے ہیں۔ جب علی النبی پر پہنچتے ہیں تو کچھ دیر کے لئے وقف کرتے ہیں جس کے دوران تمام مقتدی "حق نبی" کے الفاظ بلند آواز سے کہتے ہیں اس کے بعد امام صاحب آیت کریمہ کا دوسرا حصہ تلاوت کرتے ہیں۔

یا ایہا الذین آمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما (پ ۲۲ الاحزاب)

اس پر تمام مقتدی بلند آواز سے درود شریف پڑھتے ہیں۔ (رسالہ حق نبی ص ۲)

آیت درود پڑھتے ہوئے درمیان میں حق نبی کا نعرہ

سوال یہ ہے کہ امام کا اس آیت کی تلاوت میں وقفہ کرنا قرأت کے حکم میں ہے یا اس وقت امام قرأت

قرآن سے باہر ہے۔ اور مقتدیوں کا اس وقت با آواز بلند نعرے لگانا قرآن کے اس حکم کے خلاف
نہیں کہ جب قرآن پڑھا جائے تو تم اسے سنو اور خاموش رہو۔ یہ بات بھی تحقیق طلب ہے کہ کسی
آیت کے دوران تلاوت اس میں اپنے الفاظ داخل کئے جا سکتے ہیں یا نہیں۔ اس طرح آیت پوری
نہیں رہتی۔ آیت کا ایک حصہ پڑھا جائے اور دوسرا نہ تو وہ آیت رہتی ہے نہیں۔

الجواب

قرآن کریم کی کوئی آیت پڑھتے اس میں اپنے الفاظ کو داخل کرنا حضور اکرم ﷺ سے یا صحابہ کرام
سے کہیں ثابت نہیں ہوتا۔ ہاں آیت پوری پڑھ لی جائے تو پھر کوئی الفاظ اپنی طرف سے کہے
جائیں اور یہ نماز میں نہ ہو تو یہ جائز ہے اور پھر دوسری آیت شروع کی جائے لیکن ایک آیت کی
تلاوت کے دوران اس میں حق نبی کے الفاظ داخل کرنا قرآن میں غیر قرآن داخل کرنا ہے تو یہ
اسلام کی چودہ صدیوں میں کہیں ثابت نہیں۔ چہ جائیکہ اسے اہل سنت کا شعار کہا جائے۔ یہ بریلویوں
کا شعار ہو سکتا ہے اور اسی وقت سے جب بریلویت حیدرآباد کے اس علاقہ میں آئی۔ ورنہ مولانا احمد
رضا خاں کے پوتے مولانا محمد اختر رضا خان ان کے خلاف اس نام سے رسالہ لکھ چکے ہیں [illegible]
رہو۔ وجزاہ اللہ احسن الجزاء
ہم انشاء اللہ العزیز آگے اس موضوع پر مزید تفصیل سے بات کریں گے۔ واللہ ھو الموفق [illegible]

☆☆☆☆☆☆☆

باب ششم
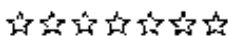
شرک و بدعت کے پودے کہاں پھوٹتے ہیں؟

نعت کی لہروں میں اور مزارات کے پھیروں میں

الحمد لله و سلام علی عباده الذین اصطفیٰ اما بعد

آنحضرت ﷺ نے خود اپنے آپ کو مخلوق کی حد میں رکھا اور اس بات کو سختی سے روکا کہ آپ کی نعت و ثناء میں کوئی لا محدود درجہ دیا جائے اور دعویٰ کیا جائے کہ عشق و مستی میں سب روا ہے۔

نگاہ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر وہی ظاہر وہی باطن وہی یسین وہی طٰہٰ

عشق مستی میں بھی حدود شرعیہ سے نکلنے کی اجازت نہیں ہے۔

حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

لا تطروني كما اطرت النصارى ابن مريم فانما أنا عبده ورسوله   متفق عليه (مشکوٰۃ ص ۴۱۷)

(ترجمہ) تم میری تعریف میں مبالغہ نہ کرنا (حد سے نہ بڑھنا) جیسا کہ عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ بن مریم کو حد سے بڑھا دیا۔ میں سوائے اس کے نہیں کہ اس کا (اللہ کا) بندہ ہوں اور اس کا رسول ہوں

اس حدیث سے پتہ چلا کہ انبیاء کرام کی نعت و مدح کے لئے ایک حد مقرر ہے کہ حد سے نہ بڑھنا چاہئے وہ حد یہ ہے کہ انہیں اللہ کی بندگی میں رکھا جائے انہیں اللہ کا رسول مانا جائے اور کسی درجہ میں بھی انہیں خدا کے ساتھ نہ ملایا جائے۔

نصاریٰ کے اس غلط عمل کو (کہ وہ حضرت عیسیٰ کو خدا کے درجہ میں لے گئے) قرآن کریم نے بھی مبالغہ قرار دیا ہے۔ اور فرمایا عیسیٰ بن مریم اللہ کے رسول ہیں۔ اور اللہ ایک ہی ہے اس کا کوئی بیٹا نہیں ہو سکتا حضرت عیسیٰ کو اس سے عار نہیں کہ وہ اپنے آپ کو اللہ کا بندہ کہیں۔

یا اهل الكتاب لا تغلوا في دينكم ولا تقولوا على الله الا الحق انما المسيح

عیسی ابن مریم رسول اللہ وکلمتہ القاھا الی مریم وروح منہ فامنوا باللہ ورسلہ ولا تقولوا ثلثۃ انتھوا خیرا لکم انما اللہ الہ واحد سبحنہ ان یکون لہ ولد (پ ۶ النساء ۱۷۱)

اے اہل کتاب مت مبالغہ کرو اپنے دین کی بات میں اور مت کہو اللہ کی شان میں مگر پکی بات بے شک مسیح عیسیٰ بن مریم اللہ کا رسول ہے اور اس کا کلمہ جو ڈالا اس نے مریم کی طرف اور ایک روح ہے اس کے ہاں کی سو مانو اللہ کو اور اس کے رسولوں کو اور نہ کہو خدا تین ہیں اس بات سے اب بھی رک جاؤ کہ تمہارے لئے بہتر ہے۔ بے شک اللہ معبود ہے اکیلا۔ اس کے شایان شان نہیں کہ اس کی کوئی اولاد ہو۔
اس سے پتہ چلتا ہے کہ انبیاء کرام اور اولیاء عظام کی مدح و تعریف کی ایک حد مقرر ہے انہیں کبھی خدائی کے درجہ میں نہ لے جانا۔ بریلویوں میں وہ لوگ بہت نادان ہیں جو کہتے ہیں کہ حضور کی تعریف کے لئے کوئی حد نہیں۔ یہ خالق اور مخلوق کے فاصلے کو مٹا کر اپنے دین کو تباہ کرنا ہے جیسے کہ عیسائی حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا قرار دے کر اسلام سے نکل گئے۔
حضرت شیخ الہند لکھتے ہیں۔
نہ کسی مخلوق میں اس کا شریک بننے کی قابلیت اور لیاقت اور نہ اس کی ذات پاک میں اس کی گنجائش اور نہ اس کو حاجت ہے۔ جس سے معلوم ہو گیا کہ مخلوقات میں سے کسی کو خدا تعالیٰ کا بیٹا یا شریک کہنا اس کا کام ہے جو ایمان اور عقل دونوں سے محروم ہو۔
(فائدہ) مضمون بالا سے یہ سمجھ میں آ گیا کہ جو کوئی حق تعالیٰ کے لئے بیٹا یا کسی کو اس کا شریک مانتا ہے وہ حقیقت میں جمیع مخلوقات کو مخلوق باری اور باری تعالیٰ کو خالق جملہ موجودات نہیں مانتا۔ اور نیز اللہ تعالیٰ کو سب کی حاجت براری اور کارسازی کے لئے کافی نہیں جانتا گویا خدا کو خدائی سے نکال کر مخلوقات اور ممکنات میں داخل کر دیا تو اب ارشاد "سبحانہ ان یکون لہ ولد" میں جس ناپاکی کی طرف اشارہ تھا اس کا پتہ چل گیا اور فرزند حقیقی اور فرزند مجازی اور ظاہری دونوں میں وہ ناپاکی چونکہ برابر موجود ہے۔ تو خوب سمجھ میں آ گیا کہ حق تعالیٰ کی ذات مقدس جیسے اس سے پاک ہے کہ

اس کا کوئی بیٹا پیدا ہوا ایسا ہی اس سے بھی پاک اور برتر ہے کہ اپنی مخلوق میں سے کسی کو بیٹا بنائے۔
شرک کا دوسرا بڑا سبب مزارات کے ساتھ خدا کا سا معاملہ کرنا ہے۔ سجدہ صرف خدا کے لئے ہے قرآن کریم کو تعظیم کی تاویل سے سجدہ کرنا یہ بھی شریعت سے نکلنا ہے حضرت عائشہ کہتی ہیں حضور ﷺ نے وفات کے وقت فرمایا۔

لعنة الله على اليهود والنصارى اتخذوا قبور انبياءهم مساجد يحذر مثل ما صنعوا (صحیح مسلم جلد ۱ ص ۲۰۱)

(ترجمہ) اللہ کی یہود و نصاریٰ پر لعنت ہو انہوں نے اپنے (بنی اسرائیل کے) نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہیں بنالیا یہ بات آپ نے مسلمانوں کو ان کے اس عمل سے ڈرانے کے لئے کہی کہ وہ ایسا کریں تو وہ بھی ویسے ہو جائیں گے۔
یعنی مسلمان بھی اگر اپنے بزرگوں کی قبروں سے یہی معاملہ کریں تو یہ بھی ان کی طرح اللہ تعالیٰ کی لعنت کا مورد نہیں گے۔ آج دیکھیں وہ کون سا عمل ہے جو بریلویوں نے ان کی طرح اپنے بزرگوں کے مزارات پر نہیں کر رکھا۔
آنحضرت ﷺ نے یہ بھی فرمایا۔

ان اولئك اذا كان فيهم الرجل الصالح فمات بنوا على قبره مسجدا و صوروا فيه تلك الصور اولئك شرار خلق الله عند الله عزوجل يوم القيمة (ايضاً ص ۲۰۱)

(ترجمہ) ان لوگوں میں جب بھی کوئی بزرگ ہوتا اور وہ مرجاتا تو یہ لوگ اس کی قبر پر عبادت گاہ لیتے اور اس میں یہ (اس کی تصویریں) لگاتے۔ اللہ رب العزت کے ہاں یہ قیامت کے دن بدترین خلائق ہوں گے۔
علامہ نووی لکھتے ہیں۔

انما نهى النبي صلى الله عليه وسلم عن اتخاذ قبره وقبر غيره مسجداً خوفاً

وسلام علی المرسلین و الحمدلله رب العالمین (پ ۲۳ الصافات ۱۸۱)

(ترجمہ) اور سلامتی ہو پیغمبروں کی اور سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں وہ پالنے والا ہے تمام جہانوں کا

حمد و سلام کی ایک ترتیب یہ ہے۔ الحمد لله وسلام علی عبادہ الذین اصطفی (پ ۱۹ النمل ۵۹)

اللہ تعالیٰ کا ایک نام سلام ہے وہ خود سلام ہے ہمیشہ کی سلامتی اس کی شان ہے۔ سلامت رہنا اس کی اپنی چیز ہے۔ حاجت اور خوف کے وقت سلامتی اس سے مانگی جاتی ہے۔ وہ سلامتی دیتا ہے مومن اس سے سلامتی مانگتے ہیں۔ حضرت ثوبان کہتے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ نماز کے بعد اس طرح اللہ سے سلامتی مانگتے تھے۔

اللھم انت السلام و منک السلام تبارکت ذاالجلال والاکرام (صحیح مسلم جلد ۱ ص ۲۱۸)

اے اللہ تو ہی سلام ہے اور تجھی سے (دوسروں کو) سلامتی ملتی ہے۔ اے جلال و اکرام والے! تیری ذات برکت والی ہے۔

یہ سلامتی کی دعا صرف اس شخص کے لئے مانگی جا سکتی ہے جو حاجت مند ہو اس کے لئے نہیں جو حاجت روا ہو۔ یہ اس کے لئے مانگی جا سکتی ہے جس پر آفتوں اور بیماری کے خطرات ہوں۔ اللہ تعالیٰ پر سلام نہیں پڑھا جا سکتا وہ تو سلامت ہی سلامت ہے۔ کسی پر سلام پڑھا جانا اس کے مخلوق ہونے کی علامت ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں۔ (اشعۃ اللمعات ص ۴۲۶)

عبارت از اشعہ

نماز میں سلام کے تین مورد رکھے گئے ہیں۔

۱۔ حضور اکرم ﷺ کے لئے سلامتی کی دعا کی جائے۔ السلام علیک ایھا النبی

۲۔ نمازی اپنے اور اپنے تمام شرکائے جماعت کے لئے سلامتی مانگتا ہے۔ السلام علینا

سال کے پہلے مجدد تھے۔

بریلویت کا نام تو ابھی سامنے نہ آیا تھا۔ نہ حضرت مجدد الف ثانی دیوبند کے رہنے والے تھے۔ لیکن اس میں شک نہیں کہ بدعت کی سیاہ رات میں حضرت مجدد الف ثانی نے سنت کے چراغ پوری ہمت سے روشن کئے آپ فاروقی النسب تھے اور یہی فاروقی رنگ پھر حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی بحوالہ بالا ثوت حضرت مولانا محمد اسماعیل شہید اور حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی تھانوی میں چمکی۔ اور حق کا یہ سلسلہ اس دور متاخرین اب علماء دیوبند کے نام سے چلا آرہا ہے۔

ہوتا ہے جادہ پیما اب کارواں ہمارا

عبدہ ورسولہ کا اقرار ان تمام خطروں کا سد باب ہے

عبدہ کا لفظ حضور کے بارے میں خدائی کا ہر شبہ دور کر دیتا ہے جب آپ اللہ کے بندے ٹھہرے تو ظاہر ہے کہ آپ ہر بات میں خدا کے حکم کے پابند ہیں۔ عطائی طور پر بھی مختار کل نہیں ہیں۔ رسول ہونا بھی بتلاتا ہے کہ آپ کسی کے بھیجے ہوئے ہیں۔ اور جس نے آپ کو بھیجا ہے اس نے آپ کو احکام دیئے ہیں شارع حقیقی صرف وہ ہے اور آپ پہنچانے والے ہیں شیخ عبدالحق محدث دہلوی (۱۰۵۲ھ) فرماتے ہیں۔

نبی اور رسول سے بڑھ کر کوئی لفظ نہیں بشریت کے تمام درجوں میں سب سے اونچا درجہ نبوت اور رسالت کا ہے۔ (اشعۃ اللمعات جلد ۲ ص ۱۰۴)

نماز ایک عبادت ہے اور صرف ایک اللہ کی عبادت ہے اس کے جملہ فرائض التحیات میں عبدہ ورسولہ کے اقرار پر ختم ہوئے ہیں دوسرے درجے میں شرک سے بچنے کی راہ جیسا کہ ہم مقدمہ میں کہہ آئے ہیں درود شریف ہے نمازی عبدہ ورسولہ کا اقرار کرنے کے بعد درود پڑھتا ہے۔

اللھم صل علی محمد و علی آل محمد کما صلیت علی ابراہیم و علی آل ابراہیم انک حمید مجید

نماز کے شروع میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء ہے اور درود شریف کے آخر میں بھی اس کے حمید مجید ہونے کا

اقرار ہے پھر اپنے لئے اپنی اولاد کے لئے اور اپنے والدین کے لئے دعائیں ہیں پھر نمازی سلام کہہ کر اس دنیا میں واپس آجاتا ہے۔

عبدہ ورسولہ کے معنی

عبد کا لفظ عبدیت اور عبودیت دونوں سے تعلق رکھتا ہے۔ ایسے کام کرنا جن سے اللہ راضی ہو اسے عبدیت کہتے ہیں اور بندے کا اس کے ہر فیصلے اور نفاذ حکم پر اس سے راضی ہونا عبودیت ہے۔ آخرت میں عبادت نہ ہوگی۔ وہ دار الجزاء ہے دار العمل نہیں۔ عمل کی دنیا ختم ہو چکی۔ لیکن عبودیت وہاں بھی ہوگی۔ مومنین اللہ کے ہر فیصلے پر اور اس کی ہر عطا پر راضی ہوں گے۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں۔

بندہ صالح وہ ہوتا ہے جو عبودیت کا حق ادا کرے اور اس پر مضبوطی سے قائم رہے (اشعۃ اللمعات جلد ۱ ص ۴۳۳)

اس سے پتہ چلا مقام عبودیت مقام عبدیت سے افضل ہے عباد اللہ کی صفت صالحین اسی جہت سے ہے کہ مقام صلاح مقام عبدیت سے بھی آگے ہے۔ حضورؐ نے فرمایا۔ السلام علینا و علیٰ عباد اللہ الصالحین

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ (۵۶۱ھ) فرماتے ہیں۔

صلاح اس حالت کا نام ہے جب بندہ کی مرضی ارادہ اور خواہش نفس ختم ہو جائے اور بندہ اللہ کی پسند باتوں پر قائم ہو جائے۔ (فتوح الغیب)

صحابہ کرام سے اللہ راضی ہوا تو وہ بھی اللہ تعالیٰ سے ہر طرح سے راضی ہوئے رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ میں صحابہ کے اسی مقام کا بیان ہے۔

عبدیت اور عبودیت دونوں میں بندگی کا اظہار ہے

عبدہ ورسولہ میں حضور کی عبدیت اور عبودیت کا اقرار اور آپ کے معبود ہونے کی نفی اور اللہ سے حضور آپ کے حاجت مند ہونے کی ایک قوی دلالت ہے۔ علامہ ابن نجیم (۹۶۹ھ) عبودیت کی تعریف

میں لکھتے ہیں ۔

ھی مسئلة عن النقص بدلالتها علی الافتقار والحاجة (البحر الرائق جلد اول ص ۳۲۴)

عبدیت اور عبودیت اس کمزوری کا پتہ دیتی ہے جو حاجتمندی اور ضرورت مندی میں لپٹی ہے۔

آنحضرت کو بادشاہی اور بندگی میں سے ایک کو لینا تھا

قاضی عیاض (۵۴۴ھ) لکھتے ہیں حضور کو بادشاہی اور بندگی میں سے ایک کو اختیار کرنے کا اختیار دیا گیا۔ آپ نے بندہ نبی بننا پسند فرمایا۔ آپ کو اس نیک اختیار میں سے تین انعام دیئے گئے۔

۱۔ آپ تمام اولاد آدم کے سردار ٹھہرے۔

۲۔ قیامت کے دن سب سے پہلے آپ کے لئے زمین پھٹے گی۔

۳۔ آپ کو مقام شفاعت دیا گیا۔

قاضی عیاض لکھتے ہیں، آپ نے فرمایا:۔

(ترجمہ) میں بندہ ہوں کھانا کھاتا ہوں بندوں کی طرح بیٹھ کر اور بیٹھتا ہوں بندوں کی طرح (شفاء جلد ۱ ص ۲۷)

آنحضرت نے اپنے وکیل ہونے کی نفی فرمادی

آنحضرت ﷺ نے امت کے تمام اختیارات اپنے ہاتھ میں لینے کی نفی فرمادی آپ نے اپنے کو امت کے مختار کل ہونے کے درجہ پر نہ رکھا قرآن کریم میں ہے۔

قل لست علیکم بوکیل (پ ۷ الانعام ۶۵)

وما انا علیکم بوکیل (پ ۱۱ یونس ۱۰۹)

(ترجمہ) آپ کہہ دیں میں نہیں تمہارا کارساز اور میں تم پر مختار نہیں ہوں۔

وکیل اپنے موکل کی طرف سے پورے اختیارات رکھتا ہے حضور نے رسول ہونا تسلیم فرمایا۔ اپنے وکیل ہونے کی کھلے طور پر نفی کردی وکیل اپنے موکل کی طرف سے پورے اختیارات رکھتا ہے۔ حضور

نے رسول ہوتا تو تسلیم فرمایا اپنے وکیل ہونے کی کھلے طور پر نفی کر دی۔ مگر بریلوی لوگ برابر اپنی لکیر پیٹے جا رہے ہیں۔ اور بڑے زور و شور سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان تمام اعلانات کو جھٹلاتے ہوئے آپ کو مختار کل کہتے ہیں۔ وہ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضور ﷺ یہ باتیں صرف اوپر اوپر سے کہتے تھے حقیقت میں تو آپ مختار کل تھے۔

التحیات سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ نماز اول سے لے کر آخر تک صرف ایک خدا کی عبادت ہے سو کسی نمازی کو نہ چاہیے کہ وہ التحیات میں خدا سے صرف ہمت کر کے اب اپنے آپ کو حضور اکرم ﷺ کے سامنے حاضر کرے۔ نمازی کو آخر تک اللہ تعالیٰ سے دھیان ہٹانے کی اجازت نہیں۔ یہاں تک کہ نمازی سلام کہہ کر نماز سے نکل جائے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام

یہاں پہلا سوال یہ ابھرتا ہے کہ حضور پر درود بصورت انشاء بھیجا جائے یا بصورت خبر۔ درس و تدریس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر بیشتر خبر کے طور پر آتا ہے۔ حدیث پڑھتے کہا جاتا ہے۔ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ تو اس موقع پر درود شریف بھی پیرایہ خبر پڑھا گیا اور معنی یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر درود بھیجا ہے۔

لیکن نماز میں جب ہم کہتے ہیں۔

اللھم صل علی محمد و علی آل محمد کما صلیت علی ابراہیم و علی آل ابراہیم

(ترجمہ) اے اللہ تو حضرت محمدؐ پر اور آپ کی آل پر اور رحمت فرما جیسا کہ تو نے حضرت ابراہیم اور ان کی آل پر رحمت فرمائی۔

تو یہاں درود شریف پیرایہ انشاء پڑھا جا رہا ہے۔ "صل" امر کا صیغہ ہے جو یہاں طلب کے معنی میں ہے کہ اے اللہ آپ پر درود بھیجئے۔ تو اس میں خطاب اللہ رب العزت سے ہو رہا ہے صیغہ طلب ہے یہ خبر نہیں

جلیل القدر حنفی مفسر علامہ محمود آلوسی لکھتے ہیں۔

وذکروا ان الاتیان بصیغة الطلب افضل من الاتیان بصیغة الخبر (روح المعانی جلد ۲۲ ص ۷۹)

(ترجمہ) علماء نے کہا ہے کہ درود شریف بصیغہ طلب پڑھنا صیغہ خبر میں پڑھنے سے افضل ہے۔

جو درود نماز میں پڑھا جاتا ہے وہ ہر دوسرے درود سے افضل ہے یہیں سے اس عقیدے نے شہرت پائی۔ کہ درود ابراہیمی سب درودوں سے افضل ہے۔ والصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ جملہ خبریہ ہے انشائیہ نہیں لیکن اسے بھی تاویل سے یا مجاز سے انشائیہ بنایا جاسکے گا۔ علامہ شامی لکھتے ہیں۔

والجملة خبرية لفظاً منقولة الى الانشاء او مجاز فيه بمعنى اللهم صلّ (رد المحتار جلد ا ص ۳۴)

سو بریلویوں کا "صلی اللہ علیک یا رسول اللہ" کو درود ابراہیمی سے افضل جاننا درست نہیں ہے۔

کیا درود شریف حضور کی خدمت میں ایک نذرانہ ہے یا یہ ایک اللہ کی عبادت ہے؟

درود شریف کیا ہے یہ مومن کی اللہ کے حضور ایک دعا ہے کہ اے اللہ حضور پر اپنی اور رحمتیں نازل فرما اور ظاہر ہے کہ دعا ایک عبادت ہے بلکہ ساری عبادت کا مغز ہے۔

یہ حضور کی خدمت میں ایک نذرانہ نہیں ہے یہ اللہ کے حضور میں ایک دعا ہے۔ سو درود پڑھنے والا یہ نہ سمجھے کہ میں حضور کو کچھ نفع پہنچا رہا ہوں۔ وہ یہ سمجھے کہ میں اپنے عقیدہ توحید کو پختہ کر رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کا حضور پر اپنا کرم اور اپنا فضل اتارنا کبھی ختم ہونے والا نہیں۔ اور حضور کا اس کی مزید رحمتوں کا محتاج ہونا بھی کبھی ختم ہونے والا نہیں۔ سو اللہ اور اس کا رسول کبھی کسی بات میں برابر نہ ہو سکیں گے۔ نہ ان کا لینا ختم ہو نہ ان کا دینا۔ درود پڑھنے والے کی یہ دعا اس کے عقیدہ میں کبھی دونوں کو ایک نہ ہونے دے گی۔ آپ پر یہ عطاء الٰہی ہر لحظہ ہر آن جاری ہے۔ بریلویوں کا یہ کہنا درست نہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو کائنات کے سب خزانے عطا فرما چکا۔ اللہ رب العزت کی عطا تو اب بھی جاری ہے۔

حضور پر سلام پڑھنا بھی اسی عقیدہ توحید کی توثیق ہے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام ڈالنا اور آپ پر سلام پیش کرنا یہ آپ کے مخلوق ہونے کا اقرار ہے۔ وہ صرف خدا ہے جس پر سلام نہیں ڈالا جاتا۔ باقی رہے انبیاء و مرسلین تو وہ سب سلام کا مورد ہیں۔ وسلام علی المرسلین۔ ان پر اللہ رب العزت کی طرف سے سلامتی اترتی ہے اور ہر سلامتی جو انہیں ملی ایک اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملی ہے۔ وہی ایک ہے جو سلام ہے اور جس کو سلامتی ملی وہ سلامتی اسی کی طرف سے ہے اللھم انت السلام و منک السلام۔

سلام کے معنی کیا ہیں؟

السلامۃ من کل مکروہ۔ (ردالمحتار شامی جلد ۱ ص ۳۰)
ہر مصیبت، ہر ناگوار اور ہر ناپسند چیز سے سلامت رہنا (اس سے بچ نکلنا ہے)

سلام اللہ کے ناموں میں سے ہے قرآن کریم میں اس طرح دیا گیا ہے۔

ھو اللہ الذی لا الہ الا ھو الملک القدوس السلام المؤمن المھیمن العزیز الجبار المتکبر سبحٰن اللہ عما یشرکون (پ ۲۸ الحشر ۲۳)

جس طرح قدوس ہونا صرف اسی کی شان ہے اسی طرح ہر طرح کی سلامتی اور ہمیشہ کی سلامتی صرف اسی کی ہے۔

اب جو کہے کہ اے اللہ مجھے سخت ضرر پہنچی ہے تو مجھے اس سے سلامتی دے تو وہ اس حالت میں تو بے شک اس پر سلامتی ڈالی جائے اس کے لئے سلامتی کی دعا کی جائے لیکن اسے سلام (ہمیشہ سلامتی میں رہنے والا) کا نام نہ دیا جا سکے گا۔ وہ صرف خدا ہے جو سلامتی دے دوسروں پر سلامتی اسی کی طرف سے اترتی ہے۔

اللھم انت السلام و منک السلام

حضرت ایوب علیہ السلام اللہ کے پیغمبر تھے مگر آپ کو ضرر اور تکلیف بھی پہنچی اور آپ نے اللہ رب العزت کی طرف مدد کے ہاتھ اٹھائے۔

جمع ہیں جس طرح "اقیموا الصلوٰۃ و اٰتوا الزکوٰۃ" میں متعلق جمع ہے۔ ایک جگہ دونوں عمل بجالانے کا حکم نہیں ہے۔ ہم جلد دوم کے آخر میں اس پر اپنا ایک پورا رسالہ جو ہدیہ قارئین کر آئے ہیں۔

صلوٰۃ وسلام پڑھنے میں کیا ہیئت اختیار کی جائے

نماز میں قرآن قیام کی حالت میں پڑھا جاتا ہے۔ قرآن قیوم کی صفت ہے اور یہ اس کا کلام ہے اس کے لئے حالت قیام ہی مناسب ہے۔ تسبیحات رکوع و سجدہ میں پڑھی جاتی ہیں اور سلام و صلوٰۃ التحیات کی حالت میں بیٹھے بیٹھے پڑھیں اذکار و اوراد کے لئے نماز بہترین پیرایہ ہے اس میں دیکھو کہ درود و سلام بیٹھ کر پڑھا جاتا ہے یا کھڑے ہو کر۔ نماز میں ذکر درود کو قیام میں جگہ نہیں دی گئی تو نماز کے باہر اس کے لئے قیام کرنا کیونکر جائز ہوگا۔

مولانا احمد رضا خاں قیام تعظیمی میں خاموش رہتے اور وہ بھی ایک لمحہ سے زیادہ نہ ہوتا تھا وہ اسے ایک رسم سے زیادہ درجہ نہ دیتے تھے تاہم وہ ادب اسی میں سمجھتے ہیں کہ رسم قیام ایک نہایت خاموش فضا میں ہو۔ درود شریف اور سلام بیٹھ کر پڑھا جائے جیسا کہ نماز میں درود بیٹھے کی حالت میں پڑھا جاتا ہے مولانا احمد رضا خاں کے مشہور نعت خواں جناب حافظ کا یہ شعر اس مسئلے کا پورا حل ہے۔

بجالا کے تعظیم و رسم قیام　　　بیٹھے بیٹھے پڑھو درود وسلام

درود شریف صرف نماز جنازہ میں کھڑے ہو کر پڑھا جاتا ہے۔ اور اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ وہاں نہ رکوع و سجود کا عمل ہے نہ التحیات بیٹھنے کا۔ اگر وہاں کچھ بھی بیٹھنے کا عمل ہوتا تو اس میں درود بیٹھ کر ہی پڑھا جاتا۔ تاہم یقین کیجئے یہاں بھی درود و سلام قیام کر کے پڑھا جائے گا۔ وہاں عام طور پر ماتم کے حالات پیدا ہوں گے۔ اور جنازے سامنے اٹھیں گے۔ اس خطہ ارضی سے برکت اٹھ چکی جب سے بریلوی برسرعام کھڑے ہو کر درود و سلام پڑھنے لگے ہیں اموات عام ہونے لگی ہیں۔ جنازوں کا عام معمول ہو گیا ہے۔

صلوٰۃ وسلام میں صحیح ادا کیا ہو جہر کیا جائے یا انہیں سراً پڑھا جائے

نمازیں دو قسم کی ہیں (۱) سری اور (۲) جہری نماز۔ نماز سری ہو جہری ہو جمعہ کی ہو یا عید کی فرض

کی ہو یہ سنت کی، ہر نماز میں التحیات بیٹھ کر پڑھی جاتی ہے۔ اور درود و سلام بیٹھ کر ہی پڑھتے ہیں۔ جب نماز میں درود و سلام جہراً نہیں سراً پڑھتے ہیں تو نماز سے باہر صلوٰۃ و سلام ہاتھ باندھ کر پڑھنا اور جہراً پڑھنا یہ کہاں سے نکل آیا؟

دعا میں صرف تعلیم کے لئے جہر کیا جاسکتا ہے۔ جب تعلیم پیش نظر نہ ہو تو جہر بدعت ہے فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

اذا دعا بالدعاء المأثور جهراً و معه القوم ايضاً ليتعلموا الدعاء لا بأس به و اذا تعلموا حينئذ يكون جهر القوم بدعة (فتاوی عالمگیری جلد ۳، ص ۱۹۴)

(ترجمہ) جب امام ایسی دعاؤں میں جو لفظاً ماثور ہیں جہر کرے اور اس کے ساتھ اور لوگ بھی ہوں اور یہ اس لئے ہو کہ وہ لوگ انہیں سیکھ پائیں۔ تو اس میں حرج نہیں لیکن جب لوگ سیکھ لیں تو اس وقت لوگوں کا بلند آواز سے دعا کرنا (درود شریف پڑھنا) بدعت ٹھہرے گا۔

سوال: فتاویٰ عالمگیری کا یہ حوالہ مطلق دعا کے بارے میں ہے آپ نے درود شریف کو کیوں اس کے ضمن میں لے لیا؟

جواب: جب مطلق دعا کے بارے میں آواز آہستہ رکھنے کا حکم ہے تو یہ حکم درود شریف کو بھی شامل ہوا۔ کیونکہ درود شریف پڑھنا بھی تو حضورؐ کے لئے دعا کرنا ہے۔ تاہم فتاویٰ عالمگیری میں جہاں حاجیوں کے روضہ انور پر حاضر ہو کر سلام عرض کرنے آداب لکھتے ہیں۔ وہاں بھی یہی بات لکھی ہے۔

ولا يرفع صوته ولا يقتصد (فتاوی عالمگیری جلد ۱ ص ۲۶۲ کتاب المناسك)

(ترجمہ) نہ آواز بلند کرے نہ درمیانی آواز بالکل آہستہ رکھے۔

تکبیر بے شک بلند آواز سے پکارا جاتا ہے لیکن اس کے عقب میں درود شریف پڑھے تو آہستہ والی آواز سے (فتاویٰ عالمگیری ص ۲۲۳)

ثم اذا النبى يصلى على النبى المعلم للخيرات صلى الله عليه وسلم و دعا

بما شاء الا انه يخفض صوته اذا صلى عليه (فتاوی عالمگیری ص ۲۲۳)
(ترجمہ) پھر جب تلبیہ کہے تو نبی اکرم معلم الخیرات پر درود پڑھے اور جتنی دیر تک چاہے دعا کرے
سبحان جب حضور پر درود پڑھے تو آواز دبی رکھے۔
اس سے بھی زیادہ وضاحت چاہیے تو فتاویٰ عالمگیری کی یہ عبارت بھی پڑھ لیں۔

والاخفاء افضل عند الفزع فی السفينة و ملا عبتهم بالسيوف و كذا
الصلوة على النبي صلى الله عليه وسلم (جلد ۳ ص ۱۸۹)
(ترجمہ) کشتی میں گھبراہٹ کے وقت ذکر الٰہی آہستہ آواز سے کرنا بہتر ہے اور تیغ زنی کے وقت بھی
آہستہ آواز سے ذکر کریں اور اسی طرح درود شریف بھی آہستہ آواز سے پڑھیں۔

اس سے پہلے فقہ حنفی کے دو مقتدر امام جو علمی حیثیت سے درجہ اجتہاد کو پہنچے ہوئے تھے۔ (۱) امام ابن
ہمام (۸۶۱ھ) صاحب فتح القدیر اور (۲) علامہ ابن نجیم (۹۶۹ھ) صاحب بحر الرائق اس مسئلہ
میں یہی بات کہہ چکے ہیں کہ صلوٰۃ و سلام میں آہستہ آواز اختیار کرے فتاویٰ عالمگیری میں بھی اسی پر
فتویٰ دیا گیا ہے۔

يستحب ان يصلى على النبي المعلم للخير صلى الله عليه وسلم اذا فرغ
من التلبية و يخفض صوته بذلك (فتح القدير جلد ۲ ص ۳۴۷)
(ترجمہ) حضور اکرم جو دنیا کو خیر سکھلانے والے تھے لبیک پکارنے کے بعد آپ پر درود شریف
پڑھنا مستحب ہے اور پڑھنے والا درود میں اپنی آواز آہستہ رکھے۔

ثم اذا احرم يصلى الله على النبي صلى الله عليه وسلم عقب احرامه سرا و
هكذا يفعل عقب التلبية (البحر الرائق جلد ۲ ص ۳۲۳)
(ترجمہ) پھر جب احرام باندھے تو اس کے بعد آہستہ آواز سے حضور پر درود پڑھے اور اسی طرح
تلبیہ کہنے کے بعد درود شریف آہستہ پڑھے۔

آنحضرت بھی جب احرام باندھتے تو تلبیہ کہنے کے بعد اپنے اوپر درود بھیجتے۔ (رواہ الدار قطنی والبیہقی)

اس پر ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں۔

ویستحب ان یکون صوتہ بہ اخفض من التلبیہ (مرقات جلد ۳ ص ۱۸۶)

(ترجمہ) اور چاہیے کہ اس کی آواز تلبیہ کی آواز سے نیچی ہو۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے یکھ لوگوں کو مسجد میں حضور پر جہر اً درود پڑھتے دیکھا تو فرمایا تم بدعتی ہو۔

یصلون علی النبی جہر أفراح الیہم فقال ما عہدنا ذلک علی عہدہ صلی الله علیہ سلم ما اراکم الا مبتدعین (طوالع الانوار شرح درمختار جلد ا)

(ترجمہ) وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر با آواز بلند درود پڑھ رہے تھے آپ ان کی طرف گئے اور کہا ہم نے یہ عمل حضور کے زمانے میں کسی کو کرتے نہیں پایا۔ میں تمہیں ایک نئی بات نکالنے والے دیکھ رہا ہوں۔

نعت خوانی کی محفلوں میں فقہ حنفی کے اس مسئلے کا مذاق اڑایا جاتا ہے وعظ کی مجلسوں میں بھی کئی نعت خواں ایسے پائے جاتے ہیں جو نعت سے پہلے بلند آواز سے "صلی اللہ علیک یارسول اللہ" پڑھتے ہیں۔ اور پھر نعت پڑھتے ہیں۔ حضور کی مدح وثناء سے ہر مسلمان خوش ہوتا ہے۔ لیکن کیا اس کے لئے ضروری ہے کہ اس سے پہلے نعت کی پاکیزگی کو درود بالجہر سے ملوث کیا جائے؟

بریلویوں کی نعت خوانی کی یہ مجالس جن میں پورا پروگرام ہی نعت خوانی ہو حدیث وفقہ کی علمی مجالس کے خلاف واقعی ایک سازش معلوم ہوتی ہیں۔ بریلویوں کے ماہنامہ نور الحبیب بصیر پور نے کھلے لفظوں میں اس [illegible] بے نقاب کیا ہے۔

درود شریف کا محل وقوع کسی نیک عمل کا اول ہے یا آخر؟

اسلام میں خواتم اعمال کو فضیلت اور [illegible] دی گئی ہے درود شریف بھی ہر دعا کے آخر میں پڑھا جاتا ہے۔ "صلی اللہ تعالی علی خیر خلقہ محمد و آلہ و اصحابہ [illegible]" پر دعا کو ختم کرتے ہیں۔ اسی طرح ہر نیک عمل کے آخر پیرائے میں اسے رکھا گیا ہے۔ نماز میں قیام، رکوع، اور سجود کے بعد آخری پیرایہ تشہد اور التحیات کا ہے درود شریف اس میں رکھا گیا ہے [illegible] نماز

میں بھی۔ قنوت نازلہ میں سب دعاؤں کے آخر میں صلی اللہ علی النبی محمد پڑھا گیا اذان ہو رہی ہو تو تم وہی کہو جو موذن کہہ رہا ہے۔ اس کے ختم پر درود پڑھو اور حضور ﷺ کے لئے وسیلہ مانگو یہ ایک ایسا درجہ ہے جو جنت میں شاید کسی ایک بندہ خدا کو ہی حاصل ہو۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں آپ نے حضور ﷺ کو کہتے سنا۔

اذا سمعتم الاذان فقولوا مثل مایقول ثم صلوا علی فانه من صلی علی صلوۃ صلی اللہ علیه بها عشراً ثم سلو الله لی الوسیلة فانها منزلة فی الجنة لا ینبغی الا لعبد من عباد الله فارجوا ان اکون انا ھو فمن سال الله لی الوسیلة حلت علیه الشفاعة (سنن ابی داؤد جلد ا ص ۷۸)

(ترجمہ) جب تم اذان سنو تو وہی کہو جو موذن کہہ رہا ہے پھر تم مجھ پر درود پڑھو... پھر تم میرے لئے اللہ تعالیٰ سے وسیلہ مانگو یہ جنت میں ایک مقام ہے جو اللہ کے کسی ایک بندہ ہی کے لئے مناسب ہوگا۔ اور میں امید کرتا ہوں کہ وہ میں ہی ہوں گا۔ جو شخص میرے لئے اللہ تعالیٰ سے اس مقام کو مانگے اسے (میری) شفاعت حاصل ہوگی۔

اس میں آپ نے دیکھا کہ درود شریف کو اذان کے آخر میں رکھا گیا لیکن بریلویوں کی جا بکدستی بھی ملاحظہ فرمائیں کس طرح اپنی مسجدوں میں پانچ وقت اذان سے پہلے صلوۃ وسلام پڑھتے ہیں۔

مسلمانوں کا آخری بڑا عمل حج ہے حاجی حج کے بعد مدینہ منورہ آکر صلوۃ وسلام پڑھتے ہیں حج سے جب وہ پاک وصاف ہو گئے تو اب اس لائق ہیں کہ حضورؐ کے روضہ پر حاضر ہو کر صلوۃ وسلام عرض کریں۔

درود وسلام بلند آواز کی غرض وغایت

بلند آواز براہ راست دماغ پر اثر کرتی ہے۔ شور وشغب میں انسان اچھی طرح سوچنے کے لائق نہیں رہتا۔ بریلویوں نے جب دین کو صحابہ وتابعین سے نکال اور اسلام کے ایک ایک عمل پر بدعات کے غلاف چڑھائے تو ان کے خطیبوں اور واعظوں کو اندیشہ ہوا کہ لوگ سارے تو بے سمجھ نہیں ہو سکتے۔ کہ دین کو صحابہ وتابعین سے نکال کر ایک نئے مذہب کی شکل دے دیں تو انہوں نے یہ حیلہ اختیار کیا کہ

مسجدوں میں فرض نمازوں کے بعد بھی تھوڑا سا آوازوں کا شور لے آئیں۔ اور نعت خوانی سے پہلے بلند آواز سے صلی اللہ علیک یا رسول اللہ کی رونق قائم کریں۔ دماغ سوچ ہی نہ سکے کہ ہم جو کچھ کر رہے ہیں کیا یہی اہل سنت کی راہ عمل تھی۔ نہیں خیال تک نہ گزرے کہ سنت کسی طریق کا نام ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کی راہ تھی۔ یاد رہے کہ ہم ما انا علیہ و اصحابی کی راہ سے ہی فرقہ ناجیہ بن سکتے ہیں۔

پھر جب کوئی پیر مجلس میں بیٹھا ہو تو یہ نہ صرف سر مارنے لگیں گے بلکہ وجد کی صورت بنا کے تھوڑا تھوڑا پیر صاحب کی طرف بڑھنا بھی شروع کر دیں گے۔ کیا اس ہنگامہ آرائی میں کوئی ذہن یہ سوچ سکے گا کہ یہ راہ عمل انہیں بحر ظلمات میں دھکیل رہی ہے۔

تو بہ کعبہ نہ رسی برتر اے اعرابی　　　ایں رہ کہ تو میروی بہ ترکستان است

شیعہ ذاکرین کو بھی جب اندیشہ ہوتا ہے کہ قوم کہیں سمجھنے پر نہ آ جائے تو آواز لگاتے ہیں: "مومنین گریہ کیجئے"۔ اب رونے کا وقت آگیا ہے۔

پھر کیا ہوتا ہے ماتم شروع ہو جاتا ہے اور جو بین یہ پیش کر رہے ہوتے ہیں اس کا انجام ماتم کے سوا اور ہو بھی کیا سکتا ہے۔ فقہ حنفی کی معتبر کتاب درمختار میں ہے

وازعاج الاعضاء برفع الصوت جهل و انما هي دعاء والدعاء يكون بين الجهر و المخافة

(ترجمہ) درود بلند آواز سے پڑھتے اعضاء کو ہلانا جہالت کے سوا کچھ نہیں۔ درود پڑھنا تو ایک دعا ہے اور دعا اونچی اور آہستہ آواز کے بین بین ہوتی ہے۔

دوران خطبہ حضورؐ کا نام سن کر درود نہ پڑھے

حنفیہ عوام کے ہاں خطبہ جمعہ نماز کے حکم میں ہے خطبہ ہو رہا ہو تو باہمی کلام کرنا جائز نہیں ہے کوئی شخص اس دوران دوسرے کو نیکی کی تعلیم دے تو یہ عمل بھی شارع کے ہاں لغو کہلائے گا۔ یہ نیکی کا نام نہیں پا سکتا جو شخص اسے نیکی سمجھ کر عمل میں لاتا ہے وہ بدعت کا ارتکاب کرتا ہے۔

مجاز تھے۔ آپ مولانا محمد مظہر نانوتوی کی قبر پر ان کے یوم وفات پر قرآن خوانی کرتے تھے۔ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کے حلقہ کے علماء نے ان سے اس میں اختلاف کیا اور اسے بدعت کہا۔ نزہۃ الخواطر میں ہے۔

حصل بینہ و بین اساتذہ مظاہر العلوم من اصحاب الامام رشید احمد گنگوہی خلاف حسین قام تجمع القرآن علیٰ قبر شیخہ فی یوم وفاتہ و کان متوسعاً فی بعض المحدثات التی شاعت عند اہل العراق (نزہۃ الخواطر ص ۸۳)

(ترجمہ) آپ میں اور مظاہر العلوم کے دوسرے اساتذہ میں (جو حضرت مولانا گنگوہی کے تلامذہ میں سے تھے) سخت اختلاف ہو گیا جب اپنے شیخ کی قبر پر ان کے یوم وفات پر ختم قرآن کرتے تھے آپ بعض بدعات میں جو اہل عراق میں پھیل چکی تھیں کھلے دل سے چلتے۔

اجتماعی طور پر یہ قبروں پر ختم قرآن کرنا کسی کے ہاں جائز نہیں ہے

اس تفصیل سے یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ بریلویوں کا بلند آواز سے درود وسلام پڑھنا ہرگز کسی نیک نیتی پر مبنی نہیں ہوتا یہ بدعات سوائے اس کے نہیں کہ حنفی فقہ ماننے والوں کو بھی یہ دو حصوں میں تقسیم کر کے رکھ دیں۔ ایک جماعت فقہ حنفی کی کتابوں در مختار شامی اور فتاوی عالمگیری سے سند لے اور دوسری جماعت مولانا محمد عمر اچھروی کی کتاب مقیاس حنفیت اور مفتی احمد یار گجراتی کی کتاب جاء الحق کو فقہ حنفی کے متون مانیں۔

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

احناف کو دو حصوں میں تقسیم کرنے کے یہ اختلافات بریلوی مولویوں نے قائم کر رکھے ہیں۔ اہل سنت عوام نے اب تک اسے حقیقی تقسیم تسلیم نہیں کیا۔ وہ سب ایک دوسرے سے کھلے دلوں ملتے ہیں لیکن یہ بدعم مولوی ہیں جو انہیں صدق دل سے ملنے کا موقع نہیں دیتے۔

جہاں تک عقائد کے اختلاف کی آواز تھی یہ آپ مولانا احمد رضا خاں کی حسام الحرمین نے بھڑکائی اور حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری کی المہند علی المفند نے بجھائی۔ ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے

عوام بھی ان تمام بیماریوں کو خود دیکھ پائیں جن کے سہارے مولانا احمد رضا خاں نے اہل سنت کو مستقل طور پر دو جماعتوں میں تقسیم کرنے کی کوشش کی تھی۔

دوران خطبہ حضورؐ کا نام سنے تو زبان سے درود نہ پڑھے

احناف کے ہاں خطبہ نماز کے حکم میں ہے خطبہ کے دوران مقتدی کسی کو نیک بات کے لئے بھی کچھ کہہ نہیں سکتا۔ کسی کو اتنا کہنا کہ خطبہ ہو رہا ہے تم چپ رہو۔ یہ بھی ایک لغو حرکت ہے حضور ﷺ نے فرمایا

اذا قلت لصاحبک یوم الجمعة انصت والامام یخطب فقد لغوت (صحیح بخاری جلد ا ص ۱۲۸)

(ترجمہ) جب تو نے اپنے ساتھی کو کہہ دیا کہ چپ رہو اور امام خطبہ دے رہا ہے تو تو نے ایک لغو حرکت کی۔

آیت درود کے وسط میں حق نبی کہہ کر درود پڑھنا

ایک شخص پڑھتا ہے ان اللہ و ملئکتہ یصلون علی النبی اور وقف کرتا ہے اس وقفہ پر لوگ باآواز بلند حق نبی کہتے ہیں۔ پھر وہ باقی آیت پڑھتا ہے یا ایھا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما اور پھر لوگ با آواز بلند درود پڑھتے ہیں کیا اس طرح وسط آیت میں اپنی طرف سے کوئی الفاظ لے جا سکتے ہیں۔

الجواب

خطیب جب پوری آیت پڑھے تو سننے والے اپنے جی میں حضور پر درود پڑھیں اس میں یہ بات بھی آگئی کہ درمیان آیت کوئی اپنے الفاظ قرآن میں نہ لائے اور حق نبی نہ کہے اور یہ بھی آ گیا کہ آیت کے آخر میں وہ حضورؐ پر اپنے جی میں درود پڑھے زبان سے نہیں۔ ظاہر ہے کہ اس طرح بلند آواز سے درود پڑھنے کی کوئی راہ نہ رہی۔

اذا قال الخطیب فی الخطبة یا ایھا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما یصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی نفسہ (فتاوی قاضی خان جلد ا

قرآن شریف کی تالیف و ترتیب کو قائم رکھیے اس کی تلاوت حضور، آپ کی آل اور آپ کے اصحاب پر درود پڑھنے سے افضل ہے۔ جب وہ تلاوت سے فارغ ہوا اور اس نے حضور پر درود پڑھا تو یہ زیادہ بہتر ہے اور اگر اس نے اس طرح درود نہ پڑھا تو بھی اس پر کوئی گناہ نہیں ہے۔ اس میں نکتہ یہ ہے۔ قرآن پڑھنا کلام خالق کو زبان پر لاتا ہے اور درود پڑھنا کلام مخلوق ہے۔ یہ پڑھنے والے کی ایک اپنی نیاز مندی ہے۔ سو جس طرح کلام خالق کو کلام مخلوق پر فضیلت حاصل ہے قرآن کریم کو الفاظ درود پر فضیلت حاصل ہے۔ اپنے کلام کے دوران حضور ﷺ کا نام سن پائے تو درود پڑھنا ضروری ہو جاتا ہے۔ تلاوت کے دوران حضور کا نام آنے سے درود پڑھنا واجب نہیں ہوتا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قرآن پڑھتے آیت کے درمیان اپنے الفاظ نہ ڈالنے چاہئیں۔ یہ کلام خالق کی بے ادبی ہوگی صحابہ کرام حضور سے جب آیت سبح اسم ربك الاعلى سنتے تو اس آیت پر کلمہ سبحان الله یا اس طرح کا کوئی کلمہ کہتے لفظ سبح کے ساتھ یہ کلمات تسبیح نہ کہتے تاکہ قرآن میں غیر قرآن داخل کرنے کی صورت نہ پیدا ہو جائے۔ حضرت حذیفہ کہتے ہیں حضور ﷺ جب کسی آیت تسبیح سے گزرتے تو سبحان الله کہتے اور آپ جب کسی آیت سوال سے گزرتے تو اللہ رب العزت سے کچھ نہ کچھ مانگتے اور جب آیت تعوذ سے گذرتے تو اللہ سے پناہ مانگتے۔

اذا مر بآية فيها تسبيح سبح و اذا مر بسوال سأل و اذا مر بتعوذ تعوذ

(صحيح مسلم جلد ا)

قلت رواه ابوداؤد في سننه جلد ا ص ۲۷۰

اس کی وضاحت ایک دوسری روایت میں اس طرح دی گئی ہے۔

ان النبي صلى الله عليه وسلم كان اذا قرأ سبح اسم ربك الاعلى قال سبحان ربي الاعلى

(ترجمہ) حضور اکرم ﷺ جب آیت سبح اسم ربك الاعلى پڑھتے تو کہتے سبحان ربي الاعلى۔

یہ نہیں کہ درمیان آیت اپنے الفاظ کہتے اور پھر قرآن کریم اعوذ باللہ پڑھ کر شروع کرتے ایسا کبھی نہ ہوتا تھا۔ اس کی مزید تائید ترمذی شریف کی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب جنات کے سامنے سورہ الرحمن پڑھی تو جب حضور یہ آیت پڑھتے فبای الاء ربکما تکذبن تو وہ (جنات) اس کے جواب میں اس تکذیب کا انکار کرتے اور حضورؐ نے ان کے اس جواب کو پسند فرمایا وہ ہر دفعہ اس کے اختتام پر کہتے۔

لا بشئی من نعمک ربنا نکذب فلک الحمد (رواہ الترمذی و قال ھذا حدیث غریب مشکوٰۃ ص ۸۱)

(ترجمہ) اے رب ہمارے ہم تیری نعمتوں میں سے کسی کا انکار نہیں کرتے سب تعریف تیرے لئے ہے اس میں یہ واضح ہے کہ جب حضور یہ پوری آیت پڑھ لیتے تو جنات پھر یہ کلمات کہتے درمیان آیت اپنی بات داخل نہ کرتے قرآن میں غیر قرآن کو داخل نہ کرتے بخلاف ان لوگوں کے جو آیت درود کے بین وسط میں با آواز بلند حق ہی کے الفاظ کہتے ہیں۔ اور قرآن میں غیر قرآن کو داخل کرتے ہیں آنحضرت ﷺ نے اس سے بھی زیادہ وضاحت کے ساتھ فرمایا کہ جب تم سورہ والتین پڑھو اور الیس اللہ باحکم الحاکمین تک پہنچو تو اس کے بعد کہو بلی و انا علی ذلک من الشاھدین

(۲) جب تم سورہ القیامۃ پڑھو اور الیس ذلک بقادر علی ان یحی الموتی تک پہنچو تو کہو بلی (کیوں نہیں) اور جب تم سورہ مرسلات پڑھو اور فبای حدیث بعدہ یومنون تک پہنچو تو کہو آمنا باللہ (سنن ابی داؤد جلد ا ص ۱۲۹ جامع ترمذی جلد ا ص)

اس روایت میں فانتھی کے الفاظ پر غور فرمائیں۔ حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا۔

من قرأ منکم بالتین والزیتون فانتھی الی الیس اللہ باحکم الحاکمین فلیقل بلی و انا علی ذلک من الشاھدین ومن قرأ اقسم بیوم القیمۃ فانتھی الی الیس ذلک بقادر علی ان یحی الموتی فلیقل بلی۔

اس قسم کے جوابات آیت قرآن میں نہیں آیت قرآن کے ساتھ رکھے جائیں حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی کہتے ہیں

بدانکہ ایں جوابہا نزد قرأت آیات قرآنی بسیار است (اشعۃ اللمعات جلد ۱ ص ۳۹۷)

یہ جوابات آیت قرآنی کے نزدیک لائے جا سکتے ہیں آیات کے درمیان میں نہیں۔ علامہ فخر الدین الزیلعی شرح کنز میں لکھتے ہیں۔

روی انہ علیہ الصلوۃ والسلام ما مر بآیۃ رحمۃ الا سألہا و آیۃ العذاب الا استعوذ منہ

(ترجمہ) حضور جب کسی آیت رحمۃ سے گزرتے تو اللہ تعالیٰ سے اس کی رحمت مانگتے اور جب کسی آیت عذاب سے گزرتے تو اللہ تعالیٰ سے اس کی پناہ مانگتے۔

یہ بھی ہوتا کہ آپ اس آیت سے گزر جاتے درمیان آیت اپنے الفاظ داخل نہ کرتے تھے۔

جو لوگ علم فن اور عمل میں فرق سمجھتے ہیں وہ فتاویٰ عالمگیری کی اس عبارت میں غور کریں دوران آیت وہی بات کہنے کی کہیں گنجائش نہ ملے گی۔

ولا بأس للمتطوع المنفرد ان یتعوذ من اللہ و یسال الرحمۃ عند آیۃ الرحمۃ او یستغفر و ان کان فی الفرض منکرۃ (فتاوی عالمگیری جلد ۱ ص)

(ترجمہ) اکیلے نفل نماز پڑھنے والے کے لئے حرج نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگے اور آیت رحمت کے قریب اللہ سے رحمت مانگے اور اپنے گناہوں سے مستغفر رہا ہے اور اگر فرض نماز ہو تو ایسا کرنا مکروہ ہے۔

علامہ شامی بھی یہی کہتے ہیں ۔

و فی النفل یسأل الجنۃ و یتعوذ من النار عند ذکرہما (منحۃ الخالق جلد ۱ ص ۳۴۲)

(ترجمہ) نفل نماز میں اللہ تعالیٰ سے جنت مانگے اور جہنم سے اللہ کی پناہ میں آئے جب رحمت اور آگ کے ذکر کے وقت۔

جس طرح نماز میں جب نمازی اللہ کے حضور پیش ہوتا ہے تو کسی دوسری طرف صرف ہمت نہیں کرتا یہاں تک کہ حضور پر درود پڑھتے بھی وہ اللہ کی حضوری سے نہیں نکلتا اس طرح قرآن پڑھنے یا سننے والا قرأت کے دوران ایک لمحہ کے لئے بھی اپنی کوئی بات نہیں لا سکتا۔ محفل حسن قرأت میں بھی سامعین کو چاہیے کہ آیت پوری ہونے پر تو بے شک کلمات تحسین کہیں لیکن آیت کے درمیان میں اپنا کوئی کلمہ تسبیح یا تحسین نہ لائیں تاکہ قرآن میں غیر قرآن داخل نہ ہو پائے۔ نماز میں بھی جب امام غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہہ لے تو پھر آمین کہیں یہ آمین کہنا امام کی جگہ بھی ساری فاتحہ کو مقتدیوں کے حق عمل میں لے آتا ہے۔

قرآن کا یہ حق ہے کہ اس کے مقابل کسی کی زبان نہ کھلے

کلام الٰہی کی عظمت ہے کہ اس کے سامنے کسی کی زبان نہ کھلے قرآن پڑھنے کو کوئی السلام علیکم نہ کہہ سکے۔ سوائے اس کے کہ قرآن کے بھولنے والے کے لئے سامع لقمہ دے سکتا ہے اور وہ بھی اپنے کلام سے نہیں کلام الٰہی سے ہی یہ بھی احترام عظمت قرآن کے لئے ہے۔ کہ بھولنے والے کو چلنے نہ دیا جائے صحیح الفاظ بتا دیا جائے۔ قرآن کریم نے تو نہ صرف (قرآن پڑھے جانے کے وقت) سننے کا حکم دیا بلکہ مطلقاً چپ رہنے کا حکم بھی دیا ہے۔ (قرآن سنا جانے کے وقت) یہ صرف ان کے لئے جن کے لئے قرآن پڑھا جا رہا ہے۔ لقولہ تعالیٰ و اذا قرئ علیہم القرآن (پ۳۰ انشقاق)

اذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا لعلکم ترحمون (پ ۹ الاعراف ۲۰۴)

(ترجمہ) جب قرآن پڑھا جائے تو تم اس طرف کان دھرو اور چپ رہو ہو سکتا ہے تم پر رحم کیا جائے۔

اس آیت میں مطلق سماع کا حکم ہے اور انصات پر رحمت الٰہی کا وعدہ ہے سو یہ بشارت مسلمانوں کے لئے ہے کافروں کے لئے نہیں۔ انہیں پہلے ایمان لانے کا حکم ہے ہم اہلحدیث (باصطلاح جدید) علماء سے اس بات پر اتفاق نہیں کر سکتے جو کہتے ہیں کہ یہ آیت کافروں کے لئے نازل ہوئی نہ کہ مسلمان نمازیوں کے لئے۔

امام نسائی (۳۰۳ھ) نے اپنی سنن میں آیت سے باب باندھا ہے اور اس میں حدیث نقل کی ہے کہ

جب امام نماز میں قرآن پڑھے تو مقتدی خاموش رہیں۔ وہ (سورہ فاتحہ اور اس کے بعد کا حصہ) قرآن نہ پڑھیں۔ سو قرآن کی عظمت اس کو مقتضی ہے کہ جب یہ پڑھا جائے تو سننے والے اسے سنیں اور جو دور ہیں وہ نہ بھی سن پائیں تو بھی خاموش رہیں جن کے لئے بھی قرآن پڑھا جا رہا ہے۔ وہ اس حکم میں شامل ہیں۔

لان الاستماع والانصات فرض بالنص كما في الهدايه (ص ۱۰۱)

حافظ ابن ہمام (۸۶۱ھ) لکھتے ہیں:۔

قلت رواه ابوداؤد في سننه جلد۱ ص۱۲۷

وحاصل الاستدلال بالآية ان المطلوب امران الاستماع والسكوت فيعمل بكل واحد منهما والاول يخص الجهرية والثاني لا فيجري على اطلاقه فيجب السكوت عند القرأة مطلقاً

(ترجمہ) اس آیت سے اس طرح استدلال کیا جاتا ہے کہ اس میں دو چیزیں مطلوب ہیں (۱) استماع اور (۲) سکوت (فتح القدیر جلد۱)

ان میں سے ہر ایک پر عمل ضروری ہے استماع صرف نماز جہری میں ہو سکتا ہے اور سکوت کسی نماز سے خاص نہیں یہ اپنے اطلاق پر رہے گا۔

جب بھی قرأت ہو (وہ سنی جائے یا نہ) چپ رہنا ضروری ہے خود پڑھنے کی اجازت نہیں۔

بقرء الخطيب قوله تعالى يا ايها الذين آمنوا صلوا عليه الآية فيصلي السامع في نفسه واختلفوا في النائي عن المنبر والاحوط هو السكوت اقامة لفرض الانصات (هدايه جلد۱ ص ۱۰۱)

خطیب جب یہ آیت پڑھتا ہے اے ایمان والو! حضورؐ پر درود بھیجو تو سامعین اپنے جی میں درود پڑھیں (زبان سے نہیں) جو شخص امام سے دور بیٹھا ہے اس کے بارے میں اختلاف ہے اور احوط یہی ہے کہ وہ چپ رہے کو حکم رکھتے ہوئے مطلق خاموش رہے۔

بریلویوں نے درمیان آیت شور کرنے کی کیا راہ نکالی

نفس حکم کے خلاف بریلوی کہتے ہیں کہ جب قرآن پڑھا جا رہا ہو تو اس وقت تو سامعین بے شک چپ رہیں اور جب امام وقف کرے تو وہ قراءت سے نکل گیا ہے اب سامعین اس میں اپنے کلمات تحسین کہہ لیں تو جائز ہے بلکہ کچھ لوگ جھومتے بھی ہیں تو یہ جائز ہوگا ان کے مفتی احمد یار خان لکھتے ہیں:۔

قرآن سنتے وقت رونا، جھومنا، اور بعض پیارے کلمات کہنا جو مضمون آیت کے مطابق ہوں بہت بہتر ہے مگر یہ سب کچھ قاری کی خاموشی کی حالت میں ہے۔ (مرآۃ المناجیح جلد۲ ص۹۶)

کیا قاری وقف کے وقت قراءت سے نکل جاتا ہے

بریلوی علماء یہاں اہلحدیث کے بہت قریب ہو جاتے ہیں جس طرح بعض اہلحدیث (یا معتزلہ جدید) امام کے پیچھے اس کے وقفوں میں سورۃ فاتحہ پڑھتے ہیں اور وہ اسے حکم آیت فاستمعوا له وانصتوا کے خلاف نہیں سمجھتے بریلوی بھی قاری کی قراءت میں اس کے وقف میں اپنے پیارے کلمات کہہ لیتے ہیں۔
یہ صحیح ہے کہ بریلوی بھی قاری کے وقف سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور یہ اہلحدیث بھی مگر دونوں میں پھر بھی فرق ہے بریلوی آیت اور درود شریف میں حق نبی کہنے کے لئے آیت کے اندر کئے گئے وقف میں اپنی ساری بات (حق نبی) کہتے ہیں اور یہ اہلحدیث آیات فاتحہ کے اختتام پر کئے گئے وقفوں میں اپنی سورۃ فاتحہ پڑھتے ہیں تا کہ قرآن کے حکم استماع و انصات کی مخالفت سے بچ سکیں۔

قاری جب آیت درود شریف میں یصلون علی النبی پر وقف کرتا ہے یہ وقف قراءت ہے اور آیت کے اختتام پر جو وقف کیا جاتا ہے وہ وقف قطع ہے یہاں وقف کی علامت ج ہے کہ یہاں وقف کرنا جائز ہے۔

علامة الوقف الجائز جوازاً مستوی الطرفین

جیسے نحن نقص علیک نبأهم بالحق ج انهم فتیة آمنوا بربهم (پ ۱۵ الکہف)
قاری وقف قراءت میں سانس لیتا ہے وہ حکم قراءت سے نکلا نہیں۔

والمستمع للمنشی کالشارع فیه

وقفہ سانس تلاوت کے حکم میں ہے سامعین بھی سمجھ رہے ہوتے ہیں کہ اس نے ابھی قرأت ختم نہیں کی۔ قاری اس وقفہ میں اگلے حصہ کی تلاوت پر مستعد ہوتا ہے اور سامعین اس وقت آئندہ تلاوت کے منتظر ہوتے ہیں اس دوران قرآن میں غیر قرآن کو داخل کرنا اور باآواز بلند اجتماعی طور پر حق ہی کہنا اس کے لئے فقہ حنفی میں کوئی راہ نہ ملے گی۔

مولانا احمد رضا خاں کا فتویٰ

نامناسب نہ ہوگا کہ ہم یہاں قرأت کے وقفوں میں غیر قرآن کو لانے کے بارے میں مولانا احمد رضا خاں کا فتویٰ بھی سامنے لے آئیں ایک مقتدی جو ثناء (سبحانک اللھم) نہ پڑھ سکا کیا وہ اسے امام کے وقفات میں پڑھ سکتا ہے؟ اس پر مولانا احمد رضا خاں بریلوی لکھتے ہیں:۔

سبحانک اللھم اس وقت تک پڑھ سکتے ہیں کہ امام قرأت باآواز شروع کرے جب قرأت جہری شروع کردی جائے اب خاموش رہنا اور سننا فرض ہے اور وہ جو وہابی نے بتایا ہے کہ امام کے ٹھہرنے کی جگہ ایک ایک دو دو لفظ کہہ کر پورا کرلے ضعیف اور غیر مختار ہے۔

جو پہلی رکعت جہریہ میں ملا اور قرأت شروع ہوجانے کے باعث سبحانک اللھم نہ پڑھ سکا اس پر الزام نہیں کہ اس نے یہ ترک ثنا خاموشی کے لئے بحکم شرع کیا (فتاویٰ رضویہ جلد ۳ ص ۸۳)

اس سے پتہ چلا کہ مولانا احمد رضا خاں کے نزدیک قاری کے وقفوں میں تم ایک مسنون عمل کو بھی ادا نہیں کرسکتے۔ چہ جائیکہ اپنا وضع کردہ کلمہ حق ہی اس دوران زبان پر لائیں۔ وہ بھی جہراً اور وہ بھی اجتماعی آواز سے۔ آپ دیکھیں کہ ایک غلط بات سے آگے کتنی غلطیوں کا دروازہ کھلتا ہے۔ اور کس طرح ایک بدعت اور کئی بدعتوں کو جنم دیتی ہے۔ ایک واعظ مجمع عام میں قرآن پڑھ رہا ہے وعظ بھی کررہا ہے اور اپنی بات بھی ساتھ ساتھ کررہا ہے۔ اس میں قرآن کا سننا فرض ہے اور سب پر سننا فرض ہے مولانا احمد رضا خاں لکھتے ہیں۔

اگر وہ سب اسی غرض واحد کے لئے ایک مجلس میں مجتمع ہیں تو سب پر سننے کا لزوم جاتا ہے۔ جس طرح نماز میں جماعت کے مقتدیان سے ہر شخص پر استماع و انصات جداگانہ فرض ہے یا جس طرح جلسہ

خطبہ کہ اس میں ایک شخص مذکر اور باقیوں کی بھی حیثیت واحدہ تذکیر جائز ہے تو بالاتفاق ان سب پر سننا فرض ہے نہ یہ کہ استماع بعض کافی ہو۔ جب تذکیر میں کلام بشر کا سننا سب پر فرض عین ہوا تو کلام الٰہی کا استماع بدرجہ اولیٰ لازم ہوگا۔ (فتاویٰ رضویہ جلد ۱۰ ص ۱۹۲)

بریلویوں کے رسالہ حق نبی پر کی گئیں تقریظات

بریلویوں نے اپنے اس موقف پر ایک رسالہ حق نبی رکن الاسلام جامعہ مجددیہ حیدرآباد سے شائع کیا ہے۔ اس میں اس نعرہ حق نبی کی جو صورت عمل بتائی گئی ہے وہ یہ ہے۔

امام صاحب آیت مبارکہ ان اللہ و ملئکتہ پڑھتے ہیں۔ جب وہ علی النبی پر پہنچتے ہیں تو تھوڑی دیر کے لئے وقف کرتے ہیں جس کے دوران تمام مقتدی حق نبی کے الفاظ بلند آواز سے کہتے ہیں۔ اس کے بعد امام آیت کریمہ کا دوسرا حصہ یایھا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما تلاوت کرتے ہیں۔ جس پر تمام مقتدی بلند آواز سے درود شریف پڑھتے ہیں (ص ۲)

ہم نے اس رسالہ کو بھی کئی سے دیکھا ہے بریلویوں نے اس میں اس نعرہ حق نبی کو اپنے ہاں بریلویت کا شعار بتایا ہے۔ گویا اس کے بغیر کوئی مسجد بریلویوں کی مسجد بھی نہیں ہو سکتی۔ جب شعار ٹھہرے گیا تو لازم بھی ہو گئی۔

اس رسالہ پر جن بریلوی علماء کی تصدیقات ہیں ان میں سے بعض کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں۔

۱۔ علامہ شاہ احمد نورانی صدر جمعیت علمائے پاکستان

۲۔ مفتی مختار احمد نعیمی (گجرات)

۳۔ مولانا ابو داؤد محمد صادق خطیب زینت المساجد گوجرانوالہ

۴۔ مولانا ابو الحسنات محمد اشرف سیالوی

۵۔ مولانا غلام رسول رضوی جامعہ رضویہ فیصل آباد

۶۔ مفتی محمد اسلم منظر اسلام فیصل آباد

۷۔ مفتی غلام سرور قادری (لاہور)

۸۔ مفتی محمد خان منہاج القرآن لاہور

۹۔ مفتی غلام مصطفےٰ شیخ الحدیث انوار العلوم ملتان

۱۰۔ مولانا غلام علی اوکاڑوی

۱۱۔ مولانا محمد حسن حقانی دارالعلوم امجدیہ کراچی

۱۲۔ جسٹس شجاعت علی قادری

۱۳۔ مولانا کوکب نورانی بن محمد شفیع اوکاڑوی

۱۴۔ مفتی محمد خلیل خان قادری برکاتی

یہ رسالہ حق نبی ۱۴۱۰ھ، ۱۹۸۹ء کا چھپا ہوا ہے۔ اس کے سرورق کا عکسی فوٹو ملاحظہ فرمائیں۔

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ

تم فرماؤ اے لوگو تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے حق آیا

حق سے حق نبی مراد لینے کا استدلال

قرآن کی جب یہ آیت قد جاء کم الحق اتری تھی تو کسی نے اس سے دور اُن تلاوت حق نبی کہاں مراد لیا تھا۔ اگر کسی کے پاس کوئی ایسا حوالہ ہو تو ہمیں اس سے مستفید کریں۔

بریلوی علماء نے محض ضد کے طور پر اس نعرہ حق نبی کو پوری بریلویت کا شعار بنالیا تو ہم نے بعض دوستوں کو اس طرف توجہ دلائی کہ مولانا احمد رضا خاں کے دور میں کبھی یہ نعرہ بریلی میں نہ لگا نہ ان کے صاحبزادوں مولانا حامد رضا خاں اور مولانا مصطفےٰ رضا خاں نے کبھی اس نعرہ کو اپنے ہاں جگہ دی تھی۔ اب یہ نعرہ مولانا احمد رضا خاں کے پوتے مولانا محمد اختر رضا خاں کے دور میں کیسے پوری بریلویت کی زینت اور ان کے دین و مذہب کا شعار بن گیا۔ یہ تو مولانا احمد رضا خاں کے دین و مذہب میں جس کی انہوں نے وفات سے کچھ پہلے اپنے بیٹوں کو وصیت کی تھی اس میں نہ تھا۔ مولانا اختر رضا خاں پاکستان آئے اور یہاں کے بریلوی حلقوں کی اس آواز پر حیران اور ششدر رہ گئے۔ آپ نے برسر عام پاکستان میں بریلویت کے اس شعار کے خلاف تقریر فرمائی اور تمام بریلویوں کو کہا کہ یہ ہمارا شعار نہیں ہے۔ اسے خواہ مخواہ بریلویت کا شعار بنا دیا گیا ہے۔ تم قاری سے ان اللہ وملئکتہ یصلون علی النبی سنو تو چپ رہو۔ حق نبی کا نعرہ نہ لگاؤ۔ ہم آپ کے اس جوابی رسالہ کے ٹائٹل کا سامنے فوٹو شائع کر رہے ہیں۔

مولانا محمد اختر رضا خاں کی تقریر اس کے ص ۲۱ سے لے کر ص ۲۸ تک چھ صفحوں میں دی گئی۔ ہم اس کے اقتباسات دینے کی بجائے اس من وعن حدیہ قارئین کرتے ہیں۔ ممکن ہے ان تک یہ اصل کتاب نہ پہنچ پائے۔

مولانا اختر رضا خاں کی اس تقریر سے جن علماء کرام نے بریلویت کے اس شعار سے توبہ کی اور اپنے پچھلے فتوے سے جو وہ رسالہ حق نبی کی تقریظات میں دے چکے تھے۔ رجوع فرمایا ان میں سے بعض نام ہم یہاں بھی دیئے دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان تائبین کی توبہ قبول فرمائے۔

۱۔ مفتی غلام سرور قادری (لاہور)

۲۔ مفتی حق داد احمد دارالافتاء جامعہ قادریہ رضویہ فیصل آباد

ضروریات دین میں کلی موافقت ہے (تفسیر ضیاء القرآن جلد ص ۴۰)

پاکستان کے گذشتہ سالات میں مولانا ابوالخیر محمد زبیر، مولانا غلام رسول اور مولانا محمد حسین نعیمی نے مولانا احمد رضا خان کے ترجمہ قرآن کی کھلے طور پر غلطیاں نکال کر احناف کو پھر سے ایک کرنے کی کوشش کی ہے ہم اس کو خیر مقدم کرتے ہیں لیکن افسوس کہ مولانا محمد زبیر ایک دوسرے مسئلے میں صرف پچی حلقہ بندی کے لئے وہ اس وقت بھی مولانا احمد رضا خاں کے پوتے مولانا اختر رضا خان کے خلاف بھی اٹھ کھڑے ہوئے ہم مطالعہ بریلویت کی اس کاوش میں مولانا اختر رضا خاں کا شکریہ ادا کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ انہوں نے اسی حدیث میں آیت درود میں کلمہ حق نبی داخل کرنے کی علی الاعلان مخالفت کی ہے اور جس طرح مولانا احمد رضا خاں نے عورتوں کے قبروں پر جانے اور عرسوں کے ریلے میلے میں چلنے پھرنے کو مستوجب لعنت قرار دیا۔ اور اس جہت میں ایک بدعت کے خلاف حق کی حمایت کی۔ مولانا اختر رضا خاں نے بھی کلمہ حق نبی کو آیت کے دوران وقف لانے کی اس بدعت کے خلاف اپنی خاندانی روایت قائم رکھی۔ ہم اللہ رب العزت کے حضور صمیم دل سے امید باندھے ہوئے ہیں کہ ایک دن دیوبندی بریلوی فاصلے میں نفرت کی دیواریں تہس نہس ہو کر رہیں گی۔

آسماں ہوگا سحر کے نور سے آئینہ پوش　　　اور ظلمت رات کی سیماب پا ہو جائے گی

مولف عفا اللہ عنہ

اب وہ تصدیقات ملاحظہ فرمائیں جو بریلوی علماء نے مولانا اختر رضا خان کے فتوے سے پہلے مولانا محمد زبیر کو ارسال کیں۔

تصدیق

استاذ العلماء حضرت علامہ مولانا عطا محمد صاحب بندیالوی گولڑوی
جامعہ محمدیہ نوریہ رضویہ بھکی شریف گجرات

مابعد برادران اہلسنت کی خدمت میں عرض ہے کہ مذکورہ بالا مسئلہ متنازعہ کوئی نظری مسئلہ نہیں ہے بلکہ بالکل واضح ہے کہ آیہ تصلیہ میں سکوت کے وقت حق نبی کا کلمہ جائز بلکہ مستحسن ہے۔ اس میں اختلاف اور نزاع نامناسب ہے۔ جناب مفتی مدقق نے جو بحث و تحقیق کی ہے اس سے بندہ کو پورا اتفاق ہے۔

تصدیق

حضرت علامہ مولانا ابوداؤد محمد صادق صاحب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مسئلہ مذکورہ علامہ صاحبزادہ محمد زبیر صاحب نے جس تحقیق و تفصیل سے تحریر فرمایا ہے۔ اس کے بعد کسی منصف کے لئے مجال انکار نہیں۔ "حق نبی" کہنے کے جواز اور اس سے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عقیدت کے اظہار میں کوئی شرعی مانع نہیں۔ واللہ و رسولہ اعلم

ابوداؤد محمد صادق غفرلہ

خطیب زینت المساجد امیر جماعت رضائے مصطفیٰ دارالسلام گوجرانوالہ

تصدیق

حضرت علامہ مولانا قاضی محمد ایوب صاحب

مفتی دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ

حیدرآباد کے علاقہ میں اہلسنت والجماعت کی مساجد میں نماز کے بعد والی دعا میں یہ معمول ہے جب امام صاحب آیت مبارکہ ان اللہ وملائکتہ الآیہ پڑھتا ہے تو وہ (علی النبی) پر تھوڑی دیر کے لئے وقف کرتا ہے۔ اور اس وقفہ کے دوران تمام مقتدی "حق نبی" کے الفاظ بلند آواز سے درود شریف پڑھتے ہیں۔ تو ان کا اظہار محبت و الفت کے لئے "حق نبی" کہنا مباح ہے۔ اور حضرت علامہ صاحبزادہ مفتی محمد زبیر صاحب نے اس کا جو تحقیقی جواب تحریر فرمایا ہے درست ہے۔ اللہ تعالیٰ صاحبزادہ صاحب کو اس کا اجر جزیل عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب

قاضی محمد ایوب مفتی دارالافتاء المحمدیہ الغوثیہ بھیرہ ۲۲ ذی الحج ۱۳۹۰ھ

تصدیق

حضرت علامہ مولانا پیر محمد کرم شاہ صاحب الازہری

جسٹس فیڈرل شریعت کورٹ آف پاکستان

اصاب المجیب المصیب اثابہ اللہ تعالی حسن الثواب فی الدنیا والآخرۃ

محمد کرم شاہ الازہری رئیس دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ ضلع سرگودھا

تصدیق

حضرت علامہ مولانا ابوالحسنات محمد اشرف صاحب سیالوی

شیخ الحدیث دارالعلوم ضیاء شمس الاسلام سیال شریف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صورت مسئولہ کے جواب میں فاضل مجیب نے حق تحقیق ادا فرمایا ہے اور جواب باصواب دیا ہے۔ قرآن مجید کی آیت مبارکہ اذا قرء القرآن فاستمعوا الآیہ قرأت مقتدی سے منع کرنے کے لئے نازل ہوئی ہے۔ جیسے کہ کتب تفاسیر میں تصریح موجود ہے۔ لہذا اس سے علی الاطلاق عدم استماع یا تکلم کی حرمت ثابت کرنا درست نہیں ہے۔ نیز اذا کلمات اہمال سے ہے۔ کلیۃ عموم کے لئے اور ایجاب کلی کے لئے نہیں ہوتا اور موجبہ مہملہ قوت جزئیہ میں ہوتا ہے۔ اور جزوی صورت روایات اور تفاسیر نے متعین کردی۔ یعنی حالت قرأۃ۔ نیز انصات اور استماع مشروط ہے۔ اذا قرء کے ساتھ اور جب قاری ہی سکوت کرے تو حکم مشروط کا لزوم و وجوب بوجہ انتفاء شرط ختم ہو گیا۔ علاوہ ازیں حکم استماع مقدم ہے جو وجود اور تحقق قرأت کو مستلزم ہے۔ اور جب قرأت ہی منقطع ہوئی تو حکم استماع بھی مرتفع ہو گیا۔ اور انصات کا لزوم استماع کی تاکیدی صورت تھی۔ لہذا اس کا ارتفاع بھی واضح ہو گیا۔ الغرض مستدل کا اس آیت کریمہ سے تکلم پر استدلال ناتمام ہے۔ اور فاضل مجیب کا جواب عین صواب ہے۔

ھذا واللہ ورسولہ اعلم

حررہ احقر الانام محمد اشرف سیالوی کان اللہ لہ

اس کے بعد انہی حضرات نے اپنے اس موقف سے تھوک کر چاٹنے پر تو بڑی جسی قوت استدلال سے اٹھے تھے پھر تو یہ ہیں ان کو وہ نوبت نصیب نہ ہو سکی سوائے اس کے کہ ان کے عزیز نے ان کی بات کو پذیرائی نہ دی۔

ساحل کے تماشائی ہر ڈوبنے والے پر　　فریاد تو کرتے ہیں امداد نہیں کرتے

ان کی توبہ پر مولانا محمد زبیر بھی ایسے رہ گئے۔

اب ان بریلوی فتووں کی تردید میں مولانا احمد رضا خاں کے پوتے مولانا محمد اختر رضا خاں کا فتویٰ بھی ملاحظہ فرمائیں جسے مولانا عبدالرشید نوری قادری نے شائع کیا ہے "سنو چپ رہو" نام ہے۔ ہم اس کا عکسی فوٹو صفحہ ۲۳ سے ص ۲۸ تک ہدیہ ناظرین کر رہے ہیں۔

مسئلہ حق نبی عند القبر اقرأ پر تحقیقی کتاب

سنو چپ رہو

— از —

علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری الازہری

نبیرۂ امام اہلسنت فاضل بریلوی

— مرتبہ —

ابو یوسف محمد عبدالرشید نوری

ایم اے

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا اکیڈمی

شعبہ تحقیق بزم رضا پاکستان

قرآن کریم کی تلاوت کے دوران حق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کہنا کیسا ہے؟

عالم اسلام اور دنیائے اہلسنت کی مسلّم شخصیت، نبیرہ امام اہلسنت
اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی اور مفتی اعظم ہند رضی اللہ عنہما کے جانشین اور نائب
حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں بریلوی قادری برکاتی نوری مدظلہم العالی
گزشتہ سال پاکستان تشریف لائے تو اس موقعہ پر عوام اہلسنت خلفاء
رضویہ کے اس عظیم فرزند کی ایک جھلک دیکھنے کو بے تابانہ ٹوٹ پڑے
اپنے اس دورہ میں حضرت نے حیدرآباد میں ایک عظیم الشان جلسہ سے
خطاب فرمایا۔ اپنے اس خطاب سے قبل آپ نے ایک تمہیدی گفتگو میں
عوام اہلسنت کو ایک مسئلہ شرعیہ سے آگاہ فرمایا اور بتایا کہ قرآن کریم کی تلاوت
کے درمیان تو خاموشی لازم ہے اور اس موقعہ پر حق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نعرہ
لگانا قرآنی حکم کے خلاف ہے۔ ذیل میں حضرت کی وہ تقریر نذر قارئین ہے جو

حضرت مفتی محمد اختر رضا خاں الازہری کی تقریر!

حدیث میں ہے۔

"من رأى منكم منكرا فليغيره بيده فإن لم يستطع فبلسانه فإن لم يستطع فبقلبه وذلك أضعف الإيمان" جو تم میں سے کوئی بری بات دیکھے تو اس کو اپنے ہاتھ سے روک دے اگر اس کی استطاعت رکھتا ہے، ہاتھ سے بدل دے

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں ؎

ثابت ہوا کہ جملہ فرائض فروع ہیں
اصل الاصول بندگی اس تاجور کی ہے

تو ہمارے اوپر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اطاعت ضروری ہے اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اطاعت ہی بعینہ خدا کی اطاعت ہے قرآن کریم کا ارشاد ہے۔

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ ۚ

اے ایمان والو اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور تم میں سے جو علماء ہیں اہل حکم ہیں ان کی اطاعت کرو

اب اس پر غور کیجئے کہ ہم جو نعرہ لگاتے ہیں "حق حق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا" تو اس سے قطع نظر کہ یہ نعرہ فی نفسہ جائز ہے کوئی بری بات نہیں بلکہ یہ ہمارے دل کی آواز ہے جو ہمارے منہ سے ہمارے لبوں سے ہماری زبان سے نکلتی ہے! یہ دل کی آواز ہے لیکن اس پر غور کیجئے کہ اس وقت جو یہ نعرہ لگایا جاتا ہے کیا اللہ نے یا اس کے رسول نے اس وقت نعرہ لگانے سے آپکو منع کیا ہے یا اس نعرہ لگانے کی اجازت دی ہے قرآن کریم کا ارشاد ہے۔

وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۞

جب قرآن پڑھا جائے فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ تو اس کو سنو اور جب رہو تاکہ تم پر اللہ تبارک و تعالیٰ کی رحمت ہو۔

قرآن کریم نے ہمیں اس آیت کریمہ میں دو باتوں کا حکم دیا ہے ایک یہ کہ جب قرآن پڑھا جائے تو اس کو آپ سنیں اور دوسری بات یہ کہ قرآن کی تلاوت کے دوران چپ رہیں اور اس پر قرآن کریم نے وعدہ فرمایا لعلکم ترحمون اگر ایسا کرو گے تو اللہ تبارک وتعالیٰ کی رحمت کے مستحق ہو گے اللہ تعالیٰ کی رحمت تم پر نازل ہوگی کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ ابھی جب قاری ٹھہر گیا اور اس نے وقف کیا تو قراءت ابھی نہیں ہو رہی ہے تو سننے کا حکم نہیں ہے اور جب سننے کا حکم نہیں ہے تو چپ رہنے کا بھی حکم نہیں ہے۔ اس لئے کہ چپ رہنا وہ سننے کے لئے ہے لہذا حق نہ کہنے میں کوئی حرج نہیں ہے اس خیال کا اور اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ قرآن کریم نے جب سننے کا جو حکم دیا ہے یہ محض سننے کے لئے نہیں ہے بلکہ قرآن کریم نے جو چپ رہنے کا حکم دیا ہے وہ حرمت قرآن کی وجہ سے ہے اور قرآن کو سننے کیلئے بھی ہے۔ دیکھئے کہ جب تک تلاوت کی محفل قائم رہے جب تک تلاوت کی مجلس قائم رہے یہ شرع کا قاعدہ کلیہ ہے کہ شریعت مجلس کا اعتبار کرتی ہے جس مجلس میں جو کام ہو رہا ہے جب تک وہ کام ہوتا ہے گا وہ مجلس اسی کام کی ہے آپ نے ابھی کھانا شروع نہیں کیا ہے لیکن کھانا کھانے کیلئے دستر خوان پر کھانا کھانے کے لئے بیٹھے ہیں تو عرفاً کہا جائے گا کہ کھانا کھایا جا رہا ہے کھانا کھا رہے ہیں جب تک کھانے کا فعل ہوتا رہے گا تب تک یہی کہا جائیگا کہ کھانا کھایا جا رہا ہے حالانکہ اس پوری مجلس میں یہ ضروری نہیں ہے کہ آپ کھانا کھاتے رہیں بیچ میں کوئی فصل واقع نہ ہو بیچ میں فصل واقع ہوگا تو آپ بات بھی کریں گے کوئی اور کام بھی کریں گے لیکن چونکہ کھانے کی مجلس ہے کھانے کی محفل ہے تو اس میں اس فصل کا اعتبار نہیں کیا جائے گا جو

معمولی سا فصل ہے اس کا اعتبار نہیں کیا جائے گا بلکہ یہی کہا جائے گا کہ کھانا
کھا رہے ہیں اور کھانا کھانے سے پہلے بھی آپ جب کھانے کے لئے مستعد
ہیں تو اس حالت استعداد میں بھی وہ اطلاق ہو گا کہ کھایا جا رہا ہے
کھانا کھا رہے ہیں فلاں شخص کھانے کے لئے جا رہا ہے ابھی کھانا کھایا نہیں
ہے لیکن یہ کہا جاتا ہے کہ کھانا کھا رہا ہے تو معلوم یہ ہوا کہ جو فعل جب تک
قائم رہے جب تک جاری رہے وہ مجلس اسی فعل کی قرار دی جائے گی اسی
طریقہ سے میں (مفتی اختر رضا خاں ازہری) جو تقریر کر رہا ہوں تو میرے جملوں
کے درمیان خاموشی بھی ہوگی لیکن اس خاموشی کا کوئی اعتبار نہیں کرے گا بلکہ
یہی کہے گا کہ تقریر ہو رہی ہے اور آپ لوگ بھی کہیں گے کہ فلاں صاحب تقریر
کر رہے ہیں اور ہم تقریر سن رہے ہیں حالانکہ بیچ میں خاموشی بھی ہوگی اسکو
بہت سی مثالوں سے سمجھایا جا سکتا ہے بہرحال مختصر یہ ہے کہ جب تک جس کام
کی مشغولی رہے گی وہ مجلس اسی کام کی شمار کی جائے گی جب تک تقریر جاری
ہے تقریر کی مجلس قرار دی جائے گی جب تک خطبہ جاری ہے تو خطبہ کی مجلس قرار
دی جائے گی بلاتشبیہ و تمثیل اسی طریقے سے جب تک تلاوت کی جاری
ہے ہزار مرتبہ اگرچہ قاری سکوت کرے اگرچہ وقف کرے لیکن وہ مجلس
اسی مجلس کی تلاوت کی ہی قرار دی جائے گی اسی لئے قاری کی تلاوت کے
درمیان اور خطبہ کے درمیان اور وعظ کے درمیان یہی حکم ہے کہ جب تک
خطبہ جاری ہے تو لوگوں کو ضروری ہے کہ وہ چپ بیٹھیں اگرچہ آواز نہ پہنچتی ہو
معلوم ہوا کہ یہ جو چپ رہنے کا حکم ہے وہ صرف سننے کے لئے نہیں ہے
سننے کے لئے بھی ہے اور حرمت وعظ، حرمت خطبہ، حرمت تلاوت
کو قائم رکھنے کے لئے بھی ہے اس لئے کہ جب بولا جائے گا اسکے

علمائے دیوبند کے آخری لمحات

تالیف: ابومحمد مولانا ثناءاللہ سعد شجاع آبادی

برصغیر ہندو پاک میں علمائے دیوبند کا مثالی کردار اتنا روشن اور واضح ہے کہ کوئی کورچشم ہی اس سے انکار کرسکتا ہے۔ وہ کون سا میدان ہے جہاں سے وہ آبلہ پا نہیں گذرے اور وہ کونسا محاذ ہے جہاں انہوں نے داد شجاعت نہیں دی، مدارس انہوں نے قائم کئے جو آج دین کے مضبوط قلعے بن چکے ہیں اور جن کے ذریعے اسلام کی روشنی پھیل رہی ہے۔ دعوت وتبلیغ کے لئے ان کی قربانیوں نے دور صحابہ کی یاد تازہ کردی، مادر وطن کی آزادی سے لے کر مسلمانوں کے بگڑے ہوئے معاشرے کی اصلاح تک ہر پہلو سے انہوں نے وہ بے مثال جدوجہد کی ہے کہ امت مسلمہ اس احسان کے بار گراں سے سبکدوش نہیں ہوسکتی، دین حق کی اشاعت کا معاملہ ہو یا باطل فتنوں سے اس کی حفاظت کا مسئلہ، علمائے دیوبند ہمیشہ پیش پیش رہے، اس جماعت کا ہر فرد اپنی ذات سے ایک انجمن تھا، جہاں بیٹھ جاتا مثال شمع ہر طرف اجالے بکھیرتا اور لوگ پروانوں کی طرح اس کے گرد جمع ہوجاتے، ایثار، قربانی، تواضع، اخلاص، للہیت، استغناء اور سب سے بڑھ کر اتباع سنت کے جذبے سے سرشار یہ جماعت بلاشبہ علمائے ربانیین اور قدسی صفت انسانوں کی جماعت ہے، یہ لوگ زندہ رہے تو اسوۂ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر کاربند رہے اور جب اپنی دائمی منزل کی طرف روانہ ہوئے تو علامہ اقبال کے اس شعر کی مجسم تفسیر بن گئے۔

نشان مرد مومن با تو گویم
چو مرگ آید تبسم برلب اوست

مولانا ابومحمد ثناءاللہ سعد شجاع آبادی نے ان صلحائے امت کے آخری لمحوں کو اور ابدی زندگی کی طرف روانگی کے وقت پیش آنے والے واقعات کو مستند کتابوں اور معتبر لکھنے والوں کی مدد سے ایک جگہ جمع کردیا ہے۔ اس کتاب میں ایک باب ان بزرگوں کے واقعات پر مشتمل ہے، جنہوں نے دین کی حفاظت کے لئے جام شہادت نوش کیا۔ لگ بھگ سو مشہور و معروف شخصیتوں کے آخری لمحات کی یہ روداد آپ کے ایمان کو تازہ کرے گی، اور آپ کے دونوں ہاتھ خود بخود یہ دعا مانگنے کے لئے رب کریم کی بارگاہ میں اٹھ جائیں گے کہ اے اللہ! ہمیں ایسی ہی زندگی نصیب فرما، اور ایسی ہی موت عطا کر۔

حافظی بک ڈپو دیوبند 247554 (یوپی)

السنت والجماعت خود اپنا تحفظ نہ کر سکا اور اپنے دائرے کے گرد کوئی حفاظت کی بند نہ باندھ سکا۔ آہستہ آہستہ اہل سنت ان الحادی تحریکات کی زد میں آ گئے اور دیوبندی اور بریلوی جو ایک اصول و فروع سے نسبت رکھتے تھے اس اشتراک فکر کے باوجود اپنے مدارس اور اپنی مساجد کو بھی ایک ساتھ نہ رکھ سکے آج کتنی مساجد آپ کو نظر آئیں گی جن پر بریلوی مسجد کے بورڈ لگے ہوئے ہیں۔ اور شیعہ انہیں بڑی محبت کی نظروں سے دیکھتے ہیں کہ ان کی مخالف اب سنی ایک طاقت نہیں، بلکہ دو حصوں میں تقسیم ہو چکے ہیں۔ یہ صحیح ہے کہ ان دو حلقوں کو ایک دوسرے کے قریب کرنے کے لئے سیاستدانوں اور علماء نے کچھ قدم اٹھائے لیکن افسوس کہ ہم ان مخلصین کی اس محنت کو آگے نہ لے جا سکے۔ یہ عمارتیں بنتی رہیں اور گرتی رہیں

جن پر تکیہ تھا وہی پتے ہوا دینے لگے

ا۔ پہلی کوشش اتحاد:

قائداعظم محمد علی جناح نے کی جب انہوں نے لاہور میں علی پور ضلع سیالکوٹ کے معروف گدی نشین جناب پیر جماعت علی شاہ صاحب اور دیوبند کے معروف عالم علامہ شبیر احمد عثمانی کو ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا کر لیا۔ مولانا عثمانی نے اپنے عقائد کی وضاحت کی اور پیر جماعت علی شاہ صاحب نے آپ کو گلے سے لگا لیا اور کھڑے ہو کر اعلان فرمایا۔

علامہ شبیر احمد صاحب میرے بھائی ہیں۔ خبردار ان سے کوئی گستاخی نہ ہو میرے سامنے انہوں نے اپنے عقیدے کی وضاحت کر دی ہے

یہ پیر صاحب کی حق پرستی تھی کہ انہوں نے اپنا فیصلہ دینے کے لئے مولانا احمد رضا خاں کے جانشینوں سے کوئی مشورہ نہ کیا نہ ان کے پیر خانہ مارہرہ شریف کو اس باب میں در خور مشورہ سمجھا۔ تاریخ گواہ ہے کہ اس کے بعد پیر جماعت علی شاہ صاحب نے کبھی علمائے دیوبند کی مخالفت نہیں کی انہیں ہمیشہ اہل سنت سمجھا۔ اس کا نتیجہ یہ رہا کہ پیر جماعت علی شاہ صاحب کے پیرو اب مولانا احمد رضا خاں کے پیروؤں سے قدرے مختلف ہیں اور یہ لوگ اپنی علیحدہ اذانوں سے ہی پہچانے جاتے ہیں۔ بریلویوں کی مسجدوں میں شروع اذان میں صلوٰۃ و سلام کا اضافہ کیا گیا ہے اور ان کی مسجدوں میں فرض نمازوں

کے بعد ظاہر ہوتا ہے جب کہ پیر جماعت علی شاہ صاحب کے معتقدین نے ان باتوں کو کچھ
ہاں پذیرائی نہیں دی۔

۲۔ دوسری کوشش اتحاد

علماء کی طرف سے یہ کوشش علامہ سید سلیمان ندوی اور مولانا احتشام الحق تھانوی نے کی انہوں نے
۱۹۵۱ء میں کراچی میں مختلف المسالک کے اکتیس علماء کرام کی ایک تنظیم میٹنگ بلائی اور پاکستان کے
مسلمانوں کو ایک قوم بنانے کے لئے حل اسلام کا آغاز کیا۔ مختلف فرقوں کے لئے ایک مشترک نکات
تجویز کیا جس کی مولانا عبدالحامد بدایونی اور مولانا ابوالحسنات قادری نے عمل کرتا ہوئی۔

۳۔ تیسری کوشش اتحاد

مولانا ابوالحسنات نے ۱۹۵۵ء میں ایک عدالت میں یہ بیان دیا۔
مجھے کہا گیا کہ میں معین طور پر بیان کروں کہ بریلوی اور دیوبندی کے درمیان اساسی عقائد کے لحاظ
سے کیا اختلاف ہے؟ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ بریلی اور دیوبند دونوں جگہ ہر خیال اور عقیدہ اور
ہر مذہب کے لوگ موجود ہیں اس لئے بریلویوں اور دیوبندیوں کے اختلاف کا سوال ہی پیدا نہیں
ہوتا موضوع تقریر کا یہ عنوان ہی صحیح نہیں۔ علاوہ ازیں بریلی اور دیوبند دونوں مقام ہندوستان میں رہ
گئے ہیں اس لئے پاکستان میں ان کے اختلاف کا سوال بے معنی ہے اگر موضوع سے مراد یہ ہے کہ
بریلی کی دینی درسگاہ اور دیوبند کی دینی درسگاہ سے تعلیم و تربیت حاصل کرنے والوں کے نظریات و
افکار کے اختلاف پر روشنی ڈالی جائے تو میں اعلان کئے دیتا ہوں کہ اساسی عقائد کے اعتبار سے
دونوں مکتبوں کے درمیان کوئی اختلاف نہیں۔ بریلوی علماء حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ادنیٰ
توہین کرنے والے کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں۔ اور دیوبند کے علماء بھی اصولی طور پر اس عقیدہ
پر ایمان رکھتے ہیں دونوں سلسلوں کے علماء کے درمیان بعض عبارات کے متعلق رائے کا اختلاف ہے۔

۴۔ چوتھی کوشش اتحاد

سابق صدر پاکستان جنرل ایوب مرحوم نے کی جس سے دیوبند کے معروف محدث مولانا شمس الحق
افغانی اور ملتان کے معروف عالم مولانا احمد سعید کاظمی کو بہاولپور یونیورسٹی میں ایک ہی مدرس بنا کر

بٹھادیا۔ اس حلقہ درس میں دیوبندی اور بریلوی طلبہ بلا امتیاز داخلہ لیتے تھے۔ اور وہ فارغ ہوکر
پورے ملک میں اپنی اپنی مساجد میں ایک دوسرے کو کھلے بندوں ملتے تھے۔ باہمی علیک سلیک کے
علاوہ بیشتر کھانے پینے کی مجلسوں میں بھی یہ حضرات اکٹھے ہوجاتے۔ ان مجالس میں بریلویوں نے
مولانا احمد رضا خاں کے اس فتوے کو عملاً ترک کر دیا جو دونوں حلقوں کو علیک سلیک سے روکتا تھا۔
جس میں دوسروں کے بیماروں کی عیادت کرنے تک کو حرام کہا گیا تھا یہاں تک کہ دوسروں کے جنازہ
اٹھانے کو بھی عظیم گناہ بتلایا گیا۔ لیکن اب یہ دونوں حلقے ایک دوسرے کو برابر ملتے ہیں۔ مولانا
احمد رضا کا فتویٰ [illegible] ہمارے ہیں تو وہی رہے مگر عملاً اس میں بہت ڈھیل آگئی وہ فتویٰ یہ تھا۔

بلاشبہ اس سے دور بھاگنا اور اسے اپنے سے دور کرنا اس سے بغض رکھنا اس کی اہانت اس کا فرض ہے۔ اور
توقیر حرام و ہدم اسلام۔ بیمار پڑے تو اسے پوچھنے جانا حرام۔ مرجائے تو اس کے جنازہ میں شرکت
حرام۔ اسے مسلمانوں کا سا غسل و کفن دینا حرام۔ اس پر نماز جنازہ پڑھنا حرام بلکہ کفر۔ اس کا جنازہ
اپنے کندھے پر اٹھانا اس کے جنازے کی مشایعت کرنا حرام۔ اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن
کرنا حرام۔ اس کی قبر پر کھڑا ہونا حرام۔ اس کے لئے دعائے مغفرت یا ایصال ثواب حرام بلکہ کفر۔

اس مشترک حلقہ عامہ کے علماء میں مولانا محمد حسین نعیمی والد ڈاکٹر سرفراز نعیمی، مولانا عبدالرحیم مرحوم
اور مولانا فضل الرحیم نائب ناظم جامعہ اشرفیہ لاہور، حضرت مولانا محمد الیاس صاحب (حضرو ضلع
کیمبل پور) اور مفتی محمد سرور قادری (لاہور) خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ اور آپ نے خود دیکھا ہوگا کہ کبھی
ان حضرات نے دیوبندی اور بریلوی اختلاف میں کسی چنگاری کو پھر سے ہوا دی ہو۔ پاکستان میں
ان کا ایک دوسرے سے ملنا اور اکٹھے بیٹھنا عام ہے۔

۵۔ پانچویں کوشش اتحاد

یہ کوشش اتحاد صدر پاکستان ضیاء الحق مرحوم نے کی انہوں نے پاکستان میں وفاقی شرعی عدالت قائم
کی اور اس میں مولانا محمد تقی عثمانی اور پیر کرم شاہ صاحب کو اور مولانا عبدالقدوس فاضل دیوبند اور
مولانا شجاعت علی قادری کو عدالت کی کرسیوں پر بٹھا دیا۔ یہ حضرات آپس میں مل بیٹھتے رہے
مل کر کھاتے پیتے بھی رہے اور مولانا احمد رضا خاں کے مذکورہ بالا فتویٰ کو ان حضرات نے عملاً [illegible]

حال کے خلاف سمجھ۔ مولانا پیر کرم شاہ صاحب نے مکمل کر دیوبندی اور بریلوی دونوں جماعتوں کو اہل السنۃ والجماعت کہا۔ اور ایک جگہ ان کی باہمی تفریق پر یوں اظہار افسوس کیا۔

سب سے المناک پہلو اہل السنۃ والجماعۃ کا آپس میں اختلاف ہے جس نے انہیں دو گروہوں میں بانٹ دیا ہے۔ دین کے اصولی مسائل میں دونوں متفق ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی توحید ذاتی اور صفاتی، حضور نبی کریم ﷺ کی رسالت اور ختم نبوت، قرآن کریم، قیامت اور دیگر ضروریات میں کلی موافقت ہے۔ بریلوی علماء دیوبندی علماء کی بعض تحریروں پر معترض ہیں اور یہ رائے رکھتے ہیں کہ ان تحریروں کے ظاہری معانی کو صحیح سمجھنے والا شخص گمراہ ہے دیوبندی اپنے اکابر کی ان تحریروں کو قابل گرفت یا مورد تنقید خیال نہیں کرتے۔ لیکن اصول و اساس میں بریلوی علماء سے سو فیصد متفق ہیں۔

پاکستان میں دیوبندی بریلوی اتحاد کے مواقع بار بار پیدا ہوئے ہیں۔ اور قوم اس ایک صد سالہ تفریق سے فارغ ہو کر پھر سے ایک ہونے کو ہے اور یہ صرف ان کے اتحاد پر موقوف ہے۔ پاکستان میں الحادی تحریکات دم توڑ جائیں یہ ابھی تک نہیں ہو سکا۔ مگر افسوس کہ ان الحادی تحریکات نے اپنی تمام تر مساعی اس محاذ پر لگا دیں۔ کہ پاکستان میں دیوبندی بریلوی طبقوں کو کبھی ایک نہ ہونے دیا جائے۔

بریلویوں کا انتہا پسند طبقہ ایک نئے فرقے کے روپ میں

اب بریلویوں کا ایک حلقہ ایک نئے جوش اور ولولہ سے اٹھا ہے اور انہوں نے مولانا احمد رضا خان کے ایک ایک لفظ پر ایمان و جان لگانے کی بازی لگا دی ہے۔ یہاں تک کہ بریلویوں کے مشہور دانشور پروفیسر مسعود احمد کے بھانجے مولانا ڈاکٹر ابوالخیر محمد زبیر نے ان کے خلاف خطرے کی گھنٹی بجا دی ہے۔ انہوں نے تعصب کے مارے اس فتنہ کا اس طرح پتہ دیا ہے، سرخی ملاحظہ ہو۔

"ایک نئے فرقے کی بنیاد ڈالی جا رہی ہے"

مفتی مظہر اللہ دہلوی کے اس نواسے نے بریلویوں کے اس فرقے کی اس طرح نشاندہی کی:۔

"حضور اکرم ﷺ کی عظمت اور شان کی آڑ میں بڑے بڑے نبیوں، ولیوں اور صحابہ کو گستاخ بے ادب کافر بنایا جا رہا ہے۔ مثلاً اس فرقے کا عقیدہ اور نظریہ یہ ہے کہ آیت مبارکہ لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر میں جو ذنب کی نسبت اللہ تعالیٰ نے حضور کی طرف کی ہے اس کا ترجمہ اور

باب ہفتم

المہند علی المفند

مقدمہ

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ اما بعد

المہند علی المفند مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری نے مولانا احمد رضا خان کی تکفیری دستاویز حسام الحرمین کے جواب میں ۱۳۲۵ھ میں ہنگامی حالات میں لکھی اس میں علمائے حرمین کے اٹھائے چھبیس سوالوں کے بڑے واضح جوابات ہیں لیکن افسوس کہ اب تک اس پر کوئی مقدمہ تفصیل نہیں آیا یہ مقدمہ اسی ضرورت کا ایک تاریخی احساس ہے۔ واللہ ھو الموفق۔

ہندوستان میں دارالعلوم دیوبند مسلک اہل السنۃ والجماعۃ کی ایک تدریسی درسگاہ ہے اس کی ثقاہت اور تحقیق پر پورے ہندوستان کا علمی اعتماد رہا ہے انیسویں صدی میں یہ ناممکن سمجھا جاتا کہ یہاں سے علماء کوئی بات قرآن و حدیث کے خلاف کہیں قصور کے ایک تاریخی بزرگ مولانا غلام دستگیر قصوری ایک جگہ مسجد کے ایک مسئلے پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

ظن غالب ہے کہ جو فتوے دیوبند کے نام سے ہے وہ بھی وہاں کا نہیں کیونکہ یہ کب ممکن ہے کہ وہاں کے علماء بلا دلیل کسی شئے کو حرام بنادیں اور ایک مسجد تعمیر یافتہ اور آباد کو بلا وجہ شرعی مسجدیت سے خارج اور غیر آباد کرادیویں (احقاق مسجد حنیفہ والا ص ۹ مطبوعہ قصور ۱۲۹۳ھ)

موضع حنیفہ والا ضلع فیروزپور میں ایک گاؤں ہے وہاں کی ایک مسجد کے بارے میں یہ اختلاف اٹھا تھا۔ یہ صحیح ہے کہ مولانا غلام دستگیر کا ان حضرات سے بعض علمی مسائل میں اختلاف بھی ہوا مولانا قصوری نے تقدیس الوکیل لکھی اور اس میں بطریق لزوم حضرت مولانا خلیل احمد پر توہین باری تعالیٰ کا الزام لگایا لیکن یہ الزام چونکہ بطریق لزوم تھا بطریق التزام نہ تھا اس لئے آپ نے ان حضرات کے خلاف

فتوی کی زبان استعمال نہ کی اور کوئی فتوی نہ دیا پھر جب شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن نے اس پر جہد المقل فی تنزیہ المعز والمذل لکھی تو مولانا قصوری کا دوا ابہام بھی جاتا رہا اب واقعی ان کے نزدیک ممکن تھا کہ علمائے دیوبند کوئی بات قرآن و حدیث کے خلاف کہیں فتوی کی زبان میں ہندوستان کے اہل سنت مسلمانوں کے علماء دیوبند پر پورا اعتماد تھا۔

لزوم اور التزام میں فرق کی ایک اور شہادت

مولانا احمد رضا خاں لکھتے ہیں:۔

لزوم اور التزام میں فرق ہے۔ اقوال کا کلمہ کفر ہونا اور بات ہے اور قائل کو کافر مان لینا اور بات ہے ہم احتیاط برتیں گے۔ (سل السیوف الہندیہ ص ۲۲ مطبوعہ عظیم آباد)

ہاں بدایوں میں ایک آواز ضرور اٹھی تھی جس کے نقیب مولانا فضل رسول بدایونی (۱۲۸۹ھ) تھے لیکن یہ بات کسی سے چھپی نہ تھی کہ آپ روزگار کی تلاش میں تھے اور انگریزی حکومت کو کسی ایسے عالم کی ضرورت تھی جو حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے جانشینوں حضرت شاہ محمد اسحٰق اور حضرت شاہ محمد اسمٰعیل شہید کے خلاف اعتقادی محاذ آرائی کرے تا کہ ہندوستان کی سب سے بڑی دینی جماعت اہل السنۃ والجماعۃ دو حصوں میں تقسیم ہو جائے۔

مولانا فضل رسول بدایونی کے خاندان کے ایک مرید محمد یعقوب القادری اکمل التاریخ میں مولانا کے سوانح حیات میں لکھتے ہیں کہ مولانا فکر معاش میں بہت سرگرداں تھے کہ انگریزوں نے قدردانی کا ہاتھ بڑھایا محمد یعقوب القادری لکھتے ہیں:۔

اس جز تنگی دوران ہمت اور بڑھتے ہوئے ولولے نے یہ خیال پیدا کیا کہ کسی جگہ کوئی ایسا تعلق اختیار کیا جائے جو معاش کی طرف سے فارغ البال ہو تو اس جستجو پر بارادہ ریاست گوالیار گھر سے قصد سفر کیا۔ (اکمل التاریخ جلد ۲ ص ۳۸)

آپ کی خداداد قابلیت نے وطن کی چار دیواری سے نکل کر شہرت دوامی کے علمی سبزہ زاروں کی گلگشت شروع کی حکام وقت اور والیان ریاست نے قدردانی اور حیثیت شناسی کے لئے دست طلب

بڑھنا شروع کیا اور آپ کی خدمات کو سرکاری کاموں کی انجام دہی کے لئے مانگنا چاہا۔ (ایضاً جلد ۲ ص ۱۵۱)
نواب محی الدولہ نے کوشش کرکے سترہ روپے ماہوار مقرر کرا دیئے اور پھر یہ وظیفہ برابر جاری رہا مگر اب رقم گیارہ روپے روزانہ ہوگئی تھی۔

مولانا فضل رسول بدایونی کے بعد ان کے بیٹے مولانا عبدالقادر بدایونی اور مولانا احمد رضا خاں بریلوی نے اس محاذ کو سنبھالا مولانا احمد رضا خاں کی طبیعت بہت اختلاف پسند تھی آپ علماء بدایوں سے بھی جھگڑے اور نوبت عدالت تک پہنچ گئی آپ خیرآبادی علماء سے بھی جھگڑے اور حضرت مولانا معین الدین اجمیری نے آپ کے خلاف ایک پوری کتاب تجلیات انوار المعین تین حصوں میں لکھ ڈالی تاہم یہ صحیح ہے کہ اہل سنت کی باہمی تقسیم کا جو خواب مولانا فضل رسول نے دیکھا تھا مولانا احمد رضا خاں بریلوی اس کی تعبیر ثابت کر دکھائے آپ کے تذکرہ نگار مسلسل اسی جدوجہد میں رہے یہاں تک کہ مستقل دو دو مکتب فکر قائم ہو گئے بریلوی اور دیوبندی دونوں۔

قاری احمد علی بھتی لکھتے ہیں:

۱۲۹۷ھ میں مولانا شاہ احمد رضا خاں متوفی (۱۳۴۰ھ) نے قلم اٹھایا... مولانا احمد رضا خاں پچاس سال جماعتوں کے علماء اور عوام کے درمیان تخالف و تصادم کا یہ سلسلہ آج بھی بند نہیں ہوا ہے
(سوانح اعلیٰ حضرت ص ۲۰)

مولانا احمد رضا خاں کا اس جدوجہد میں آخری کارنامہ یہ رہا کہ آپ علماء دیوبند کے خلاف ایک تکفیری دستاویز حسام الحرمین کے نام سے تیار کرکے حرمین پہنچے اور جہاں تلوار اٹھانا منع تھا وہیں سے تلوار چلا دی۔ آپ علماء حرمین سے اس کی تصدیقات حاصل کرنے کے لئے عرب پہنچے وہاں پہلے سے مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری پہنچے ہوئے تھے جنہوں نے مولانا احمد رضا خاں کو اپنے مشن میں کامیاب ہونے نہ دیا مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری علماء حرمین ان کی عزت کرتے تھے اس کی ایک جھلک آپ شاہ سراج الیقین سجادہ نشین درگاہ کرسی شریف کے ان الفاظ میں ملاحظہ فرمائیں:
میں نہیں کہہ سکتا ارباب مدینہ کس قدر آپ کا اکرام فرماتے تھے اور ہمہ وقت آپ کا درس مدینہ میں

جاری رہتا تھا حتی کہ جب آپ عازم حرم محترم ہوتے تھے تو طلبہ کھلی ہوئی کتابیں ہاتھ میں لئے ہوئے
اسباق پڑھتے جاتے تھے۔ (تذکرہ خانہ زیارت اولیائے کاملین ص ۴۳ طبع ۱۹۱۳)

مولانا احمد رضا خاں کو وہاں مولانا خلیل احمد کا سامنا کرنے کی تو کہیں جرأت نہ ہوئی نہ وہ کبھی آپ
کے سامنے آئے لیکن مولانا احمد رضا خاں نے اتنا ضرور کیا کہ چند علماء حرمین سے جو اردو نہ جانتے تھے
علماء دیوبند کی چند اردو عبارات پر فتوے کفر حاصل کر لیا جو انہوں نے مشروط پیرائے میں لکھا کہ اگر
واقعی یہ مضامین کفریہ ان عبارات میں موجود ہوں تو یہ واقعی کفر ہیں جب مولانا احمد رضا خاں کی اس
سازش سے پردہ اٹھا تو اب مولانا احمد رضا خاں کے لئے وہاں رہنا بھی مشکل ہو گیا اور وہاں کے علماء
نے مولانا احمد رضا خاں کے ذکر کردہ مسائل پر خود علماء دیوبند سے براہ راست استفسار کیا اور ان سے
چھبیس ۲۶ سوالات پوچھے۔ المہند علی المفند انہی سوالات کے جوابات ہیں سوالات عربی میں تھے
اور ان کے عربی میں ہی جوابات دیئے گئے یہ جوابات حضرت مولانا خلیل احمد نے لکھے اور ان پر
دیوبند کے اس وقت کے سب بڑے بڑے علماء سے اس پر دستخط کروائے یہ جوابات علمائے حرمین کو
پہنچے اور پھر سب نے ان پر تائیدی دستخط کئے اب آپ نے اس کتاب کو ایک دوسرا نام بھی دیا
"التصدیقات لدفع التلبیسات"۔ اس کتاب کا ہندوستان پر بہت گہرا اثر ہوا اور علمائے دیوبند پر
الزامات کے سب بادل چھٹ گئے۔ یہاں تک کہ مولانا احمد رضا خاں نے بھی پھر المہند کے خلاف
زندگی بھر ایک لفظ تک نہیں لکھا باوجود یہ کہ آپ اس کے بعد بارہ سال تک زندہ رہے مگر آپ اس
کے جواب میں کوئی ایک رسالہ تک لکھ نہ پائے یہاں تک کہ مولانا احمد رضا خاں کے اپنے حلقے کے
بعض علماء میں یہ بات چل نکلی کہ مولانا احمد رضا خاں علماء دیوبند کے ان جوابات سے جو المہند میں
دیئے گئے پورے مطمئن ہو چکے ہیں اور اب آپ ان الزامات سے امت کی اس تقسیم کے حامی نہیں
رہے۔ مولانا احمد رضا خاں کے ایک پیرو مولانا خلیل الرحمن خاں نے علماء دیوبند کے خلاف اپنی
زبان بند کر لی اور مولانا احمد رضا خاں کے دوسرے پیروؤں کو چیلنج دیا کہ اگر تم کہتے ہو کہ مولانا احمد
رضا خاں نے المہند کے جوابات کی روشنی میں اپنے سابق موقف سے رجوع نہیں کیا تو ان کی اپنی

ایک دستاویز دکھاؤ جو انہوں نے المہند کی اشاعت کے بعد اس کے خلاف لکھی ہو اور یہ حقیقت ہے کہ وہ مولانا احمد رضا خاں کی کوئی اپنی تحریر المہند کے جواب میں پیش نہ کر سکے۔

یہ المہند اب آپ کے سامنے ہے اس سے حضرت کعب بن زہیر (رضی اللہ عنہ) کی پیشگوئی پوری ہوگئی کہ المہند اللہ کی تلواروں میں ایک ایسی تلوار ہے جو قیامت تک سونتی رہے گی حضور اکرم کی یہ تیغ ان پر ہمیشہ مسلول رہے گی کوئی اس کا جواب نہ لکھ سکے گا آپ نے کہا تھا۔

ان الرسول لنور یستضاء به مهند من سیوف الله مسلول (شرح مواہب اللدنیہ للزرقانی جلد ۳ ص ۵۲)

(ترجمہ) بے شک یہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسے نور ہیں جن سے ہر طرف ضیاء پاشی ہوگی آپ کی روشنی ہر طرف جائے گی اللہ کی تلواروں میں یہ ہندی تلوار المہند ہمیشہ سونتی رہے گی۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی نے بھی مولانا احمد رضا خاں کے ان الزامات کے جواب میں الشہاب الثاقب علی المسترق الکاذب لکھی۔ آپ دیر تک مسجد نبوی میں حدیث کا درس دیتے تھے آپ کی ان حلقوں میں یہ تدریسی خدمات اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہیں کہ وہاں حسام الحرمین کا پرکاہ کے برابر اثر نہ ہوا تھا۔ ایسا ہوتا تو آپ کا درس وہاں جاری نہ رہ سکتا تھا۔ اب المہند پر نہ صرف علمائے حرمین بلکہ علمائے شام و مصر نے بھی اپنی تصدیقات ثبت کریں۔

پہلی جنگ عظیم کے بعد حالات کا نیا رخ

پہلی جنگ عظیم میں شریف مکہ نے جو ترکی خلافت کی طرف سے مکہ کا گورنر تھا انگریزوں کی حمایت میں ترکی خلافت کے خلاف بغاوت کی تھی شیخ الہند مولانا محمود حسن کو تب ہی گرفتار کر کے مالٹا بھیج دیا گیا اور مولانا احمد رضا خاں اور ان کے بیٹوں نے بریلی میں شریف مکہ کے اعزاز خلافت میں متعدد رسالے لکھے۔ الجبل الواحد کا یہ حصہ ملاحظہ کیجئے۔ شریف گو ہاشمی تھا عبدالمطلب کی اولاد میں سے تھا لیکن پڑھے لکھے طبقے پر ان کا کچھ اثر نہ ہوا اقبال نے شریف کے اقتدار پر صاف بات کہی۔

بیچتا ہے ہاشمی ناموس دین مصطفےٰ ۔ خاک و خوں میں مل رہا ہے ترکمان سخت کوش

نے آخرت میں رویت باری ہونے پر جو بیان دیا ہے وہ بتلاتا ہے کہ حدیث وسنت پر ان کی جامع نظر تھی۔ آپ معتزلہ کے بارے میں لکھتے ہیں:۔

خالفوا روايات الصحابة عن نبي الله ﷺ في رؤية الله بالابصار وقد جاءت في ذلك الروايات من الجهات المختلفات وتواترت بها الآثار وتتابعت بها الاخبار (کتاب الابانۃ الاشعری ص ۵)

(ترجمہ) معتزلہ نے ان روایات کی مخالفت کی ہے جو صحابہؓ آنکھوں سے رویت باری ہونے پر اللہ کے پیغمبر سے روایت کی ہیں اس باب میں روایات مختلف جہات سے آئی ہیں۔ احادیث اس میں تواتر کے درجہ تک پہنچی ہیں اور اس میں آثار ایک دوسرے کی متابعت میں وارد ہیں۔

اس سے امام ابوالحسن الاشعری کے آثار واحادیث کے وسیع علم کا پتہ چلتا ہے سو بعض سلفیوں کے اس پراپیگنڈہ میں کوئی جان نہیں کہ اشاعرہ اور ماتریدیہ اہل سنت میں سے نہیں ہیں معاذ اللہ اہل بدعت میں سے ہیں۔

اہل حدیث (باصطلاح جدید) کے مقتدر عالم مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی لکھتے ہیں کہ یہ متکلمین حضرات اہل سنت میں سے ہیں، آپ لکھتے ہیں:۔

الغرض اصول عقائد میں اہل سنت کے تین مسلک قرار پائے، ۱۔ حنبلی ۲۔ اشعری اور ۳۔ ماتریدی اور انہی میں ان کے فروعی مذاہب بھی شامل ہیں حنابلہ میں حنبلی مقلدین و اہلحدیث قدیم۔ اشاعرہ میں مالکیہ اور شافعیہ اور ماتریدیہ میں حنفیہ۔ (تاریخ اہلحدیث ص ۷۱ طبع ۲۰۰۰ھ)

آپ ماتریدیہ کے بارے میں یہ پہلے لکھ آئے ہیں۔

خواجہ ابوالحسن الاشعری کے زمانہ میں ہی بمقام ماترید جو سمرقند کا ایک محلہ ہے یا اس کے متصل ایک موضع تھا امام ابومنصور محمد بن محمود (۳۳۳ھ) ہوئے یہ دو واسطوں سے قاضی ابو یوسف اور امام محمد کے شاگرد تھے امام ابومنصور ماتریدی نے بھی خواجہ ابوالحسن الاشعری کی طرح معتزلہ، قرامطہ اور روافض کے رد میں کئی ایک کتابیں لکھیں عقائد کی بنیاد نصوص پر ہی رکھی لیکن طریق بیان اور صورت

استدلال عقلی میں بعض مسائل میں خواجہ اشعری سے اختلاف کیا لہٰذا ان کا طریق الگ قرار دیا اور ماتریدی کے نام سے موسوم ہوا۔ (ایضاً ص ۱۱۰)

(نوٹ) یہ ضروری نہیں کہ تمام احناف ماتریدی ہی ہوں قاضی ابوالحسن بن ابی جعفر سمنانی اور ان کے والد فروعی مسائل میں حنفی تھے مگر اصول دین میں اشعری رہے اور وہ بھی غالی رہے ہیں۔ مورخ ابن اثیر جزری (ھ) ۴۶۶ھ کے واقعات میں ان دونوں کو حنفی اشعری لکھتے ہیں۔ اور ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے عربی مدارس میں عقائد میں شرح عقائد نسفی اشعری اور ماتریدی دونوں قدروں کے ساتھ پڑھائی جاتی ہے صاحب متن علامہ نسفی حنفی ہیں اور شارح علامہ تفتازانی شافعی ہیں اس سے پتہ چلتا ہے کہ حنفیہ کے ہاں اشاعرہ اور ماتریدیہ میں کوئی اصولی فاصلے نہ تھے مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی بھی لکھتے ہیں۔ مدرسوں میں پڑھنے والے بھی حنفی اور پڑھانے والے بھی حنفی لیکن جو کچھ پڑھا پڑھایا جاتا ہے وہ سب اشعری ہے۔

گویا آج کل حنفی بھی اشعری ہیں (تاریخ اہل حدیث ص ۱۱۷)

حضرت اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں اس سے علامہ عزالدین ابن اثیر الجزری کا یہ تعجب ختم ہو جاتا ہے کہ حنفی اشعری کیوں۔

هذا مما يستطرف ان يكون حنفي اشعريا (تاریخ کامل جلد ۲ ص ۳۲)

یہ درست نہیں کہ یہ حضرات اشاعرہ ہوں یا ماتریدیہ اہل سنت میں سے نہ تھے یہ خود اپنے آپ کو ہمیشہ اہل سنت ہی کہتے رہے امام ابومنصور الماتریدی مسئلہ صفات میں لکھتے ہیں:

صفات الله تعالى هو ولا غيره عند اهل السنة والجماعة ولا فرق بين ما كانت من صفات الذات او من صفات الفعل (شرح فقہ اکبر ص ۱۲ للماتریدی)

امام ابومنصور ماتریدی استواء علی العرش کے قائل تھے لیکن علو، ارتفاع اور علو مسافت کی کلی نفی کرتے تھے افسوس کہ آج کل کے جدید اہل حدیث اس باب میں ذات باری سے جہت کی نفی نہیں کرتے استوی علی العرش کو اپنے ظاہری معنی پر رکھتے ہوئے فرق مجسمہ کے ساتھ شامل ہوتے ہیں

کہ لیس کمثلہ شیء وھو السمیع البصیر نہ صرف سمع و بصر بلکہ اس کی تمام صفات کو اسی طرح سمجھنا چاہئے کہ صفت ہے لیکن اپنے مبداء و غایت کے اعتبار سے بلکہ اس کی کوئی کیفیت بیان نہیں کی جا سکتی اور شریعت مطہرہ نے اس کا مکلف نہیں بنایا ہے کہ ہم اس طرح کے ماوراء عقل حقائق میں خوض کر کے پریشان ہوں رہا استوا علی العرش کا مبداء اور ظاہری صورت اس کے متعلق کہہ چکے ہیں کہ اس کی کوئی ایسی صورت نہیں ہو سکتی جس میں صفات مخلوقین اور سمات حدوث کا ذرا بھی شائبہ ہو۔ (فوائد القرآن سورہ الاعراف ص ۲۰۳)

سوچنے کی یہی بات ہے جو امام ابو المنصور ماتریدی نے شرح فقہ اکبر میں کہی ہے

اما ما یعنیہ اہل السنۃ والجماعۃ ان اللہ تعالی علی العرش علو عظمۃ وربوبیۃ لا علو ارتفاع ومسافۃ (شرح فقہ اکبر ص ۱۰۸)

سو المہند میں علماء دیوبند کے اپنے آپ کو اشاعرہ و ماتریدیہ کے متبعین کہنے میں کوئی وحشت محسوس نہ کریں اللہ تعالیٰ کی صفات میں جو متشابہ الفاظ وارد ہیں ان سے ان کے ظاہری معنی کی نفی اس لئے ضروری ہے کہ کہیں ہم قید جسم کے ساتھ متحیز ہوں اور علو عظمت اور ربوبیت سے ہمارے مسلک تقویٰ پر کوئی زد نہیں آتی واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم

۳۔ تقلید ائمہ اور وسعت مذاہب

المہند میں اگر علماء دیوبند نے اپنے آپ کو امام ابو حنیفہ کا مقلد بتایا ہے تو یہ کہنے کہ ائمہ اربعہ میں سے کسی کی پیروی میں ہرگز کوئی وحشت اور شرعی قباحت نہیں ہے اگر مقلد ہونے میں کوئی قباحت ہوتی تو سعودی عرب کے مشائخ عقیدہ طحاویہ کو اپنے نصاب تعلیم میں شامل نہ کرتے امام طحاوی (۳۲۹ھ) کا حنفی ہونا کسی سے مخفی نہیں ہے۔

ہاں یہ ملحوظ رہے کہ تقلید مجتہد کا درجہ کتاب و سنت کا کوئی مسئلہ اپنی دلالت میں واضح اور قطعی نہ ہو قطعیات کتاب و سنت کے خلاف کسی کی کوئی بات قابل اعتنا نہیں ہو سکتی کسی آیت یا حدیث کے معنی میں سلف کا اختلاف ہو تو اسے بیشک کسی امام کی تقلید یا رہنمائی میں حل کیا جا سکتا ہے جو مسائل منصوصہ

بظاہر متعارض ہوں یا بذات خود وہ غیر منصوص ہوں ان میں تقلید کرنا جائز نہیں ایسا ہوتا تو شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی جیسے موحد بزرگ ہرگز مقلد نہ تھے۔

شیخ سلیمان بن سحیم نے شیخ محمد بن عبدالوہاب پر یہ بہتان باندھا کہ وہ ائمہ اربعہ کی تقلید کے خلاف تھے اور وحدت مذاہب کو امت کے حق میں رحمت نہیں سمجھتے۔ مذاہب اربعہ کو وہ اختلاف امت سمجھتے ہیں اس پر شیخ محمد بن عبدالوہاب نے جو جواب لکھا وہ آب زر سے لکھنے کے لائق ہے۔ آپ نے لکھا۔

ان الرجل افترى علي امورا لم اقلها ولم يأت اكثرها على بالي (فمنها) قوله انى مبطل المذاهب الاربعة وانى اقول ان الناس من ستمائة سنة ليسوا على شئ وانى ادعى الاجتهاد وانى خارج عن التقليد وانى اقول ان اختلاف العلماء نقمة وانى اكفر من توسل بالصالحين (مؤلفات الشیخ محمد بن عبدالوہاب جلد ا ص ۲۲ مطابع الریاض)

(ترجمہ) اس شخص نے مجھ پر کئی باتوں میں افترا کیا ہے جو میں نے نہیں کہیں نہ ان میں سے اکثر کی مجھ پر [illegible] آتی ہے ایک بات ان میں سے یہ ہے کہ میں مذاہب اربعہ کی کتب فقہ کو باطل ٹھہراتا ہوں (انہیں غلط کہتا ہوں) اور میں کہتا ہوں کہ لوگ چھ سو سال سے حق سے ہٹے ہوئے ہیں اور یہ کہ میں اپنے لئے مقام اجتہاد کا مدعی ہوں اور یہ کہ میں تقلید نہیں کرتا اور یہ کہ میں کہتا ہوں کہ فروعی مسائل میں اختلاف مجتہدین میں ایک مصیبت ہے (فروعی مسائل میں ایک ہی مذہب ہونا چاہئے نہ کہ مختلف مذاہب) اور یہ کہ جو صالحین امت سے توسل کریں میں انہیں کافر سمجھتا ہوں (یہ سب باتیں مجھ پر بہتان و افترا ہیں)

شیخ محمد بن عبدالوہاب کے صاحبزادے شیخ عبداللہ نے اپنے مسلک پر ایک رسالہ لکھا ہے آپ اس میں کھل کر اپنے نظریہ تقلید کی تائید کرتے ہیں آپ لکھتے ہیں:۔

ونحن ایضاً فی الفروع علی مذہب الامام احمد بن حنبل ولا ننکر علی

من قبله الائمة الاربعة دون غيرهم لعدم ضبط مذاهب الغير و نجبرهم على تقليد احد الائمة الاربعة ولا نستحق مرتبة الاجتهاد وما أحد منا يدعيه (ترجمہ مولانا اسماعیل غزنوی حقیقی انوار الاسلام امرتسر ص ٦١)

(ترجمہ) اور ہم فروعات میں امام احمد بن حنبلؒ کے مذہب پر ہیں اور ہم ائمہ اربعہ کے مقلدین میں سے کسی پر (ترک حدیث کی) تکبیر نہیں کرتے یہ بات اور مذاہب کے لئے نہیں کیونکہ اور ائمہ کے مذاہب منضبط نہیں ہو پائے ہم لوگوں کو ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک کی تقلید کا پابند رکھتے ہیں اور اپنے لئے ہم اجتہاد کے مدعی نہیں نہ ہم (علمائے نجد) میں سے کسی نے اس کا دعویٰ کیا ہے۔

صحابہ بھی فروعی مسائل میں مختلف مذاہب رکھتے تھے

اس میں شک نہیں کہ صحابہ کرامؓ میں بھی بعض فروعی مسائل میں اختلافات ہوئے اور وہ اپنے اپنے طریقے پر چلتے تھے اور کوئی کسی کو گمراہ نہ کہتا تھا اور رفع یدین کرنے والے بھی تھے امام کے پیچھے قراۃ کرنے والے بھی تھے اور نہ کرنے والے بھی آمین اونچی آواز سے کہنے والے بھی تھے اور دبی آواز سے کہنے والے بھی تھے۔ اور ان میں سے کوئی اس کو اختلاف امت کہتا تھا نہ کسی نے کہا کہ سب کو فروعی مسائل میں ایک ہی طریقہ پر ہونا چاہئے۔

مجدد قرن اول حضرت عمر بن عبد العزیز (١٠١ھ) کہتے ہیں۔

ماسرني لو ان اصحاب محمد ﷺ لم يختلفوا الانهم لو لم يختلفوا لم تكن رخصة

(ترجمہ) مجھے یہ بات خوشی نہیں دیتی کہ صحابہؓ آپس میں (فروعی مسائل میں) اختلاف نہ کرتے اگر وہ اختلاف نہ کرتے تو اعمال میں یہ سہولت راحت نہ پاتی۔

سوال علماء دیوبند نے اہلحدیث میں آ کر اپنے آپ کو متفق بتایا ہے اور اپنے کو نقش پا کا رہنما بتلایا ہے تو سلفی حضرات کو اور اہل حدیث (یا سلفی جدید) کو اس پر ناراض نہ ہونا چاہئے اس اختلاف عمل کو سلف کے طریقہ پر برداشت کرنا چاہئے اہلحدیث کے واسطے ان علماء حق کو بدعات سے ملوث کرنا

عمل کو جائز جانے اگر رکوع کے وقت رفع یدین کرنے کو سنت سمجھتا ہے تو اس کے ترک کرنے کو بھی سنت سمجھے۔ آمین بالجہر کو سنت سمجھتا ہے تو آمین بالاخفاء کو بھی سنت سمجھے اور کسی پر عمل زیادہ ثواب کی نیت سے نہ کرے بلکہ صرف اختلاف مباح سمجھے تاکہ اپنے آپ کو کسی صحابی سے برتر سمجھنے کی بدعت رواج نہ پا سکے غیر صحابی اتباع رسول میں صحابی سے بڑھ سکتا ہے یہ عقیدہ شیعہ لوگوں کا ہے اہل حق میں سے کسی کا نہیں۔

ایک سوال

ان مسائل میں جو اختلاف احادیث پایا جاتا ہے ان میں سے اگر صرف حضورؐ سے مروی روایات کو لے لیا جائے تو کیا یہ عمل با احتیاط نہیں؟

جواب نہیں کیونکہ بعض صحابہ کرامؓ سے اس کے خلاف روایات ملیں گی تو یہ شخص لازمی طور پر اپنے آپ کو ان صحابہؓ سے اتباع سنت میں بڑھا ہوا سمجھے گا اور یہ موقف اہل حق میں سے کسی کا نہیں ہے۔ اس وقت ہمیں ان مختلف فیہ مسائل سے بحث نہیں ہم یہاں صرف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ سلف میں (صحابہ کرام اور تابعین میں) جو اختلافات راہ پا چکے اور ائمہ اربعہ میں سے کسی نہ کسی ایک نے اسے معمول بہ ٹھہرایا ان میں سے کسی کو برا نہ سمجھے۔ ان میں سے ہر ایک کے طریقے کو سنت اسلام سمجھے [illegible] اور جو اختلافات اس پہلے دور میں قائم رہے آج ان میں سے کسی کے مٹانے کے درپے نہ ہو [illegible] جو اختلاف مٹانے کے لائق ہیں وہ صرف وہ ہیں جو اصولی ہوں اور حق کے [illegible] ان میں سے صرف ایک ہی بات حق ہے اور حق کے سوا جو کچھ ہے باطل ہے۔

اعاذنا اللہ تعالیٰ منہ

اللہ تعالیٰ حافظ ابن تیمیہ اور حافظ ابن قیم پر انوار کی بارش فرمائے کہ امت کو فروعی مسائل میں نہ جھگڑنے کا سبق دے کر اپنی بزرگانہ ذمہ داری ادا کر گئے۔

صحابہ و تابعین کے اختلاف میں الحاد، بے دینی، کج روی اور بد اعتقادی، اتباع ہوی اور بدمذہبی نہیں ہے اور اگر حدیث اختلاف امتی رحمۃ کا اعتبار کیا جائے تو اس کی یہی صورت ہے جو صحابہ اور

تابعین میں بھی اور ائمہ مجتہدین کا اختلاف بھی اس پایا جاتا ہے (تاریخ اہل حدیث ص ۱۲۷)

قوله ان هذه المذاهب لم تكن في زمن النبي ولا الصحابة ان اراد ان الاقوال لم تنقل عن النبي او عن الصحابة بان تركوا قول النبي و الصحابة وابتدعوا خلاف ذلك فهذا كذب عليهم لانهم لم يتفقوا على مخالفة الصحابة بل هم و سائر اهل السنة متبعون للصحابة في اقوالهم وان قدر ان بعض اهل السنة خالف الصحابة لعدم علمه باقاويلهم فالباقون يوافقونهم ويثبتون خطاء من يخالفهم وان اراد ان نفس اصحابها لم يكونوا في ذلك الزمان فهو لا محذور فيه فمن المعلوم ان كل قرن ياتي يكون بعد القرن الاول

(الفتاویٰ الکبریٰ جلد ۲ ص ۲۸۵)

(ترجمہ) شیعوں کا یہ کہنا کہ یہ مذاہب اربعہ آنحضرتؐ اور صحابہؓ کے زمانہ میں نہ تھے اس کا مطلب اگر یہ ہے کہ ان کے اقوال آنحضرتؐ اور صحابہؓ سے منقول نہیں انہوں نے حضورؐ اور صحابہؓ کی بات چھوڑ دی ہے اور اپنی طرف سے یہ مذاہب گھڑ لئے ہیں تو یہ ان مذاہب پر کھلا جھوٹ ہے کیونکہ وہ ہرگز صحابہؓ کی مخالفت پر متفق نہیں ہوئے اور سب اہل سنت اپنے اقوال میں صحابہؓ کے متبعین ہیں اور اگر یہ بات تجویز کی جائے کہ انہوں نے (صحابہؓ کے) اقوال پر اطلاع نہ پانے کے باعث ان کے خلاف کیا تو باقی تو ان کے موافق رہے گو وہ ان پہلوؤں کی مخالفت کرتے رہے اور اس میں کیا حرج ہے اگر اس (شیعی) معترض کی مراد یہ ہے کہ ان مذاہب کے امام اس دور میں نہ تھے تو اس میں کوئی اعتراض کی بات نہیں ہر کسی کو معلوم ہے کہ ہر آنے والا دور پہلے دور کے بعد ہی آتا ہے۔

حافظ ابن تیمیہ (۷۲۸ھ) بھی لکھتے ہیں:۔

فان السلف فعلوا هذا و كان كلا الفعلين مشهوراً بينهم كانوا يصلون على الجنازة بقراءة و بغير قراءة كما كانوا يصلون تارة بالجهر بالبسملة وتارة بغير جهر وتارة باستفتاح وتارة بغير استفتاح وتارة برفع اليدين في المواطن

الثالثة وتارة بغير رفع وتارة يسلمون تسليمتين وتارة تسليمة واحدة وتارة يشرفون خلف الامام بالسر وتارة لا يقرؤن وتارة يكبرون على الجنازة سبعاً وتارة خمساً وتارة اربعاً۔ كان فيهم من يفعل هذا وفيهم من يفعل هذا كل هذا ثابت عن الصحابة (فتاوے ابن تیمیہ رسالہ ۱ مجموعہ نقلا عن الانصاف لرفع الاختلاف ص ۹ مولانا عبدالحق سیالکوٹی)

اس دور میں علماء تابعین میں سے ہر عالم کا اپنے حلقے میں ایک مذہبSchool of thought قائم ہو گیا ہر شہر میں فقہ کے امام نمایاں ہوئے امام سعید بن المسیب، امام سالم مدینہ میں اور ان کے بعد امام زہری اور قاضی یحیٰی بن سعید اور ربیعہ رائی اور امام عطا مکہ میں اور امام ابراہیم نخعی اور علامہ شعبی کوفہ میں اور امام حسن بصرہ میں طاؤس اور کیسان یمن میں اور امام مکحول شام میں اس امامت پر قائم رہے۔

مولوی غلام علی قصوری نے ۱۲۹۸ھ میں مذاہب اربعہ کو امت مسلمہ کے حق میں افتراق و انتشار کا سبب جتلایا اور اس پر ایک مختصر رسالہ لکھا مولانا عبدالجبار غزنوی نے اس کے جواب میں اثبات الالہام والبیعہ کے نام سے فارسی میں ایک کتاب لکھی جس کا مولوی محمد حسن مرحوم رئیس لدھیانہ نے اردو میں ترجمہ کیا اس میں مولانا غزنوی نے غلام علی قصوری کی بہت سی باتوں کو مغالطہ قرار دیا اور اس کی اصلاح ہدایت کے عنوان سے کی ہم اس سے ایک مغالطہ اور اس کی اصلاح بیان نقل کرتے ہیں:۔

مغالطہ قصوری: یہ چار مذہب حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی کیسے ہیں اور کب سے ہیں؟

ہدایت: مذاہب اربعہ حق ہیں اور ان کا آپس کا اختلاف ایسا ہے جیسا کہ صحابہ کرام میں بعض مسائل کا اختلاف ہوا کرتا تھا باوجود اختلاف کے ایک دوسرے سے بغض و عداوت نہیں رکھتے اور باہم سب و شتم نہیں کرتے مثل خوارج اور روافض کے صلحاء اور ائمہ دین کی محبت جزء ایمان ہے (ص ۶ طبع دوم)

پر لفظ وہابی کے اطلاق سے ایک سیاسی طمینان محسوس کرتی تھی۔

ہندوستان کے غیر مقلدین انگریزوں کے خلاف نہ تھے مگر جب انہوں نے مولانا محمد اسمٰعیل شہید کا رسالہ رفع یدین دیکھا تو انہوں نے انہیں اپنا بڑا امام لیا اب ہندوستان میں لفظ وہابی غیر مقلدین پر استعمال کیا گیا اور اب یہاں اس سے مراد وہی لوگ لئے جاتے تھے جو ائمہ اربعہ میں سے کسی کی پیروی نہ کرتے ہوں۔ اور ترک تقلید میں وہ رفع الیدین عند الرکوع سے پہچانے جاتے تھے۔

سوال ہند میں لفظ وہابی جو اہل السنت والجماعت کے مقابل استعمال ہوا ہے انہی معنوں سے ہے الحمد لله ۔

ان فی اصطلاح بلاد الھند کان اطلاق الوھابی علی من ترک تقلید الائمة رضی الله تعالیٰ عنھم

(ترجمہ) ہندوستان میں وہابی کا اطلاق ان لوگوں پر ہوتا ہے جو ائمہ اربعہ (چاروں اماموں) کی تقلید سے باہر نکلے ہوں۔

سو برصغیر پاک و ہند میں وہابی کا لفظ غیر مقلدین کے لئے کسی طور پر اشتباہ میں نہ تھا لیکن عرب میں سعودی قبضے سے پہلے شیخ محمد بن عبد الوہاب کے عقائد کھلے اور شیخ سلیمان بن سحیم نے ان کے خلاف جو عقائد مشہور کر رکھے تھے ان کا پردہ کھل گیا۔

شیخ محمد بن عبد الوہاب نے اس کی تردید میں یہ تحریر ہر طرف بھیجی۔

ان الرجل افتری علی امورا لم اقلھا و لم یات اکثرھا علی بالی فمنھا قولہ انی مبطل کتب المذاھب الاربعة و انی اقول ان الناس من ستمائة سنة لیسوا علی شیء وانی ادعی الاجتھاد وانی خارج عن التقلید وانی اقول ان اختلاف العلماء نقمة وانی اکفر من توسل بالصالحین

(مؤلفات الشیخ محمد بن عبد الوہاب جلد ۱۱ ص ۱۲ ص ۳۴ مطابع الریاض)

(ترجمہ) اس شخص نے مجھ پر کئی جھوٹ باندھے ہیں یہ باتیں میں نے کبھی نہیں کہیں ان میں سے

ہے کہ میں مذاہب اربعہ کی کتابوں کو باطل ٹھہراتا ہوں اور یہ کہ میں کہتا ہوں کہ لوگ چھ سو سال سے غلطی پر چلے آ رہے ہیں اور یہ کہ میں مجتہد ہونے کا دعویٰ ہوں اور یہ کہ میں تقلید سے نکل چکا ہوں اور یہ کہ میں کہتا ہوں علماء کا فروعی اختلاف مصیبت ہے اور یہ کہ میں نیک لوگوں کے توسل کو کفر قرار دیتا ہوں اس کے بعد عرب میں وہابی کا اطلاق اہل السنۃ والجماعۃ کے مقابل نہ رہا اور یہاں کے وہابی دائرہ عمل حنفیت میں رہے وہ تقلید کے مخالف نہیں بلکہ خود مقلد رہے شیخ ہی ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں ۔

اما مذهبنا فمذهب احمد بن حنبل امام اهل السنة ولا ننكر على اهل المذاهب الاربعة اذا لم يخالف نص الكتاب والسنة واجماع الامة وقول جمهورها (ایضاً جلد ۱۱ ص ۱۰۶)

(ترجمہ) ہم اہل سنت احمد بن حنبل کے مذہب پر ہیں اور ہم مذاہب اربعہ میں سے کسی پر نکیر نہیں کرتے جب تک وہ نص کتاب سنت اور اجماع امت اور جمہور امت کے خلاف نہ ہو۔

دوسرے سوال کا جواب بھی اس ضمن میں آ گیا ہے اب ہم تیسرے ضمنی سوال کا جواب بدیہ قارئین کرتے ہیں

۳۔ کسی جگہ شد رحال کر کے جانا (کجاوے کس کر اور سامان باندھ کر) سفر کرنا یہ دونوں شد رحال سفر کرنا ان دونوں میں کسی پہلو سے کوئی مظنہ ضلالت نہیں اس میں جائز اور ناجائز کے باب میں تو کلام ہو سکتے ہیں لیکن یہ شرک کسی پہلو سے نہیں ہو سکتا علامہ شامی بھی اسی عام اثر کے تحت ان لوگوں کے بارے میں یہ رائے رکھتے تھے۔

ان سوالات کا جواب دینے سے پہلے یہاں تمہید سوال میں لپٹے چند امور تنقیح طلب ہیں ہر تنقیح کا جواب پہلے دیا جائے گا پھر اصل سوال کا جواب آئے گا۔ سوال میں ایک فرقے کا نام وہابی بتلایا گیا ہے اور اس کے مقابل اہل السنۃ والجماعۃ کا نام لیا گیا ہے یہاں ہم معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ وہابی سے کون لوگ مراد ہیں جو اہل سنت میں شمار نہیں ہیں ان دونوں میں ان دنوں جو بڑی فرق واضح سمجھا جاتا تھا۔

۱۔ وہابی کا لفظ کس کی طرف منسوب ہے؟ اور یہ کہ شیخ محمد بن عبدالوہاب کی طرف منسوب ہے

تو یہ جاننا ضروری ہے کہ کیا شیخؒ واقعی اہل السنۃ والجماعۃ سے مختلف کسی نئے فرقے کے بانی تھے؟ بصورت ثانیہ وہ کس مسلک کے تھے اور کس امام کے مقلد تھے

۲۔ کوئی کام شد رحال سے ہو یا بدون شد رحال کے (جس کے لئے سفر نہ کرنا پڑے) کیا اس میں کوئی مطلق شرک بھی ہو سکتا ہے یا شرک ہمیشہ شرک ہے شد رحال سے ہو یا بدون شد رحال کے۔ اگر کسی قبر کی زیارت بدون شد رحال جائز ہے تو شد رحال سے یہ عمل شریعت کے کون سے اصول کے تحت ممنوع ٹھہرایا جا سکتا ہے اسے واضح کیجئے۔

۳۔ اگر کچھ لوگ شد رحال سے حضورؐ کی قبر شریف کی زیارت کے لئے آئیں تو کیا اس سے صرف ایک حدیث لا تشد الرحال الا الی ثلثۃ مساجد کا خلاف لازم آئے گا یا اس سے اسلام کا کوئی قطعی اصول ٹوٹتا ہے؟ بصورت اول یہ حدیث خبر واحد متعدد جیسی ہے؟ یا ثبوت میں کسی قطعی وجہ کو پہنچی ہے کہ اس کا اثر عقیدے پر پڑنے کا خطرہ پیدا ہو گیا ہے۔

۵۔ جن احادیث میں حج کے بعد یا حج سے پہلے حضورؐ کی قبر مبارک کی زیارت کے لئے جانے کی ترغیب ہے ان پر یا ان میں سے کسی پر جن محدثین نے جرح کی ہے کیا ان میں سے کسی محدث یا فقیہ نے ان پر مطلق شرک کا بھی گمان کیا ہے یا انہیں صرف ثبوتاً ضعیف کہا ہے؟

۶۔ شرک لازم آنے کے لئے اسلام میں کیا کسی زندہ اور مردہ کا فرق بھی کیا گیا ہے مثلاً یہ کہ کسی زندہ کی زیارت کے لئے سفر کرنا تو جائز ہو اور فوت شدہ کی قبر کی زیارت میں شرک کا گمان ہو اس میں زندہ اور فوت شدہ میں فرق کی کیا کوئی وجہ ہو سکتی ہے؟

۷۔ حضور ﷺ کی زندگی میں جو لوگ آپ کی زیارت کے لئے سفر کر کے آتے کیا ان کا یہ سفر از روئے شریعت درست تھا تو اب کون سا شرعی تقاضا ہو سکتا ہے کہ وہی سفر اب آپ کی قبر کی زیارت کے لئے ناجائز ٹھہرے؟

۸۔ گناہوں کو بخشنا صرف اللہ رب العزت کے ہاتھ میں ہے یہ اسلام کا ایک قطعی عقیدہ ہے اب اگر کوئی شخص حضورؐ کے پاس اس لئے آئے کہ آپ اس کے لئے اللہ تعالیٰ سے گناہوں کی مغفرت کی

درخواست کریں تو اس کے اس کام کے لئے آنے میں کیا کوئی شرک کا گمان ہے؟

۹۔ کیا صحابہ کرامؓ یا امہات المومنینؓ نے حضور ﷺ کی وفات کے بعد قصداً کبھی آپ کی قبر مبارک پر حاضری دی؟ اور کیا کسی دوسرے صحابیؓ نے اس پر کوئی اعتراض کیا؟ اس پر کوئی حوالہ ہو تو لکھ دیجئے۔

۱۰۔ کیا حضور اکرمؐ نے قبروں کی زیارت کا بھی کہیں حکم دیا ہے؟ بصورت ثبوت کیا اس پر عمل کرنے کے لئے شد رحال (سفر کرنا) کیا جا سکتا ہے؟ کیا کہیں حکم زیارت میں یہ قید مذکور ہے کہ اس کے لئے شد رحال کی اجازت نہیں؟ اب اگر حضورؐ کی قبر مبارک کی اس طرح زیارت کی اجازت نہ ہو تو کیا اس کے لئے کوئی دلیل استثناء کتب حدیث میں مل سکتی ہے؟

۱۱۔ صرف تین مسجدوں کے لئے سفر کے جانا جائز ہے اور کسی مسجد کے لئے بالقصد سفر کی اجازت نہیں اس کی شرعی وجہ کیا ہو سکتی ہے؟ اگر وہ وجہ حضورؐ کے روضہ مبارکہ کی زیارت میں نہ پائی جائے تو اس رفع علت سے روضہ مبارکہ کی زیارت کے لئے شد رحال کیسے ممکن ہو سکتا ہے؟ اس صورت میں اس کی شرعی دلیل کیا ہوگی؟

۱۲۔ اسلام کی پہلی چھ صدیوں میں کیا کسی معروف عالم دین، محدث، مفسر یا فقیہ نے حضورؐ کے روضہ کی زیارت کی نیت سے شد رحال سے منع کیا ہے؟ کیا اس میں ان ادوار میں کبھی احناف، شوافع، موالک اور حنابلہ میں اس موضوع پر کوئی اختلاف ہوا؟

اب ہم ان تنقیحات کا ترتیب وار جواب دیتے ہیں حق تو یہ تھا کہ یہ بارہ سوالات خود سائلین سے پوچھے جاتے لیکن سائلین کے ان سوالات پر جو المہند میں مذکور ہوئے ایک صدی ہو رہی ہے اور ان سوالات کے اجمالی جوابات بھی ہو چکے سو نامناسب نہ ہوگا کہ ہم خود ہی ان کے کچھ جوابات دیں تا کہ المہند میں کئے گئے سوالات اور نکھر کر سامنے آجائیں۔ پھر ان جوابات میں جو حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری نے دیئے اور ان پر تقریباً سب اکابر علمائے دیوبند نے تصدیقات لکھیں۔ ہمارے قارئین پوری تسلی پا سکیں گے۔ واللہ ھو الموفق لما یحبہ و یرضی بہ۔

۳۔ ان دنوں اکثر اسفار شد رحال سے ہی کئے جاتے ہیں ہوائی جہازوں کو دیکھو، بحری جہازوں کو

دیکھو، ریلوے کے مسافروں کے سفر پر نظر کر دیا بسوں اور کاروں میں جانے لوگوں کا جائزہ لو، یہ تمام سفر شد رحال سے ہی کئے جا رہے ہیں اور کوئی انہیں ناجائز نہیں کہتا پھر جو سفر ثواب کی نیت سے کئے جاتے ہیں جیسے کہیں جہاد کے لئے جانا یا طلب علم کے لئے کسی مدرسہ میں داخلہ لینے جانا یا کسی زلزلہ واقع ہونے کی جگہ پر متاثرین کی امداد کے لئے شد رحال کرنا ائمہ اربعہ کے پیروؤں میں سے کسی کے ہاں بھی ناجائز نہیں ٹھہرایا گیا اور اس پر پوری امت کا اجماع ہے کہ تجارت کے اسفار ہوں رحلۃ الشتاء ہوں یا رحلۃ الصیف کبھی کسی کے ہاں ان کے لئے شد رحال گناہ شمار نہیں کیا گیا تو معلوم نہیں کہ حضور سرور کائنات ﷺ کی قبر کی زیارت کے لئے شد رحال میں شریعت کا کون سا اصول ٹوٹتا نظر آتا ہے؟ سو یہ بات بلاشبہ صحیح ہے کہ کسی کام کے لئے جانے اور شد رحال سے سفر کرنے میں شرعاً کوئی اصول شریعت خطرے میں نہیں آتا اور ان میں سے کسی میں معاذ شرک نہیں ہے شرک کے فیصلے کبھی فاصلوں سے نہیں کئے جاتے کہ کوئی سو میل سفر کرے تو شرک ہو جائے اور نوے میل سفر کرے تو یہ شرک نہ ہوگا۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ جب بھی کسی سفر سے آتے تو سیدھے روضۂ رسول پر آتے۔ یہ کسی روایت میں نہیں ملتا کہ آپ نے پہلے کبھی تحیۃ المسجد کی نماز ادا کی ہو جس میں گمان ٹھہرے کہ شاید آپ نے زیارت مسجد کی نیت کی ہو اور پھر قبر مبارک پر حاضر ہوئے ہوں ہم اس وقت حدیث کی دو قدیم ترین کتابوں سے اس پر حوالہ پیش کرتے ہیں حضرت امام محمد (۱۸۹ھ) کہتے ہیں۔

اخبرنا مالک اخبرنا عبداللہ بن دینار ان ابن عمر کان اذا اراد سفراً او قدم من سفر جاء قبر النبی ﷺ فصلی علیہ و دعا ثم انصرف قال محمد ھکذا ینبغی ان یفعلہ اذا قدم المدینۃ یاتی قبر النبی ﷺ (مؤطا امام محمد ص ۳۹۶)

امام ابوحنیفہ کے ایک دوسرے شاگرد محدث عبدالرزاق (۲۱۱ھ) لکھتے ہیں:۔

عن معمر عن ایوب عن نافع قال کان ابن عمر اذا قدم من سفر اتی قبر النبی ﷺ فقال السلام علیک یا رسول اللہ السلام علیک یا ابا بکر السلام علیک

یا اجتناہ (المصنف جلد ۳ ص ۵۷۲)

اس سے پتہ چلتا ہے کہ سفر کر کے آپ کی قبر مبارک پر آنا اور آپ پر صلوٰۃ وسلام پڑھنے کے ارادہ سے
یہاں آنا جائز کوئی امر ممنوع نہیں ہے یہ سمجھنا کہ یہ سفر اگر شد رحال سے ہو تو ممنوع ہے اور بدون
شد رحال ہو تو ممنوع نہیں۔ اس کے پیچھے کوئی اصل شرعی موجود نہیں جب مرد و زن کے سفر
بدون نیت زیارت مسجد حرام جائز ہو سکتے ہیں اور

مختلف دینی مدارس کی طرف شد رحال سے سفر کئے جاتے ہیں تلاش رزق میں انسان جگہ جگہ
شد رحال کر سکتا ہے تو حضور اکرم کی قبر شریف کی زیارت کے لئے شد رحال کس دلیل سے
ممنوع ٹھہرے ہمیں وہ دلیل معلوم کرنی چاہئے جو کہ صرف زیارت قبر شریف کو ممنوع ٹھہراتی ہو۔
۳۔ حدیث منع شد رحال یہ ہے جس کے ہوتے ہوئے مسلمان دیگر ضرورتوں کے لئے ہر وقت سفر کے
لئے بھی شد رحال کرتے ہیں اور انہیں اس حدیث کے حوالے سے کبھی روکا نہ گیا۔ حضرت ابوسعید
الخدری (۷۴ھ) کہتے ہیں کہ حضور نے فرمایا۔

لا تشد الرحال الا الی ثلثة مساجد (۱) مسجد الحرام
(۲) والمسجد الاقصی (۳) ومسجدی (صحیح بخاری جلد ۱ ص ۱۵۹)

(ترجمہ) شد رحال سے سفر نہ کیا جائے مگر ان تین مسجدوں کی طرف مسجد حرام، مسجد اقصیٰ اور میری مسجد
شریعت کی رو سے صرف تین مسجدیں ہیں جن میں نماز پڑھنے کا ثواب عام مساجد میں نماز پڑھنے
سے کئی گنا زیادہ ہے۔ ان تین مسجدوں کے سوا اور کل مسجدیں ثواب میں برابر ہیں اب جو شخص کسی بھی
اور مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے جائے تو اس کا ثواب اتنا ہی ملے گا جتنا اسے دوسری مساجد میں نماز
پڑھنے سے ملتا ہے تو اب اس کا یہ سفر اس پر خرچ کرنا بالکل فضول ٹھہرتا ہے اپنے اوقات کو اس
مفت کی محنت سے بچانے کے لئے حضور ﷺ نے کسی اور مسجد کی طرف کسی مزید ثواب کے لئے
شد رحال کرنے سے منع فرمایا۔ دنیا کے کسی خطے میں کوئی مسجد ہے اس میں نماز پڑھنے کا ثواب اس
اتنا ہی ہے جتنا کسی بھی مسجد میں نماز پڑھنے کا ہو سکتا ہے صرف تین مسجدیں ہیں جن میں مزید ثواب کا

اس کے کہ شد رحال میں اخراجات زیادہ ہو جاتے ہیں۔

حافظ ابن عساکر (۵۷۱ھ) نے حضرت بلالؓ کا حضور کی قبر کی زیارت کے لئے آنا ذکر کیا ہے امام محمد نے حضرت ابن عمرؓ کا آنا روایت کیا ہے امام احمد نے حضرت ابوایوب انصاری کا آپ کی قبر پر آنا روایت کیا ہے قاضی عیاض نے حضرت انس کا آپ کی قبر پر حاضر ہونا روایت کیا ہے حافظ بزار نے حضرت عمر کا آپ کے روضے پر آنا بیان کیا ہے اور دارقطنی نے حضرت علی کا وہاں حاضری دینا نقل کیا ہے۔ کیا یہ حضرات آپ کے روضہ پر زیارت کا قصد کئے بغیر ہی حاضری دیتے تھے۔

آنحضرت ﷺ کے اس حکم صریح کے ہوتے ہوئے کوئی شخص کسی کو حضور کی قبر مبارک پر حاضری دینے سے نہیں روک سکتا۔ حضرت بریدہ کہتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا:۔

کنت نھیتکم عن زیارۃ القبور فزوروھا (صحیح مسلم جلد ۱ ص ۳۱۴ مسند احمد ج ۳ ص ۲۳۸ مشکوۃ ص ۵۴)

(ترجمہ) میں تمہیں پہلے قبروں کی زیارت کے لئے جانے سے روکا کرتا تھا اب نہیں ۔ جو تم ان کی زیارت کے لئے جاؤ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود بھی کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا اور زیارت قبور کا عام حکم دیا کوئی پیدل جائے یا اونٹ پر سوار ہو کر آئے جس طرح چاہے جائے۔ (رواہ ابن ماجہ)

حضورؐ کے اس حکم کے ہوتے ہوئے کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ کسی مومن کو حضور کی قبر کی زیارت کے لئے مدینہ منورہ حاضر ہونے سے روکے۔

حدیث لا تشد الرحال الا الی ثلثة مساجد خبر واحد ہے یہ تواتر کو نہیں پہنچی سو اس کے حوالے سے اسلام کے کسی قطعی فیصلے کو نہیں روکا جا سکتا۔

اسلام کا ایک اصولی مسئلہ

اسلام کا یہ ایک اصولی مسئلہ ہے کہ شریعت محمدی میں نماز کسی پاک جگہ پر بھی مالک زمین کی اجازت سے پڑھی جا سکتی ہے (رقبہ مغصوبہ میں نماز پڑھنے کی اجازت نہیں)

اس پہلو سے پوری زمین سجدہ گاہ ہے پھر اس زمین پر جو جگہیں مسجد کے لئے وقف ہوتیں۔ وہاں نماز پڑھنے پر وہ ثواب مذکور ہے جو مسجد میں نماز پڑھنے کا ہے اس اعتبار سے روئے کائنات کی تمام مسجدیں برابر ہیں سوائے تین مسجدوں کے۔ ان تین مساجد میں نماز پڑھنے کی فضیلت کئی گنا ہے اس فضیلت کو پانے کے لئے صرف انہی تین مسجدوں کی طرف شد رحال کیا جا سکتا ہے اس ثواب کی خاطر دنیا کی اور کسی مسجد کی طرف شد رحال نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اسلام میں کسی اور مسجد میں نماز کے اس ثواب کا خاص وعدہ نہیں ہے۔

سوال حدیث منع شد رحال کی رو سے کسی کو کسی مسلمان کی قبر کی زیارت کے لئے جانے کے عام اسلامی اذن کو رد کیا نہیں جا سکتا۔

خدا سے بخشش مانگنے کے لئے حضور کی خدمت میں حاضری

گناہوں سے معافی مانگنے کا تعلق بندے اور خدا کے مابین ہے وہی جانتا ہے کہ کوئی کس اخلاص اور کس نیت سے اپنے گناہوں کی معافی چاہتا ہے اس کے لئے بندے کا زیادہ سے زیادہ اخلاص اور چاہیے لیکن اس کے لئے بھی حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں آنے کو بڑی فضیلت دی گئی ہے۔ وہ کس لئے؟ وہ اس لئے نہیں کہ آپ لوگوں کے گناہ معاف کریں جیسا کہ قرون وسطیٰ میں عیسائی پادری اپنے پاس آنے والے گناہگاروں کے گناہ معاف کرتے رہے۔ اسلام میں اس کا ہرگز کوئی تصور نہیں بلکہ یہ صورت عمل صرف اس لئے تجویز کی گئی کہ خود حضور ﷺ اپنے اس امتی کے لئے اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی درخواست کریں اس پر اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے تواب و رحیم ہونے کی بشارت دی ہے۔ اگر اس میں کوئی شرک کا احتمال ہوتا تو قرآن کریم میں اس عمل پر یہ بشارت نہ ملتی۔

ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاؤك فاستغفروا الله واستغفرلهم الرسول لوجدوا الله توابا رحيما (پ ۵ النساء ۶۴)

(ترجمہ) اور اگر وہ لوگ جنہوں نے خود اپنے پر ظلم کیا (گناہ کمائے) آپ کے پاس آتے اور اللہ تعالیٰ سے معافی چاہتے اور رسول بھی ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے معافی چاہتے تو وہ اللہ تعالیٰ کو معاف

فضل الصلوۃ فی مسجد مکہ والمدینۃ۔
پھر باب مسجد بیت المقدس میں یہ چار حدیثیں اکٹھی بیان کی ہیں۔

۱۔ لا تسافر المرأۃ یومین الا و معھا زوجھا او ذو محرم

۲۔ لاصوم فی یومین (۱) الفطر (۲) والاضحی

۳۔ لاصلوۃ بعد صلوتین بعد الصبح و بعد العصر

۴۔ لا تشد الرحال الا الی ثلثۃ مساجد (صحیح بخاری جلد ۱ ص ۱۵۸، ۱۵۹)

یہ سب فقہ کے مسائل ہیں عقیدہ نہیں اور شرک و بدعت کا یہاں کوئی بیان نہیں تیسری صدی تک اس حدیث کا یہی موضوع سمجھا گیا ہے اب چوتھی صدی میں آئیے حافظ ابو جعفر طحاوی (۳۲۱ھ) لکھتے ہیں۔

فعقلنا بذالک ان الرحال لا تشد الا الی ھذہ الثلثۃ المساجد دون ما سواھا من المساجد فاصبحنا ان نعلم فضل الصلوات فیھا علی الصلوات فی غیرھا من المساجد (شرح مشکل الآثار جلد ۲ ص ۶۰)
(ترجمہ) ہم اس سے یہ سمجھتے ہیں کہ شد رحال ان تین مسجدوں کے سوا اور کسی مسجد کی طرف نہ کیا جائے ہم نے یہ جانے کی ضرورت سمجھی کہ ان تین مسجدوں میں نماز پڑھنا دوسری مساجد میں نماز پڑھنے کی نسبت کہیں زیادہ ہے۔
پانچویں صدی کے امام الحرمین (۴۷۸ھ) کی رائے بھی لے لیں اس میں آپ کو ساتویں صدی کی شہادت بھی مل جائے گی۔ امام نووی (۶۷۶ھ) لکھتے ہیں۔

والصحیح عند اصحابنا و ھو الذی اختارہ امام الحرمین و المحققون انہ لا یحرم ولا یکرہ قالوا والمراد ان الفضیلۃ التامۃ انما ھی فی شد الرحال الی ھذہ الثلثۃ خاصۃ (شرح صحیح مسلم جلد ۱ ص ۴۴۳)
(ترجمہ) ہمارے اصحاب کے ہاں صحیح یہی ہے اور اسے ہی امام الحرمین نے اور دوسرے محققین نے یہی مختار قرار دیا ہے کہ دوسری فضیلت کی جگہوں کی طرف شد رحال سے سفر کرنا ہرگز حرام اور مکروہ نہیں

ہے اس حدیث میں صرف فضیلت کا ہی بیان ہے کہ وہ صرف ان تین مسجدوں کی طرف شد رحال سے ہی ہو سکتی ہے۔

امام غزالیؒ (۵۰۵ھ) لکھتے ہیں۔

ذهب بعض العلماء الى الاستدلال به على المنع من الرحلة لزيارة المشاهد وقبور العلماء والصالحين وما تبين لي ان الامر كذلك بل الزيارة مأمور بها لخبر كنت نهيتكم عن زيارة القبور فزوروها والحديث انما ورد نهياً عن الشد لغير الثلاثة من المساجد لتماثلها (احياء العلوم الدين جلد ۱ ص مرقات جلد ۲ ص ۱۹۰ ، حاشيه جامع ترمذي جلد ۱ ص ۴۳)

(ترجمہ) بعض علماء نے اس حدیث سے دلیل لی ہے کہ مقامات متبرکہ اور علماء و صلحاء کی قبروں پر جانے کو منع کیا ہے اور یہ چیز مجھ پر نہیں کھلی کہ بات اس طرح ہو بلکہ زیارت قبور کا تو اس حدیث کی رو سے حکم ہے آپ نے فرمایا میں تمہیں قبروں پر جانے سے روکا کرتا تھا لیکن اب تمہیں اجازت ہے تم قبروں کی زیارت کے لئے جایا کرو حدیث شد رحال مساجد کے باب میں آئی ہے مشاہد کا حکم اس میں نہیں ہاں تمام مسجدیں ان تین مسجدوں کے سوا ایک سی ہیں۔ (جلد ا ص ۲۹۸)

علامہ بدر الدین العینیؒ (۸۵۵ھ) بھی لکھتے ہیں۔

فيه فضيلة هذه المساجد ومزيتها على غيرها لكونها مساجد الانبياء عليهم الصلوة والسلام لان المسجد الحرام قبلة الناس واليه حجهم ومسجد الرسول اسس على التقوى والمسجد الاقصى كان قبلة الامم السالفة وفيه ان الرحال لا تشد الى غير هذه الثلاثة لكن اختلفوا على اي وجه فقال النووي معناه لا فضيلة في شد الرحال الى مسجد ما غير هذه الثلاثة ونقله عن جمهور العلماء (عمدة القاري جلد ۷ ص ۲۵۳)

(ترجمہ)

اس حدیث میں ان تین مساجد کی دوسری مسجدوں پر فضیلت اور عزت کا بیان ہے کیونکہ یہ تین پیغمبروں کی مسجدیں رہی ہیں مسجد حرام جو اب تک لوگوں کے لئے قبلہ عبادت ہے اور اسی طرف وہ حج کے لئے جاتے ہیں اور مسجد نبوی کی فضیلت یہ ہے کہ اس کی اساس تقویٰ پر رکھی گئی ہے اور مسجد اقصیٰ پہلی امتوں کا قبلہ رہی ہے اس حدیث کی رو سے ان تین مسجدوں کے سوا کسی اور طرف شد رحال نہ کیا جائے۔ تاہم اس حدیث میں علماء کا اختلاف رہا ہے امام نووی نے کہا کہ ان تین مسجدوں کے سوا اور کسی مسجد کی طرف فضیلت ثواب کے لئے سفر نہ کیا جائے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی (۸۵۲ھ) بھی لکھتے ہیں۔

و فیہ ان النھی عن شد الرحال لغیر المساجد الثلثۃ لیس علی التحریم لکون النبی صلی اللہ علیہ وسلم (فتح الباری جلد ۶ ص ۸۴)

(ترجمہ) ان تین مسجدوں کے سوا کسی اور طرف شد رحال کی نہی حرمت کے درجہ میں نہیں ہے کیونکہ نبی کریم نے اور کئی طرف شد رحال سے سفر کئے ہیں۔

کیا آیت مذکور بالا کا حکم اب بھی باقی ہے؟

سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا آیت ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاؤک کا حکم حضور کے ظاہری پردہ چلے جانے سے منسوخ ہو گیا یا اب بھی اس آیت کا حکم باقی ہے اور اب بھی حضور کے روضہ پر حاضری حضور کی خدمت میں حاضری ہے اور حضور آپ ان گنہگار امتیوں کے لئے اس عالم برزخ میں بھی دعائے مغفرت فرماتے ہیں؟

الجواب

حضرت علیؓ فرماتے ہیں حضور اکرم ﷺ کی وفات کو ابھی تین دن ہی گزرے تھے کہ ایک اعرابی قریطم سے چل کر آپ کی قبر پر حاضر ہوا اور وہاں سے مٹی لے کر اپنے سر پر ڈالی اور حضور کی خدمت میں گزارش کی۔

کان فیما انزل اللہ ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاؤک الایۃ و قد ظلمت

نفسی و جئت استغفر الله ذنبی و استغفرلی من ربی (البحر المحیط جلد ۳
ص ۲۸۳ تفسیر نسفی جلد ا ص ۲۳۲م)

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ نے دو آیات اتاریں ان میں یہ بھی ہے کہ لوگ جب اپنی جانوں پر زیادتی کریں (گناہ کرلیں) تو تیرے پاس آئیں اور میں نے اپنے اوپر بہت زیادتی کی ہے اور میں آپ کے پاس آیا ہوں خدا سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہوئے آپ بھی میرے رب سے میرے لئے میرے گناہوں کی معافی مانگیں۔

حضرت علی مرتضیٰ فرماتے ہیں۔

فنودی من القبر انه قد غفرلک

(ترجمہ) قبر سے آواز آئی تیری بخشش ہوگئی ہے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی (۱۰۵۲ھ) نے بھی اسے جذب القلوب الی دیار محبوب میں نقل کیا ہے۔

اس سے پتہ چلا کہ اب بھی اس آیت کا حکم باقی ہے اور حضور کی قبر مبارک پر حاضری حضور کی خدمت میں حاضری ہے۔

تفسیر معارف القرآن میں ہے۔

ایک عام قاعدہ نکلا کہ جو شخص رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہو جائے اور آپ اس کے لئے دعا مغفرت کر دیں اس کی مغفرت ضرور ہو جائے گی اور آنحضرت کی خدمت میں حاضری جیسے آپ کی دنیوی حیات میں ہو سکتی تھی اسی طرح آج بھی روضہ اقدس پر حاضری اسی حکم میں ہے۔ (تفسیر معارف القرآن جلد ۲ ص ۴۵۹)

حضور اکرمؐ کے روضہ پر حاضر ہونے کی احادیث

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا۔

من زار قبری وجبت له شفاعتی (سنن دار قطنی)

اس حدیث کو ابوعلی بن السکن (۳۵۳ھ) نے کتاب السنن الصحاح میں روایت کیا ہے اور اس کی تصحیح کی ہے محدث عبدالحق نے اسے الاحکام میں روایت کرکے اس پر سکوت کیا ہے اور اس پر کوئی جرح نہیں کی اور شیخ تقی الدین السبکی نے اس کے طرق متعددہ پر اسے قبول کیا ہے (دیکھئے نیل الاوطار جلد ۴ ص ۳۲۵ھ)۔

اس کی سند میں کوئی ایسا راوی نہیں جس کے ترک پر سب محدثین متفق ہوں۔
حافظ ابن حجر نے التلخیص میں اس کے چند طرق کی جو تضعیف کی ہے وہ نافع سے نیچے عبیداللہ بن عمر تسلیم کرنے کی وجہ سے ہے حالانکہ وہ راوی عبداللہ بن عمر نہیں عبیداللہ بن عمر ہے اور وہ ثقہ ہے اس پر صاحب علاء السنن لکھتے ہیں ۔ فالحدیث حسن صحیح جلد ۱۰ ص ۳۴۹۔ انہوں نے حافظ کی تضعیف کو قبول نہیں کیا۔

۲۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں حضورؐ نے فرمایا۔

من جاء نی زائراً لا یہمہ الا زیارتی کان حقاً علی ان اکون لہ شفیعاً (رواہ الطبرانی وصححہ ابن السکن قالہ العراقی فی تخریج الاحیاء جلد ۴ ص ۲۶۶)
(ترجمہ)

۳۔ عن حاطبؓ قال قال رسول اللہ ﷺ من زارنی بعد موتی فکانما زارنی فی حیاتی ومن مات باحد الحرمین بعث من الآمنین یوم القیمۃ (رواہ الدارقطنی وجوّد الذہبی اسنادہ کمافی وفاء الوفاء للسمہودی جلد ۴ ص ۱۳۹۳-۱۳۹۴
(ترجمہ)

۴۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں میں نے حضور اکرم ﷺ کو فرماتے سنا

من زار قبری او قال من زارنی کنت لہ شفیعاً او شہیداً ومن مات فی احد الحرمین بعثہ اللہ فی الآمنین یوم القیمۃ (رواہ ابوداؤد الطیالسی)

(ترجمہ)

حضرت عمرؓ نے جب بیت المقدس فتح کیا اور آپ کے پاس کعب الاحبار آئے اور اسلام لائے تو آپ نے انہیں کہا

هل لك ان تسير معي الى المدينة و تزور قبر النبي بزيارة

(ترجمہ)

انہوں نے ہاں کی اور آپ کے ساتھ ہی وہ مدینہ چلے آئے اور آپ کے ساتھ مسجد تک روضہ پر حاضر ہوئے۔ (فتوح الشام وفاء الوفاء ج ۲ ص ۴۰۹)

پتہ چلا کہ آپ کی خدمت میں حاضری آپ کی وفات کے بعد بھی اسی طرح ہے جیسا کہ آپ کے حیات آپ کے پاس لوگ آتے تھے۔ فرق صرف یہ ہے کہ اس طرح آپ کے پاس حاضری دینے والا صحابی نہ سمجھا جائے گا صحابی وہی ہے جس نے بحالت ایمان حضور ﷺ کو آپ کی دنیوی زندگی میں دیکھا اور پھر اس نے اپنے اسی ایمان پر وفات پائی۔ (جلد ۱۰ ص ۲۹۹)

خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیز شام سے مدینہ منورہ قاصد بھیجتے کہ وہ آپ کی طرف سے حضور کے روضہ پر سلام عرض کرے۔ علامہ ... لکھتے ہیں:۔

قد استفاض ذلك عن عمر بن عبد العزيز و ذلك في زمن صدر ان بعيي

(وفاء الوفاء، ج ۲ ص ۴۰۹)

یہ خبر مستفیض بتلاتی ہے کہ اس وقت تک آپ کے روضہ پر حاضری دینا اور آپ پر صلوۃ وسلام پڑھنا کسی کے ہاں ممنوع نہ ہوا تھا۔

۵۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ آنحضرت ﷺ سے روایت کرتے ہیں آپ کہتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا۔

من زار قبري بعد موتي كان كمن زارني في حياتي (رواه الطبراني في الكبير والاوسط قال الهيثمي فيه عائشه بنت يونس لم احد من ترجمها

کشف فی وفاء الوفاء، ۴ ص ۱۳۹۹)

(ترجمہ)

اس کی سند میں ایک راوی ہاشم بن یونس ہے جس کا تذکرہ کتب رجال میں نہیں ملا مگر یہ بھی مجہول کے
حکم میں نہیں مستور کے حکم میں ہے۔ ناقد رجال حافظ ذہبی لکھتے ہیں کہ جن کوئی روایت نہیں ملی جو
اس راوی میں جرح کی قرار دی گئی ہو انا حسن یعنی ثقات اور مستورات۔
لیث بن ابی سلیم تو رواۃ مسلم شریف کا راوی اور ترمذی نے اس کی اسانید کو حسن کہا ہے۔ تاہم یہ حسن
جید الاسناد ہے۔ (اعلاء السنن جلد ۵ ص ۴۹۹)
اس موضوع کی احادیث اس کثرت سے وارد ہیں کہ ان روایات کو کسی طرح انکار نہیں کیا جا سکتا۔
پھر جب ان روایات پر صحابہ و تابعین اور اکابر علماء دین کا عمل تاریخ اسلام میں تواتر کو پہنچ رہا ہے تو کیا
اب بھی ان روایات کے وجود میں کسی عاقل اور منصف مزاج کو کسی طرح کا کوئی تامل رہ سکتا ہے ہو سکتا
ہے؟ ہرگز نہیں پھر یہ بھی حقیقت ہے کہ اسلام کی چودہ سو سالہ صدیوں میں کسی معتبر عالم، بزرگ، ولی،
مفسر، محدث، فقیہ یا متکلم نے حضور اکرم ﷺ کی قبر پر حاضری میں کبھی کوئی شرک محسوس نہیں کیا
نہ تاریخی وثائق میں کسی واقعہ کے ہوتے اور نہ ہونے میں کبھی کوئی شرک کا شائبہ محسوس کیا گیا ہے کہ
پہلے تو یہ شرک نہیں تھا اور اب یہ عمل کیسے شرک ہو سکتا ہے۔
۲۔ شرک ہونے یا نہ ہونے میں اسلام میں کہیں زندہ اور مردہ کا فرق تسلیم نہیں کیا گیا کہ کسی زندہ کے
پاس جانا تو شرک نہ ہو اور کسی فوت شدہ کی قبر پر جانا اور السلام علیکم یا اہل القبور وغیرہ جیسے الفاظ
کہنا شرک سمجھا گیا ہے جو شرک ہے وہ ہمیشہ کے لئے شرک ہے اور ہر حال میں شرک ہے حالات کے
فرق سے نہ شرک کا حکم بدلتا ہے نہ بدل سکتا ہے اس کی حقیقت ہمیشہ ایک رہتی ہے۔ جس طرح کسی قبر پر
سجدہ تعظیمی حرام ہے کسی زندہ انسان کو تعظیماً سجدہ کرنا بھی حرام ہے۔
مرزا غلام احمد قادیانی جب خود حیات مسیح کا قائل تھا تو اس وقت یہ عقیدہ کفریہ تھا لیکن اب جب کہ یہ
بقول خویش ان کے بارش کی طرح وحی آئی کہ حضرت عیسیٰ فوت ہو گئے ہیں تو اب اس نے عقیدہ

ثوبی و اقول انما ھو زوجی وابی فلما دفن عمر معھم فواللہ مادخلتہ الا و انا مشدودۃ علی ثیابی حیاءً من عمرؓ (مسند امام احمد جلد ص مشکوۃ ص ۱۵۴)

(ترجمہ)

حضرت عائشہ نے اپنے حجرہ کے بارے میں یہ نہیں کہا یہ قبر رسول اللہ کہ اس میں حضورؐ کی قبر ہے بلکہ یہ کہا یہ رسول اللہ ﷺ اس میں مستور ہیں اس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ حضورؐ کو وہاں ایسی برزخی حیات میں سمجھتی تھیں جو ایک پہلو سے یہاں کے دنیوی احساس سے مربوط ہو حضرت عمر کے وہاں دفن ہونے کے بعد آپ وہاں پردے سے جائیں ظاہر ہے کہ ہم اس کے بعد مولانا احمد رضا خاں کی اس بات سے کیسے اتفاق کیا جا سکتا ہے کہ امہات المومنین آپ کی قبر مبارک پر پیش کی جاتی ہیں استغفراللہ العظیم۔ تاہم اس حدیث سے یہ ضرور ثابت ہوتا ہے کہ حضورؐ کی قبر مبارک پر زیارت کے لئے حاضر ہونا ہرگز کوئی شرک سے آلودہ عمل نہیں ہے بلکہ یہ ایک بڑی سعادت ہے جو کسی خوش نصیب کی ہی برات ہو سکتی ہے۔

اگر حضور اکرمؐ کی قبر پر زیارت کے لئے حاضر ہونا ممنوع ہوتا تو حضورؐ والدین کی قبر پر حاضری پر مغفرت کی بشارت نہ فرماتے۔ آپ نے فرمایا۔

من زار قبرابویہ او احدھما فی کل جمعۃ غفرلہ و کتب براً (رواہ البیھقی فی شعب الایمان مرسلاً)

(ترجمہ) اب آپ ہی سوچیں کیا حضور اکرمؐ ہر امتی کے روحانی والد نہیں ہیں اور آپ کی بیویاں کیا کل مومنین کی مائیں نہیں ہیں۔ اور اس حدیث کی رو سے آپ کی قبر پر آنا کیا اللہ کے حضور مغفرت کا سبب نہیں ہے۔

یہی نہیں بلکہ آنحضرت ﷺ نے زیارت قبور کا واضح الفاظ میں حکم دیا ہے۔

کنت نھیتکم عن زیارۃ القبور فزوروھا (سنن ابن ماجہ)

(ترجمہ)

اگر شدِ رحال کے بغیر قبروں پر حاضر ہونا کوئی گناہ کی بات نہیں تو اس کام کے لئے سفر کرنا کیسے ممنوع ہو سکتا ہے سفر سفر ہے جو کسی بھی جائز کام کے لئے کیا جا سکتا ہے۔

۱۰۔ زیارت قبور کی احادیث میں کسی میں یہ قید نہیں ملتی کہ شدِ رحال سے قبروں پر حاضری کی اجازت نہیں، اجازت عام ہے اس میں ایسی کوئی قید نہیں جس حدیث میں تین مسجدوں کے لئے شدِ رحال کی اجازت ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی اور مسجد کے لئے اس اعتقاد سے سفر نہ کیا جائے کہ اس میں نماز کا ثواب زیادہ ہوگا یہ اعتقاد صرف ان تین مسجدوں کے لئے ہی کیا جا سکتا ہے ان کے بعد اور ساری مسجدیں برابر ہیں۔ پھر بھی یہ کسی تحریم کے درجے میں نہیں ہے۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضورؐ کے بعد کوئی نبی پیدا نہ ہونا ایک قطعی حقیقت ہے ورنہ اس کی مسجد بھی اس فضیلت میں کسی درجہ کا استثنا ضرور پاتی مسئلے سے مذکور نہ ہوتا اسے جس مسئلے سے ہی طے کیا جاتا ہے کہ پوری دنیا کی مسجدوں میں صرف یہی تین مسجدیں ہیں جن کے لئے شدِ رحال کیا جا سکتا ہے۔ اب نہ کوئی نبی ہوگا نہ اس کی مسجد ان تین مسجدوں میں کسی اضافے کا سبب ٹھہرے گی۔

سو اس حدیث سے قبر نبوی کی زیارت کے لئے سفر کر کے آنے والوں کو کسی طرح روکا نہیں جا سکتا۔

۱۱۔ جماعت کے ثواب اور مسجد کے ثواب میں فرق ہے جہاں زیادہ نمازی ہوں وہاں نماز باجماعت کا ثواب زیادہ ہوگا لیکن یہ جماعت کا ثواب محسوب ہوگا مسجد کا ثواب وہی ہے جو دنیا کی تمام مسجدوں کا ہے اللہ تعالیٰ نے ان تین مسجدوں کے سوا کسی اور قطعۂ زمین کو یہ فضیلت نہیں دی کہ وہاں نماز کے لئے جانا کسی زیادہ ثواب کا مستدعی ہو۔

۱۲۔ قرون اولیٰ مشہود لہا بالخیر میں ائمہ اربعہ اہل حق میں اس مسئلے میں کبھی کوئی اختلاف نہیں ہوا اس وقت سے لے کر اس وقت تک سب مجتہدین کرام اس مسئلہ میں متفق چلے آرہے ہیں کہ حج کے بعد جو لوگ مدینہ منورہ اس لئے حاضر ہوتے ہیں کہ حضورؐ کی قبر کی زیارت کریں اور آپ پر صلوٰۃ و سلام عرض کریں یہ عمل ہرگز کسی پہلو سے گناہ یا خلاف اولیٰ نہیں ہے مسجد نبوی میں نماز پڑھنے کا زیادہ ثواب

اسے ویسے ہی مل جائے گا وہ مسجد کے لئے حاضری کی نیت کرے یا نہ۔ تاہم حضور کی قبر مبارک کی زیارت کے لئے مدینہ منورہ آنے میں حضور کی محبت جس طرح نکھرتی ہے کوئی اور عمل اس کی برابری نہیں کر سکتا۔

مومنوں کے شوق و محبت میں جھومتے قافلے جب مدینہ اترتے ہیں تو ان کے تصور میں ان کا اس سے زیادہ روشن عمل اور کوئی نہیں ہوتا کہ اب جتنی جلدی ہو سکے امتی اپنے آقا کے حضور حاضر ہو کر آپ پر صلوٰۃ وسلام عرض کرے۔

۴۔ توسل بالصالحین میں مظنہ شرک نہیں

توسل کا معنی اپنی دعا کی منظوری کے لئے اللہ کے حضور وسیلہ لانا ہے یہ وسیلہ نیک اعمال بھی ہو سکتے ہیں نیک اشخاص بھی۔ ان کا اللہ کے حضور وسیلہ لانا اس کی رحمت کو بندے کے قریب کرنے کے لئے ہے جتنا ان اعمال میں اخلاص ہو اور اجمال ہو گا اسی سرعت سے دعا کرنے والے پر اللہ کی رحمت اترتی ہے اللہ کی طرف اس طرح کا وسیلہ لانا صرف متقین کا ہی نصیب ہے یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو پہلے تقویٰ کا حکم دیا ہے پھر کہا ہے کہ اس کے حضور کوئی پیشکش لا کر اپنا دامن سوال پھیلائیں یہ اللہ کے حضور وسیلہ لانا ہے۔

یا ایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ وابتغوا الیہ الوسیلہ وجاھدوا فی سبیلہ لعلکم تفلحون (پ۶ المائدہ ۳۵)

(ترجمہ) اے ایمان والو! ڈرتے رہو اللہ سے (تقویٰ اختیار کرو) اور ڈھونڈو اس تک وسیلہ اور جہاد کرو اس کی راہ میں تاکہ تمہارا بھلا ہو۔

یہ صرف ایمان والوں کو موقعہ دیا گیا کافر اگلے جہان میں دنیا بھر کے خزانے بھی لائیں اور اللہ کے حضور اپنا فدیہ دینا چاہیں تو وہ ان کی طرف سے قبول نہ کیا جا سکے گا۔

جو لوگ توسل کی حقیقت نہیں سمجھتے انہیں اس راہ میں شرک کی بو آتی ہے ہم اسے یہاں عام فہم الفاظ میں بیان کئے دیتے ہیں اس میں ہرگز کوئی مظنہ شرک نہیں ہے۔

ہر شخص کا جو مرتبہ اللہ کے ہاں ہے اور جس قدر وہ مورد الطاف الٰہیہ ہے اس کے مطابق اس پر رحمت خداوندی متوجہ ہوتی ہے توسل کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اے اللہ تیری جتنی رحمت اس پر ہے اس کی برکت سے میری بھی یہ عرض سن لے۔ اسی طرح ان کے جو اعمال تیری نظر میں پیارے ہیں ان کی قبولیت کا صدقہ میرے بھی ناچیز اعمال کو قبولیت عطا فرما۔

یہ مقبولان بارگاہ الٰہی سے اپنا تعلق کا اظہار ہے

اس کے مختلف پیرائے ہیں مثلاً

ا۔ اے اللہ فلاں بزرگ آپ کا مورد رحمت ہے اور ہم اس سے محبت و اعتقاد رکھتے ہیں پس اس کی اس نسبت سے ہم پر بھی رحمت فرما۔

۲۔ اے اللہ مقبولین سے محبت رکھنے پر آپ کا وعدہ رحمت ہے حدیث میں ہے المرء مع من احب میری ان سے جو محبت ہے وہ تجھے پسند ہے تو اس کے واسطے میں تجھ سے اپنی دعا کی قبولیت مانگتا ہوں۔

اب آپ ہی بتائیں اس میں کون سا نقطہ شرک ہے مانگنے والا جو کچھ بھی مانگ رہا ہے خدا سے مانگ رہا ہے۔

ترجمان القرآن حضرت عبداللہ ابن عباس کہتے ہیں کہ وسیلہ اعمال کا ہوتا ہے۔ تاہم اس میں توسل بالاشخاص کا کوئی انکار نہیں ہے۔

آنحضرت ﷺ نے پہلے دور کے تین شخصوں کا قصہ جو ایک غار میں گھر گئے تھے بیان فرمایا اور بتلایا کہ کس طرح انہوں نے اپنے اپنے نیک عمل کو اللہ کے حضور میں پیش کیا اور غار کے منہ سے گری چٹان ہٹ گئی حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں حضور اکرم ﷺ نے تین آدمیوں کے غار میں گھرنے کا ذکر فرمایا اور کہا ان میں سے ایک شخص نے دوسروں کو ادھر توجہ دلائی اور کہا تھا۔

انظروا اعمالاً عملتموها صالحة لله فادعوا الله تعالى بها لعله يفرجها عنكم
(صحیح مسلم جلد ۲ ص ۳۵۳)

(ترجمہ) اپنے ان اعمال پر توجہ کرو جنہیں تم نے صرف اللہ کے لئے کیا اور اللہ سے ان اعمال کے ذریعے دعا کرو ہوسکتا ہے کہ وہ اس چٹان کو تم سے ہٹا لے۔

پھر کیا ہوا؟ اللہ تعالی نے ان کا اکرام فرمایا اور وہ چٹان غار کے منہ سے ہٹ گئی اس پر امام نووی (۶۷۶ ھ) لکھتے ہیں:۔

وفیہ اثبات کرامات الاولیاء وھو مذھب اہل الحق (شرح صحیح مسلم ج ص ۳۵۴)

توسل بالاعمال سے اللہ کی طرف وسیلہ لے جانے پر پوری امت کا اتفاق ہے پھر اللہ کے حضور کوئی اپنا عمل نہ سہی خود اللہ رب العزت سے اس کی عزت اور عظمت کا صدقہ مانگنا اور اپنی حاجت پیش کرنا یہ نوع وسیلہ بھی خود حضورؐ سے بھی ثابت ہے۔

اسئلک بعزتک التی لا ترام وملکک الذی لا یضام ونورک الذی ملاء ارکان عرشک

صحابہ اللہ تعالی کی اس نظر عنایت کا بھی کبھی واسطہ دے لیتے تھے۔ جو اللہ تعالی کے حضور اس کے مقربین کے شامل حال ہوئی۔

حضرت ابن عباس کے پاس ایک شخص نہایت غمزدہ حالت میں آیا آپ نے اس سے پوچھا ما لی اراک کئیبا حزینا اس نے کہا اے ابن عم رسولؐ کسی کا مجھ پر قرض ہے اور میں اس کے ادا کرنے پر قادر نہیں اس نے اپنی حالت کا اس طرح بہ قسم ذکر کیا اور حضور کی قبر مبارک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا:۔

ولا و حرمۃ صاحب ھذا القبر ما اقدر علیہ (رواہ الطبرانی فی الاوسط)

یہ غیر اللہ کی قسم کھانا نہیں حضور کو اللہ کے ہاں جو عزت حاصل ہے اس کا وسیلہ لایا جارہا ہے اور یہ ایک لطیف پیرایہ میں اللہ ہی کو اپنے حال پر گواہ بنانا ہے۔

توسل بالاشخاص پر بھی ایک نظر کرتے چلیں

اللہ تعالی نے گناہگاروں کو حکم دیا کہ تم حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر اللہ تعالی سے اپنے گناہوں کی معافی مانگو اور حضور بھی اللہ تعالی سے تمہارے لئے گناہوں سے مغفرت مانگیں تو تم اللہ تعالی کو معاف

(اللہ تعالیٰ بارش فرمادے)

یہ توسل بوجہ الحسن کی نہایت واضح صورت سامنے آتی ہے اس پر بھی سب اہل اسلام کا اتفاق ہے
یہاں ایک سوال ابھرتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے آپ حضورؐ سے توسل کیوں نہ کیا؟ اس کی وجہ یہ تھی کہ
حضور اکرمؐ [illegible] کے ساتھ نہ تھے کہ وہ کھلے پیرایہ میں اللہ تعالیٰ سے بارش کی دعا کریں
حضرت عباسؓ پاس تھے جو حضرت عمرؓ کے کہنے سے مجمع عام میں دعا کر سکتے تھے اس پہلو سے عوام پر جو
رقت طاری ہو سکتی تھی وہ وسیلہ غائب کی صورت میں نہ ہو سکتی تھی یہ اس لئے نہ تھا کہ حضرت عمرؓ کے
جہاں بیٹھے والوں سے توسل کرنا ناجائز سمجھتے تھے آپ نے حضرت عباسؓ کو بھی حضورؐ کے رشتے کا
واسطہ دیتے ہوئے اللہ کے حضور کھڑا کیا تھا اور یہ حضور کے واسطے سے ہی اللہ کی رحمت کو اپنی طرف
لا رہے تھے اپنی طرف سے یہ بات گھڑنا کہ اگر فوت شدگان سے توسل جائز ہوتا تو حضرت عمرؓ
حضرت عباسؓ کو وسیلہ میں نہ لاتے ہرگز درست نہیں آپ اس لئے حضرت عباسؓ کو بطور وسیلہ لائے کہ
آپ باآواز بلند دعا فرمائیں۔ اور آپ کا دعا کرنا سب کے سامنے ہو۔

ابوصالح کی روایت میں ہے کہ پھر حضرت عمرؓ نے خود دعا کرنے کے بعد حضرت عباسؓ کو دعا کے لئے
کہا اور آپ نے ان الفاظ سے دعا فرمائی۔

فقال العباس اللهم لم ينزل بلاء الا بذنب ولم يكشف الا بتوبة وقد توجه
بي القوم اليك لمكاني بنبيك وهذه ايدينا اليك بالذنوب ونواصينا بالتوبة
فاسقنا الغيث (عینی شرح صحیح البخاری جلد ۳)

(ترجمہ) اے اللہ کوئی بلا نہیں اترتی مگر کسی گناہ کے سبب اور نہیں اٹھتی مگر توبہ سے اور بے شک مسلمان
میرے واسطہ سے تیری طرف رخ کئے ہوئے ہیں۔ بوجہ اس رشتے کے جو مجھے تیرے نبیؐ سے ہے
اور یہ ہمارے ہاتھ گناہوں سے تیرے حضور اٹھے ہوئے ہیں اور ہماری پیشانیاں توبہ سے ندامت
کر رہی ہیں تو ہمیں بارش سے سیراب کر دے۔

اور حضرت عمر بن حمزہ حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے بسا اوقات

ابوطالب کا حضورؐ کے بارے میں یہ شعر پڑھا جاتا ہے اور میں حضور کے چہرے کی طرف دیکھ رہا ہوتا۔

واابیض یستسقی الغمام بوجہہ ثمال الیتامی عصمة للارامل

(صحیح بخاری جلد ۱ ص ۱۳۷)

(ترجمہ) اور وہ سفید نورانی چہرہ جس کے واسطہ سے (اللہ تعالیٰ سے) بارش طلب کی جائے آپ یتیموں کا اور بیواؤں کا سہارا ہیں۔

ہم یہاں ابوطالب سے حضور کے چہرہ کا وسیلہ لانے کی سند نہیں لے رہے حضرت عبداللہ بن عمر نے ان الفاظ سے اللہ کے حضور دعا کی سو ہم اپنے موضوع پر حضرت عبداللہ بن عمر سے استناد کر رہے ہیں ابوطالب سے نہیں۔

توسل بالاشخاص کی ایک اور صورت

اگر کوئی شخص ہمارے سامنے موجود نہ ہو (گو ابھی پیدا نہ ہوا ہو یا پیدا ہو کر رحمت الٰہی کی آغوش میں چلا گیا اور فوت ہو گیا ہو) تو کیا اس سے بھی وسیلہ کیا جا سکتا ہے؟

الجواب: حضور اکرم ﷺ جب ابھی پیدا نہ ہوئے تھے آپ کا انتظار تھا تو اہل کتاب اپنے کڑے وقتوں میں حضورؐ کے وسیلہ سے اللہ سے حضورؐ کی دعا مانگتے تھے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ان کے اس عمل کو نقل کیا ہے اور اس پر کوئی نکیر نہیں کی کہ جو پاس موجود نہ ہو اس سے توسل کرنا جائز نہیں ہے۔

ولما جاءهم كتاب من عند الله مصدق لما معهم و كانوا من قبل يستفتحون على الذين كفروا فلما جاءهم ما عرفوا كفروا به فلعنة الله على الكافرين (پ۱ البقرۃ ۸۹)

(ترجمہ) اور جب پہنچی ان کے پاس اللہ کی کتاب جو تصدیق کرتی ہے اس کتاب کی جو ان کے پاس پہلے سے تھی اور وہ پہلے فتح مانگتے تھے کافروں پر (اس کے وسیلہ سے) پھر جب وہ آ گیا ان کے پاس جسے وہ پہچانتے تھے (جیسے وہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے تھے) تو وہ اس کے منکر ہو گئے سو اللہ کی دوری ہے ان کافروں سے۔

اشخاص زندوں میں ہمارے سامنے موجود ہوں یا ان کی زبان سے دعا کرائی ہو تو پھر جو بزرگ اپنی رسائی میں ہوں انہیں وسیلہ کے لئے اپنایا جا سکتا ہے جیسا کہ حضرت عمر حضور کے چچا حضرت عباس کو دعا استسقاء میں آگے لے گئے اور وہاں حضرت عباس نے کھڑے ہو کر استسقاء کی دعا کی تھی۔

قاضی شوکانی لکھتے ہیں:

الاستفتاح: الاستنصار، أي كانوا من قبل يطلبون من الله النصر على أعدائهم بالنبي المبعوث في آخر الزمان الذي يجدون صفته عندهم في التوراة (تفسیر فتح القدیر کا ص ۵۷)

(ترجمہ) فتح مانگنے سے مراد مدد مانگنا ہے اپنے دشمنوں پر فتح پانے کے لئے وہ اس نبی آخر الزمان کے طفیل اللہ تعالیٰ سے مدد مانگا کرتے تھے جس کی صفت وہ تورات میں پڑھے ہوئے تھے۔

محدثین نے اس حدیث کی شرح اس طرح کی ہے

ويستفاد من قصة العباس رضي الله تعالى عنه استحباب الاستشفاع بأهل الخير والصلاح وأهل بيت النبوة (فتح الباری جلد ۲ ص ۳۹۹)

حضرت عباس کے اس واقعہ سے مستفاد ہوتا ہے کہ ضرورت کے وقت نیک اور اچھے لوگوں سے اور حضور کے رشتہ داروں (سے اللہ کے حضور) شفاعت کرائی جا سکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے یہاں ان کے حضور خاتم النبیین کا وسیلہ پکڑنے کی بات روایت کی ہے حالانکہ حضور وہاں ان کے پاس موجود نہ ہوتے تھے سو یہ نہیں کہا جا سکتا کہ توسل بالاشخاص کے لئے ضروری ہے کہ وہ زندہ یہاں موجود ہوں جو اس دنیا میں نہیں ان سے توسل نہیں کیا جا سکتا یہ بات درست نہیں۔

یہ نہ کہا جائے کہ یہ اہل کتاب کا عمل ہے جو ہمارے لئے حجت نہیں ہم کہتے ہیں کہ ہم اس سے اس لئے استدلال نہیں کر رہے کہ یہ ان کا عمل تھا بلکہ ہم اس لئے اس سے استدلال کر رہے ہیں کہ اسے قرآن کریم نے نقل کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس عمل کی تردید نہیں فرمائی نہ اس پر کوئی نکیر کی ہے۔

محدثین کرام میں سے کسی نے نہیں لکھا کہ حضرت عمر نے حضرت عباس سے اس لئے توسل کیا تھا کہ

انہ ہے جرین (مرقات شرح مشکوۃ جلد ۵ ص ۶۱)

(ترجمہ) اس طرح کہے کہ اے اللہ اپنے فقراء اور مہاجرین بندوں کے واسطے ہمیں دشمنوں پر فتح عطا فرما۔

علامہ سبکی کہتے ہیں۔

یجوز التوسل بسائر الصالحین (منقول از وفاء الوفا للسمہودی)

حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی حضرت عباس کی مذکورہ روایت پر لکھتے ہیں۔

اس حدیث سے غیر نبی کے ساتھ بھی توسل جائز نکلا جبکہ اس کو نبی سے کوئی تعلق ہو قرابت حسیہ کا یا قرابت معنویہ کا۔ توسل بالنبی کی ایک صورت یہ بھی نکلی اور اہل فہم نے کہا ہے کہ اس پر متنبہ کرنے کے لئے حضرت عمرؓ نے حضرت عباسؓ سے توسل کیا نہ اس لئے کہ پیغمبر کے ساتھ وفات کے بعد توسل جائز نہ تھا جبکہ دوسری روایت سے اس کا جواز ثابت ہے (نشر الطیب ص ۲۵۰)

حضرت عمرؓ کو اس قول سے یہ بتانا تھا کہ غیر انبیاء سے بھی توسل جائز ہے تو اس سے بعض کا یہ سمجھنا کہ احیاء و اموات کا حکم متفاوت ہے بلا دلیل ہے (التکشف ص ۳۳۶)

حضورؐ نے خود بھی اپنے وسیلہ کی تعلیم دی

حضرت عثمان کہتے ہیں ایک نابینا شخص حضور کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضور سے دعا کے لئے کہا آپ نے اسے یہ دعا سکھلائی۔

اللھم انی اسئلک واتوجہ الیک بمحمد نبی الرحمۃ (سنن ابن ماجہ)

(ترجمہ) اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا صدقہ تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں۔

اس میں حضورؐ نے خود اپنے وسیلہ کی بھی تعلیم دی ہے۔

یہ کہنا کہ اس وقت حضور دنیا میں تشریف فرما تھے اس لئے ان کا وسیلہ اختیار کیا گیا جو صالحین کرام آگے جہاں چلے گئے ان کا وسیلہ اختیار کرنا جائز نہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ اس دعوے پر قرآن اور حدیث کی کوئی

شبہات نہیں تھی سو یہ بات بالکل بے دلیل ہے یہ نہ کہئے کہ حدیث استسقاء سے یہ بات مستفاد ہوتی ہے ہم کہتے ہیں کہ محدثین نے اس حدیث کی توجیہ اس طرح کی ہے وہ اس سے یہ بتانا چاہتے تھے کہ توسل غیر انبیاء سے بھی جائز ہے۔

حضرت عمر کے اس عمل سے صحابہ نے بھی سیکھا تھا کہ دوسرے صالحین سے بھی توسل کیا جا سکتا ہے حضرت معاویہ بھی ایک دفعہ شام میں ایسے حالات سے دوچار ہوئے آپ نے اس وقت حضرت یزید بن الاسود سے اس طرح توسل فرمایا۔

حضرت امیر معاویہؓ کے دور میں شام میں ایک دفعہ قحط سالی ہوئی اور حضرت معاویہ دمشق میں بارش طلبی کی دعا کے لئے نکلے آپ نے دعا کی اور حضرت یزید بن الاسود کو اللہ کے حضور وسیلہ کے طور پر پیش کیا یہ توسل بالاعمال کے ساتھ ساتھ توسل بالذوات کی ایک کھلی دلیل ہے۔

عن سليم بن عامر الخبائري ان السماء قحطت فخرج معاوية بن ابي سفيان و اهل دمشق يستسقون فلما قعد معاوية على المنبر قال اين يزيد بن الاسود الجرشي فناداه الناس فاقبل يتخطى الناس فامره معاوية فصعد المنبر فقعد عند رجليه فقال معاوية اللهم انا نستشفع اليك اليوم بخيرنا وافضلنا اللهم انا نستشفع اليك بيزيد بن الاسود الجرشي يا يزيد ارفع يديك الى الله فرفع يزيد (بن الاسود) يديه ورفع الناس ايديهم فما كان اوشك ان ثارت سحابة في الغرب كانها ترس وهبت لها ريح فسقينا حتى كاد الناس ان لا يبلغوا منازلهم

طبقات ابن سعد جلد ۷ ص ۱۵۵ — تاریخ ابن عساکر جلد ۱۸ ص ۳۳۲

موسوعۃ الحدیث لابن عساکر ص ۳۳۴ — الاصابہ لابن حجر العسقلانی جلد ۳

کتاب المعرفۃ والتاریخ للفسوی جلد ۲ ص ۳۸۰

توسل بالاشخاص میں یہ فضیلت ہے کہ ان مردان خیر سے بھی ہاتھ اٹھوائے جاتے ہیں اور وہ بھی کلمات دعا کہتے ہیں۔ یہ مطلب نہیں کہ فوت شدہ حضرات کا واسطہ ہی نہیں لیا جا سکتا۔ آنحضرت نے

بہت سے مقامات پر اپنی دعاؤں میں خدا کو رب ابراہیم رب اسحٰق رب یعقوب کہہ کر پکارا ہے یا آپ
اللہ سے حضور ﷺ کا واسطہ لا رہے ہیں؟ انہی حضرات کا جو اس دنیا سے جا کر عالم برزخ میں پہنچ چکے ہیں۔

مساکین وضعفاء کی برکت سے رزق ونصرت

اللہ تعالیٰ رزق و نصرت میں کبھی خود بھی نیک بندوں کو وسیلہ بنا لیتا ہے وہ چاہے تو خود بھی دے سکتا ہے لیکن وہ مسکین اور کمزور بندوں کو بھی دوسروں کے لئے ذریعہ خیر بنا دیتا ہے سو اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ بندگان خدا (بلا قصد خود) دوسروں کے لئے وسیلہ ہو جاتے ہیں تو لوگ اگر کبھی خود ان کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ سے دعا کریں تو اس میں شرعاً کوئی محذور دکھائی نہیں دیتا احادیث میں ان کی برکت سے حاجتوں کا پورا ہونا عام مذکور ہے امام بخاریؒ حدیث روایت کرتے ہیں:۔

هل تنصرون وترزقون الا بضعفائكم (مشکوٰۃ ص ۴۴۷)

(ترجمہ) سوائے اس کے نہیں تم اپنے کمزور لوگوں کی وجہ رزق دیئے جاتے ہو اور اللہ سے مدد پاتے ہو۔

اب یہ احادیث بھی سامنے رکھئے:۔

۱۔ عن امیة بن خالد بن عبد الله بن اسید عن النبی صلی الله علیه وسلم انه كان يستفتح بصعاليك المهاجرين (مشکوٰۃ ص ۴۴۷)

۲۔ عن ابی الدرداء عن النبیؐ قال ابغونی فی ضعفائكم فانما ترزقون وتنصرون بضعفائكم (رواہ ابوداؤد)

۳۔ عن مصعب بن سعد عن ابيه عن النبی صلی الله عليه وسلم انما نصر الله هذه الامة بضعفائها ودعوتهم واخلاصهم (رواہ النسائی)

۴۔ حضرت علی حضور اکرم ﷺ سے ابدالوں کے بارے میں روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا۔

يسقى بهم الغيث وينتصر بهم على الاعداء ويصرف عن اهل الشام بهم العذاب (رواہ احمد مشکوٰۃ ص ۵۸۲)

ضروری نہیں کہ ان صالحین کرام کو یہ خبر ہو کہ کون کون ان کے قرب خداوندی سے یا ان کے اعمال کی

قبولیت سے توسل کر رہا ہے لیکن یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت بالغہ ہے کہ وہ ان کا صدقہ ان گنہگاروں کی بھی فریاد سن رہا ہے۔

شنیدم کہ در روز امید و بیم   بداں را بہ نیکاں بہ بخشد کریم

شرک کا گمان تب کیجئے کہ کوئی توسل میں یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ اس کی دعا کا پورا ہونا ان صالحین کرام کی توجہ اور عنایت پر موقوف ہے جس کے تحت اللہ تعالیٰ ان بزرگوں کے اعمال کو قبولیت کی یہ وسعت دے رہے ہیں کہ اس میں گناہ گار بھی اپنا حصہ پا لیتے ہیں۔

استاذ علماء پنجاب حضرت مولانا خیر محمد جالندھری لکھتے ہیں:۔

ضعفاء کو اللہ تعالیٰ نے جب کہ رزق کے لئے تکوینی طور پر وسیلہ رزق بنایا تو حضور نے تشریعی طور پر اس توسل کو قبول فرمایا اگر امت مرحومہ عملی طور پر اپنی دعاؤں میں ان وسائل کے توسل کو اختیار کرے تو آخر اس میں کیا قباحت اور کون سا محذور ہوگا۔ (آثار خیر ص ۲۸۸)

ایک ضروری گزارش

جن علماء نے اعتقاداً فوت شدہ بزرگوں سے توسل کی اجازت نہیں دی وہ بھی اس میں کوئی نقطہ شرک محسوس نہیں کرتے توسل بالصالحین کے لئے جو علت جواز کی ہے وہ احیاء و اموات دونوں میں ایک جیسی ہے دعا کی قبولیت میں جس طرح احیاء کا کوئی دخل نہیں اموات کا بھی نہیں جب علت دونوں میں مشترک ہے تو حکم مشترک کیوں نہ ہوگا۔

جو لوگ توسل کی حقیقت نہیں سمجھتے انہیں اس میں شرک کی بو آتی ہے ہم اسے یہاں عام فہم الفاظ میں بیان کئے دیتے ہیں اس میں ہرگز کوئی نقطہ شرک نہیں ہے۔

ہر شخص کا جو مرتبہ اللہ کے ہاں ہے اور جس قدر وہ مورد الطاف الٰہیہ ہے اس کے مطابق اس پر رحمت خداوندی متوجہ ہوتی ہے توسل کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اے اللہ تیری جتنی رحمت اس پر ہے اس کی برکت سے میری بھی یہ عرض سن لے اسی طرح ان کے جو اعمال تیری نظر میں پیارے ہیں ان کی قبولیت کا صدقہ میرے بھی ناچیز اعمال کو قبولیت عطا فرما۔

شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی حنبلی فقہ پر چلتے تھے لیکن ان کے کچھ تفردات بھی تھے ان میں سے ایک یہ

بات ہے کہ وہ توسل بالاموات کے قائل نہ تھے تاہم وہ آج کل کے سلفیوں کی طرح اس میں کوئی وجہ شرک نہ محسوس کرتے تھے سلیمان بن سحیم نے ان پر یہ افتراء باندھا کہ آپ توسل بالصالحین کے قائلین کو مشرک سمجھتے ہیں تو آپ نے لکھ کر اس کی تردید کی۔

ان الرجل افترى علي اموراً لم اقلها ولم يأت اكثرها على بالي (فمنها) قوله اني مبطل كتب المذاهب الاربعة واني اقول ان الناس من ستمائة سنة ليسوا على شئ واني ادعي الاجتهاد واني خارج عن التقليد واني اقول ان اختلاف العلماء نقمة واني اكفر من توسل بالصالحين (مؤلفات الشيخ محمد بن عبد الوهاب جلد ۱ ص ۲۴)

آپ نے توسل بالصالحین کے قائل کو کفر و شرک سے کلیتہ محفوظ بتایا ہے ہم اس پر اس بحث کو ختم کرتے ہیں کہ توسل بالصالحین میں ہرگز کوئی وجہ شرک نہیں ہے۔

(ایک ضروری نوٹ) علماء بریلوی توسل بالصالحین کے منکر ہیں توسل بالصالحین تو خدا سے مانگنا ہوتا ہے اور خدا کی رحمت کو ان صالحین کے قرب خداوندی کے ذکر سے اپنی طرف متوجہ کیا جاتا ہے بریلوی عوام اپنی حاجات قبروں سے مانگتے ہیں اور اللہ سے توسل کرتے ہیں وہ مقابر صالحین پر حاضر ہو کر کہتے ہیں۔ اے ولی، مجھے اللہ کے واسطے یہ چیز دیدے۔ اس میں مانگا کس سے جاتا ہے؟ کسی ولی سے۔ اور اسے اللہ کا دینہ یاد دلا رہا ہے یہ توسل بالصالحین سے ایک بالکل جدا صورت ہے۔ العیاذ باللہ منہ

حضرت شاہ محمد اسحٰق محدث دہلوی تمام علماء دیوبند کے استاذ ہیں آپ لکھتے ہیں۔

(دعا بایں طور کہ الٰہی بحرمت فلاں نبی و ولی حاجت مرا روا کن جائز است (مائۃ مسائل ص ۴۱))

۵۔ مقام احسان پر آنے کے لئے مشائخ کی ضرورت

اسلام میں بیعت کئی ضرورتوں میں اور بیعت کئی طرح کی ہوتی رہی ہے مثلاً

۱۔ بیعت علی الہجرۃ ۲۔ بیعت علی الجہاد ۳۔ بیعت علی الموت ۴۔ بیعت علی الخیر

۵۔ بیعت علی الخلافۃ

اسلام میں آنے کے لئے جو بیعت ہے وہ یہ ہے کہ توحید باری تعالیٰ اور رسالت محمدی کے اقرار سے پورے شرائع اسلام اور ضروریات دین کو قبول کیا جائے۔

۱۔ بیعت علی الہجرۃ سے مراد دار الکفر سے دار الاسلام آنا ہے۔

۲۔ بیعت علی الجہاد۔ یہ اس بات کے لئے بیعت کرنا ہے جس سے اللہ کا نام اونچا رہے اور لوگوں سے ظلم اور دہشت دور کی جا سکے۔

۳۔ بیعت علی الموت۔ جب جہاد مشکل دکھائی دے تو اس وقت خود داری میں یہ جان دینے کی بیعت ہے حدیبیہ کے موقع پر صحابہؓ نے موت پر بیعت کی تھی۔

۴۔ بیعت علی الخیر سے مراد وہ بیعت ہے جو توبہ، تہذیب اخلاق اور اصلاح باطن کے لئے ہو۔ یہ معروف کو اختیار کرنے کی بیعت ہے۔

۵۔ بیعت علی الامارۃ۔ انتظام سلطنت کو قائم کرنے اور اپنے اولی الامر سے خلوص رکھنے کا عہد ہے۔

حضرت مجاشع بن مسعود سلمی کہتے ہیں میں حضور ﷺ کی خدمت میں بیعت علی الہجرۃ کے لئے حاضر ہوا آپ نے فرمایا (مکہ سے مدینہ کی) ہجرت اب ہو چکی اب بیعت علی الاسلام، بیعت علی الجہاد اور بیعت برائے امور خیر کی رہتی ہی ہیں۔

ان الہجرۃ قد مضت لاہلہا ولکن علی الاسلام والجہاد والخیر (صحیح مسلم ص۱۳۰)

(ترجمہ) ہجرت تو اپنے اہل لوگوں کے ساتھ ہو چکی اب بیعت علی الاسلام، بیعت علی الجہاد اور بیعت علی الخیر ہی ہے۔

اس سے پتہ چلا کہ حضور اکرمؐ کے عہد مبارک میں اسلام میں بیعت کی طرح کی ہی ہے ایک بیعت توبہ و سلوک کی بیعت ہے قرآن کریم میں اس بیعت کا ذکر اس طرح آتا ہے۔

یا ایہا النبی اذا جاءک المؤمنات یبایعنک علی ان لا یشرکن باللہ شیئا ولا یسرقن ولا یزنین ولا یقتلن اولادہن ولا یاتین ببہتان یفترینہ بین ایدیہن وارجلہن ولا یعصینک فی معروف فبایعہن (پ۲۸ الممتحنہ ۱۲)

جو بیعت تھی وہ بھی، یہ بیعت کے بعد اور بیعت کس لئے؟ یہ سوال پہلے بعض صحابہؓ کے ذہن میں بھی آیا تھا اس کا جواب حضور اکرم ﷺ نے دیا کہ اب ان امور خیر پر بیعت کرو۔

صحابیٔ رسول حضرت عوف بن مالکؓ ([illegible] ھ) کہتے ہیں۔

كنا عند رسول الله صلى الله عليه وسلم تسعة او سبعة فقال الا تبايعوا رسول الله صلى الله عليه وسلم وكنا حديث عهد ببيعة قال ان تعبدوا الله ولا تشركوا به شيئاً و تصلوا الصلوات الخمس و تسمعوا و تطيعوا (واسر كلمة خفية) ولا تسألوا الناس شيئاً (رواہ مسلم وابوداؤد والنسائی کما فی جمع الفوائد جلد [illegible])

(ترجمہ) ہم نو، آٹھ یا سات صحابی حضورؐ کے پاس بیٹھے تھے آپ نے فرمایا تم اللہ کے رسول کی بیعت کیوں نہیں کر لیتے اور ہم نے حضورؐ سے ابھی نئی نئی بیعت اسلام میں آنے کی کی تھی ہم نے کہا حضور ہم تو آپ سے بیعت کر چکے اب کس امر پر ... بیعت کریں ہم نے اپنے ہاتھ پھیلائے اور آپ نے فرمایا (اس پر بیعت کرو کہ) تم ایک اللہ کی عبادت کرو گے اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ گے پانچ نمازوں کی پابندی کرو گے نظام سلطنت میں اطاعت میں رہو گے لوگوں سے مانگا نہ کرو گے (یہ کتنی اچھی بات نہیں)

حضور ﷺ اس بیعت علی الخیر میں کبھی نصیحتیں بھی فرماتے احادیث میں مختلف صحابہؓ سے اس قسم کی بیعت پر مختلف الفاظ ملتے ہیں حضورؐ کے اس طرز عمل سے پتہ چلتا ہے کہ تہذیب اخلاق کی بیعت تقریباً سبھی امور خیر پر ہوتی تھی۔ حضرت جریر بن عبداللہؓ روایت کرتے ہیں۔

فانی اتيت النبی صلى الله عليه وسلم قلت ابايعك على الاسلام فشرط على والنصح لكل مسلم فبايعته على هذا (رواہ البخاری جلد [illegible])

(ترجمہ) میں حضورؐ کے پاس آیا میں نے آپ سے اسلام پر بیعت کرتا ہوں آپ نے حکم فرمایا کہ ہر مسلمان کی خیر خواہی کرو میں نے اس پر حضور ﷺ سے بیعت کی۔

ان نیکیوں کے اختیار کرنے میں کسی بیعت ضروری نہیں

مسلمانوں کو ان نیکیوں کا عام حکم دیا گیا ہے انہیں بجا لانا ہر مسلمان پر ویسے ہی ضروری ہے اور ان پر عمل پیرا

ہونا اس بیعت پر موقوف نہیں اگر کوئی سمجھے کہ یہ اصلاح صرف اسی راہ سے مل سکتی ہے تو یہ درست نہیں۔
حضرت مولانا تھانویؒ کے جلیل القدر خلیفہ حضرت مولانا خیر محمد جالندھری (۱۳۹۰ھ) لکھتے ہیں:۔

اصلاح کے لئے بیعت ضروری نہیں

فرمایا: جو لوگ بیعت کو اصلاح کے لئے ضروری سمجھتے ہیں یہ بدعت اعتقادی ہے شیخ کو چاہیئے کہ سب سے پہلے اس کی اصلاح کرے اور کسی کی خاطر حقیقت کو نہ چھپاوے (آثار خیر ص ۲۱۶)
یہ بیعت بے شک مسنون ہے مگر نیکیوں پر عمل پیرا ہونا اور نیک راہ عمل اختیار کرنا اس پر موقوف نہ سمجھنا چاہیئے یہ واقعی بدعت ہے حضرت تھانوی کی اس احتیاط پر غور فرمائیں یہ حضرات بدعات سے بچنے میں کس قدر کوشاں رہے۔

اہل حدیث کے ہاں سلسلہ بیعت کا حکم

تاہم تجربہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ والوں کی صحبت اور ان سے نسبت خواب غفلت سے جگانے میں بہت کام کرتی ہے سو اس میں کوئی شک نہیں کہ سلسلہ طریقت میں آئے بغیر بہت کم لوگ کامیابی سے اس دریا کو عبور کر پاتے ہیں۔
برصغیر پاک و ہند میں نقشبندی نسبت کے مرد کامل حضرت شیخ احمد سرہندی سے کون واقف نہیں آپ مسلکاً حنفی اور مشرباً نقشبندی تھے اہلحدیث (باصطلاح جدید) کے نامور عالم مولانا محمد ابراہیم میر آپ کے بارے میں لکھتے ہیں:۔
آپ بلا اختلاف عالم باعمل عارف کامل جامع کمالات ظاہری و باطنی اور گیارھویں صدی کے مسلم مجدد تھے مجدد کا لقب سب سے پہلے آپ کو مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی نے دیا کہ وہ بھی ملا کمال کشمیری ممدوح کے شاگرد تھے (تاریخ اہلحدیث ص ۴۴۴)
اس سے پتہ چلتا ہے کہ مولانا محمد ابراہیم کے ہاں سلسلہ بیعت ہرگز کوئی حنفیت بدعت نہ تھا اور آپ سلسلہ طریقت کو واقعی منبع علم و عرفان سمجھتے تھے۔
شیخ علی متقی جونپوری (م ۹۷۵ھ) قادری شاذلی سلسلہ کے بڑے بزرگ گزرے ہیں آپ شیخ محمد طاہر گجراتی (ھ) کے استاد تھے مولانا محمد ابراہیم ان کے بارے میں لکھتے ہیں:۔
تصوف کی چاٹ بچپن میں لگ چکی تھی اور تخم کی تاثیر بھی تھی اور نشو و نما بھی اس چشمہ صافی کے سیرابی

(٥) أي الأمرين أحب إليكم وأفضل لدى أكابركم للزائر هل ينوي وقت الارتحال للزيارة زيارته عليه السلام أو ينوي المسجد أيضاً وقد قال الوهابية إن المسافر إلى المدينة لا ينوي إلا المسجد النبوي.

تمہارے نزدیک اور تمہارے اکابر کے نزدیک ان دو باتوں میں کون امر پسندیدہ اور افضل ہے کہ زیارت کرنے والا بوقت سفر زیارت خود آنحضرت صلی اللہ علیہ السلام کی زیارت کی نیت کرے یا مسجد نبوی کی بھی، حالانکہ وہابیہ کا قول ہے کہ مسافر مدینہ منورہ کو صرف مسجد نبوی کی نیت سے سفر کرنا چاہیے

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم
ومنه نستمد العون والتوفيق
وبيده أزمة التحقيق۔
حامداً ومصلياً ومسلماً
ليعلم أولاً قبل أن نشرع في الجواب أنا بحمد الله ومشايخنا رضوان الله عليهم أجمعين وجميع طائفتنا وجماعتنا مقلدون لقدوة الأنام وذروة الإسلام الإمام الهمام الإمام الأعظم أبي حنيفة النعمان رضي الله تعالى عنه في الفروع ومتبعون للإمام الهمام أبي الحسن الأشعري والإمام الهمام

جواب

شروع اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑا رحم والا
اور اسی سے مدد اور توفیق درکار ہے اور
اسی کے قبضہ میں ہیں تحقیق کی باگیں۔
حمد و صلوٰۃ و سلام کے بعد
اس سے پہلے کہ ہم جواب شروع
کریں جاننا چاہیے کہ ہم اور ہمارے مشائخ
اور ہماری ساری جماعت بحمد اللہ فروعات
میں مقلد ہیں مقتدائے خلق حضرت امام ہمام
امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ
عنہ کے، اور اصول و اعتقادیات میں
پیرو ہیں امام ابو الحسن اشعری اور امام
ابو منصور ماتریدی رضی اللہ عنہما کے اور

ابی منصور الماتریدی رضی الله عنهما فی الاعتقاد و الاصول و منتسبون من طرق الصوفیة الی الطریقة العلیة المنسوبة الی السادة النقشبندیة و الطریقة الزکیة المنسوبة الی السادة الجشتیة و الی الطریقة البهیة المنسوبة الی السادة القادریة و الی الطریقة المرضیة المنسوبة الی السادة السهروردیة رضی الله عنهم اجمعین

طریقہائے صوفیہ میں ہم کو انتساب حاصل ہے سلسلۂ عالیہ حضرات نقشبندیہ اور طریقۂ زکیہ مشائخ چشت اور سلسلۂ بہیہ حضرات قادریہ اور طریقۂ مرضیہ مشائخ سہروردیہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ۔

ثم ثانیاً انا لا نتکلم بکلام و لا نقول قولا فی الدین الا و علیه عندنا دلیل من الکتاب او السنة او اجماع الامة او قول من ائمة المذهب ومع ذلک لا ندعی انا مبرؤون من الخطاء والنسیان فی زلة القلم و زلة اللسان فان ظهر لنا انا اخطأنا فی قول سواء کان من الاصول او الفروع فما یمنعنا الحیاء ان نرجع عنه ونعلن بالرجوع کیف لا وقد رجع ائمتنا رضوان

دوسری بات یہ کہ ہم دین کے بارے میں کوئی بات ایسی نہیں کہتے جس پر کوئی دلیل نہ ہو قرآن مجید کی یا سنت کی یا اجماع امت یا قول کسی امام کا۔ اور باایں ہمہ دعویٰ نہیں کرتے کہ قلم کی غلطی یا زبان کی لغزش میں سہو و خطا سے مبرا ہیں پس اگر ہمیں ظاہر ہو جاوے کہ فلاں قول میں ہم سے خطا ہوئی، عام ہے کہ اصول میں ہو یا فروع میں، اپنی غلطی سے رجوع کر لینے میں حیا ہم کو مانع نہیں ہوتی

الله عليهم في كثير من اقوالهم حتى ان امام حرم الله تعالى المحترم امامنا الشافعي رضي الله عنه لم يبق مسئلة الا وله فيها قول جديد والصحابة رضي الله عنهم رجعوا في مسائل الى اقوال بعضهم كما لا يخفى على متتبع الحديث فلو ادعى احد من العلماء انا غلطنا في حكم فان كان من الاعتقاديات فعليه ان يثبت بنص من ائمة الكلام و ان كان من الفرعيات فيلزم ان يبني بيانه على القول الراجح من ائمة المذاهب فاذا فعل ذلك فلا يكون منا ان شاء الله تعالى الا التحسين بالقبول بالقلب واللسان وزيادة التشكر بالجنان والاركان ـ

وثالثًا ان في اصل اصطلاح هذا الهند كان اطلاق الوهابي على من ترك تقليد الائمة رضي الله تعالى عنهم ثم اتسع فيه وغلب استعماله على من عمل بالسنة السنية وترك الامور المستحدثة الشنيعة والرسوم القبيحة حتى شاع في

اور ہم رجوع کا اعلان کر دیتے ہیں چنانچہ چار ائمہ رضوان اللہ علیہم سے ان کے بہتیرے اقوال میں رجوع ثابت ہے حتی کہ امام حرم محترم امام شافعی رضی اللہ عنہ سے کوئی مسئلہ ایسا منقول نہیں جس میں دو قول جدید و قدیم نہ ہوں اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے اکثر مسائل میں دوسروں کے قول کی جانب رجوع فرمایا چنانچہ حدیث کے تتبع کرنے والے پر ظاہر ہے پس اگر کسی عالم کا دعویٰ ہے کہ ہم نے کسی حکم شرعی میں غلطی کی ہے سو اگر وہ مسئلہ اعتقادی ہے تو اس پر لازم ہے کہ اپنا دعویٰ ثابت کرے علمائے کلام کی تصریح سے اور اگر مسئلہ فرعی ہے تو اپنی بنیاد کی تعمیر کرے ائمہ مذہب کے راجح قول پر جب ایسا کریگا تو انشاء اللہ ہماری طرف سے خوبی ہی ظاہر ہوگی یعنی دل و زبان سے قبول کر لیں گے اور قلب و اعضا سے شکریہ ادا کریں گے

تیسری بات یہ کہ ہندوستان میں لفظ وہابی کا استعمال اس شخص کے لئے تھا جو ائمہ رضی اللہ عنہم کی تقلید چھوڑ بیٹھے پھر ایسی وسعت کی کہ یہ لفظ اس پر بولا جانے لگا جو سنت محمدیہ پر عمل کریں اور بدعات سیئہ و رسوم قبیحہ کو چھوڑ دیں۔ یہاں تک ہوا کہ بمبئی اور اس کے

يفترون فلما كان ذلك في الانبياء
صلوات الله عليهم وسلامه وجب
ان يكون في خلفائهم ومن يقوم
مقامهم كما قال رسول الله صلى
الله عليه وسلم نحن معاشر الانبياء
اشد الناس بلاء ثم الامثل فالامثل
ليتوفر حظهم ويكمل لهم اجرهم
فالذين ابتدعوا البدعات ومالوا
الى الشهوات واتخذوا الٰهَهم الهوى
والقوا انفسهم في هاوية الردى
يفترون علينا الاكاذيب و
الاباطيل وينسبون الينا الاضاليل
فاذا نسب الينا في حضرتكم قول
يخالف المذهب فلا تلتفتوا اليه ولا
تظنوا بنا الاخيرا وان اختلج في
صدوركم فاكتبوا الينا فانا نخبركم
بحقيقة الحال والحق من المقال
فانكم عندنا قطب دائرة الاسلام

جھوٹی باتیں ڈالتا رہتا ہے دھوکا کے لیے اور
([illegible]) اگر تمہارا رب چاہتا تو یہ لوگ ایسا
کام نہ کرتے سو چھوڑ دے ان کو ان کے افترا کو،
پس جب انبیاء علیہم السلام کے ساتھ یہ معاملہ
تو ضرور ہے کہ ان کے جانشینوں اور قائم مقاموں
کے ساتھ بھی ایسا ہی ہو جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہم انبیاء کا گروہ سب سے
زیادہ مورد بلا ہے، پھر کامل اشبہ پھر کم اشبہ تاکہ ان کا
حظ وافر اور اجر کامل ہو جائے پس بدعتیں جو
اختراع بدعات میں مشغول اور شہوات کی جانب
مائل ہیں اور جنہوں نے خواہش نفس کو اپنا معبود
بنایا ہے اور اپنے آپ کو ہلاکت کے گڑھے میں ڈال
دیا ہے ہم پر جھوٹے مسئلے باندھتے اور ہماری جانب
گمراہی کی نسبت کرتے رہتے ہیں جو صاحب کبھی
آپ کی خدمت میں ہماری جانب منسوب کر کے کوئی
مخالف مذہب قول بیان کیا کرے تو آپ اس
کی طرف التفات نہ فرمایا کریں اور ہمارے ساتھ بجز نیک
گمان میں نہ لاویں اور اگر طبع مبارک میں کوئی خلجان پیدا
ہو تو لکھ بھیجا کریں ہم ضرور واقعی حال اور سچی بات
کی اطلاع دینگے اس لیے کہ آپ حضرات ہمارے
نزدیک مرکز دائرۃ الاسلام ہیں

توضیح الجواب

عندنا وعند مشائخنا زیارۃ قبر
سید المرسلین (روحی فداہ) من
اعظم القربات واہم المثوبات و
انجح لنیل الدرجات بل قریبۃ من
الواجبات وان کان حصولہ بشد
الرحال وبذل المھج والاموال و
ینوی وقت الارتحال زیارتہ علیہ الف
الف تحیۃ وسلام وینوی معہا زیارۃ
مسجدہ صلی اللہ علیہ وسلم وغیرہ
من البقاع والمشاھد الشریفۃ بل
الاولی ما قال العلامۃ الھمام ابن
الھمام ان یجرد النیۃ لزیارۃ قبرہ
علیہ الصلوۃ والسلام ثم یحصل لہ
اذا قدم زیارۃ المسجد لان فی ذلک
زیادۃ تعظیمہ واجلالہ صلی اللہ
علیہ وسلم ویوافقہ قولہ صلی اللہ علیہ
وسلم من جاءنی زائرا لا تعملہ حاجۃ
الا زیارتی کان حقا علی ان اکون
شفیعا لہ یوم القیمۃ وکذا نقل عن

جواب کی توضیح

ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک
زیارت قبر سید المرسلین (ہماری جان آپ پر قربان)
اعلیٰ درجہ کی قربت اور نہایت ثواب اور سبب
حصول درجات ہے بلکہ واجب کے قریب ہے گو
شد رحال اور بذل جان و مال سے نصیب ہو
اور سفر کے وقت آپ کی زیارت کی نیت کرے
اور ساتھ میں مسجد نبوی اور دیگر مقامات و
زیارت گاہ ہائے متبرکہ کی بھی نیت کرے،
بلکہ بہتر یہ ہے کہ جو علامہ ابن ہمام نے فرمایا
ہے کہ خالص قبر شریف کی زیارت کی نیت کرے
پھر جب وہاں حاضر ہوگا تو مسجد نبوی کی بھی زیارت
حاصل ہو جائے گی۔ اس صورت میں جناب
رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم زیادہ
ہے اور اس کی موافقت خود حضرت کے
ارشاد سے ہو رہی ہے کہ جو میری زیارت
کو آیا، کہ میری زیارت کے سوا کوئی حاجت
اس کو نہ لائی ہو تو مجھ پر حق ہے کہ قیامت
کے دن اس کا شفیع بنوں۔ اور ایسا ہی
عارف ملا جامی سے منقول ہے کہ انہوں

العارف الشامی الملا جامی انہ افرد الزیارة عن الحج وھو اقرب الی مذھب المحبین واما ما قالت الوھابیة من ان المسافر الی المدینة المنورة علی ساکنھا الف الف تحیة لا ینوی الا المسجد الشریف تمسکا بقولہ علیہ الصلوة و السلام لا تشد الرحال الا الی ثلثة مساجد فمردود لان الحدیث لا یدل علی المنع اصلا بل لو تاملہ ذو فھم ثاقب لعلم انہ بدلالة النص یدل علی الجواز فان العلة التی استثنی بھا المساجد الثلثة من عموم المساجد والبقاع ھو فضلھا المختص بھا وھو مع الزیادة موجود فی البقعة الشریفة فان البقعة الشریفة والرحبة المنیفة التی ضم اعضائہ صلی اللہ علیہ وسلم افضل مطلقا حتی من الکعبة ومن العرش والکرسی کما صرح بہ فقھاؤنا رضی اللہ عنھم ولما استثنی المساجد لذلک الفضل الخاص فاولی ثم اولی ان یستثنی البقعة المبارکة لذلک الفضل العام وقد

نے زیارت کے لیے حج سے علیحدہ سفر کیا اور یہی طرز مذہب عشاق سے زیادہ ملتا ہے اب رہا وہابیہ کا یہ کہنا کہ مدینہ منورہ کی جانب سفر کرنے والے کو صرف مسجد نبوی کی نیت کرنی چاہیے اور اس قول پر اس حدیث کو دلیل لانا کہ کجاوے نہ کسے جاویں مگر تین مسجدوں کی جانب سو یہ قول مردود ہے اس لیے کہ حدیث کہیں بھی ممانعت پر دلالت نہیں کرتی بلکہ صاحب فہم اگر غور کرے تو یہی حدیث بدلالت النص جواز پر دلالت کرتی ہے کیونکہ جو علت مساجد کے دیگر مسجدوں اور مقامات سے مستثنیٰ ہونے کی قرار پائی ہے۔ وہ ان مساجد کی فضیلت ہی تو ہے اور یہ فضیلت زیادتی کے ساتھ بقعہ شریفہ میں موجود ہے اس لیے کہ وہ حصہ زمین جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعضاء مبارکہ کو مس کیے ہوئے ہے کلی الاطلاق افضل ہے یہاں تک کہ کعبہ اور عرش و کرسی سے بھی افضل ہے چنانچہ فقہاء نے اس کی تصریح فرمائی ہے اور جب فضیلت خاصہ کی وجہ سے تین مسجدیں عموم نہی سے مستثنیٰ ہو گئیں تو بدرجہ اولیٰ ہے کہ بقعہ مبارکہ نہایت فخر کے سبب مستثنیٰ ہو

صرح بالمسألة كما ذكرناه بل بابسط منها شيخنا العلامة شمس العلماء العاملين مولانا رشيد احمد الجنجوهي قدس الله سره العزيز في رسالته زبدة المناسك في فضل زيارة المدينة المنورة وقد طبعت مرارًا وايضًا في هذا المبحث الشريف رسالة الشيخ مشايخنا مولانا المفتي صدر الدين الدهلوي قدس الله سره العزيز اقام فيها الطامة الكبرى على الوهابية ومن وافقهم اتى ببراهين قاطعة وحجج ساطعة سماها احسن المقال في شرح حديث لا تشد الرحال طبعت واشتهرت فليراجع اليها والله تعالى اعلم

ہمارے بیان کے موافق بلکہ اس سے بھی زیادہ بسط کے ساتھ اس مسئلہ کی تصریح ہمارے شیخ شمس العلماء حضرت مولانا مولوی رشید احمد گنگوہی قدس سرہ نے اپنے رسالہ زبدۃ المناسک کی فصل زیارت مدینہ منورہ میں فرمائی ہے جو بارہا طبع ہو چکا ہے نیز اسی بحث میں ہمارے شیخ المشائخ مفتی صدر الدین دہلوی قدس سرہ کا ایک رسالہ تصنیف کیا ہوا ہے جس میں مولانا نے وہابیہ اور ان کے موافقین پر قیامت قائم فرما دی اور صحیح کی دلائل ذکر فرمائے ہیں اس کا نام احسن المقال فی شرح حدیث لا تشد الرحال ہے وہ طبع ہو کر شائع ہو چکا ہے اس کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔

السؤال الثالث والرابع

تیسرا اور چوتھا سوال

٣- هل للرجل ان يتوسل في دعواته بالنبي صلى الله عليه وسلم بعد الوفاة ام لا ؟

کیا وفات کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا توسل لینا دعاؤں میں جائز ہے یا نہیں؟

٤- ايجوز التوسل عندكم بالسلف الصالحين من الانبياء والصديقين

تمہارے نزدیک سلف صالحین یعنی انبیاء صدیقین اور شہداء اولیاء اللہ کا توسل بھی جائز

والشهداء والأولياء رب العالمين أم لا؟ | ہے یا ناجائز؟

الجواب | جواب

عندنا وعند مشايخنا يجوز التوسل في الدعوات بالأنبياء والصالحين من الأولياء والشهداء والصديقين في حياتهم وبعد وفاتهم بأن يقول في دعائه اللهم إني أتوسل إليك بفلان أن تجيب دعوتي وتقضي حاجتي إلى غير ذلك كما صرح به شيخنا ومولانا الشاه محمد إسحق الدهلوي ثم المهاجر المكي ثم بينه في فتاواه شيخنا ومولانا رشيد أحمد الكنكوهي رحمة الله عليهما وفي هذا الزمان شائعة مستفيضة بأيدي الناس وهذه المسئلة مذكورة على صفحة ۹۳ من الجلد الأول منها فليراجع إليها من شاء

ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک دعاؤں میں انبیاء و صلحاء و اولیاء و شہداء و صدیقین کا توسل جائز ہے ان کی حیات میں یا بعد وفات بایں طور کہ کہے یا اللہ میں بوسیلہ فلاں بزرگ کے تجھ سے دعا کی قبولیت اور حاجت براری چاہتا ہوں اسی جیسے اور کلمات کہے چنانچہ اس کی تصریح فرمائی ہے ہمارے شیخ مولانا شاہ محمد اسحاق دہلوی ثم المکی نے، پھر مولانا رشید احمد گنگوہی نے بھی اپنے فتاویٰ میں اس کو بیان فرمایا ہے جو چھپا ہوا آج کل لوگوں کے ہاتھوں میں موجود ہے اور یہ مسئلہ اس کی پہلی جلد کے صفحہ ۹۳ پر مذکور ہے جس کا جی چاہے دیکھ لے۔

السؤال الخامس | پانچواں سوال

ما قولكم في حيوة النبي عليه الصلوة | کیا فرماتے ہو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

والسلام في قبره الشريف هل ثم أمر مخصوص به أم مثل سائر المؤمنين رحمة الله عليهم حيوته برزخية ۔

الجواب

عندنا وعند مشائخنا حضرة الرسالة صلى الله عليه وسلم حيّ في قبره الشريف وحيوته صلى الله عليه وسلم دنيوية من غير تكليف وهي مختصة به صلى الله عليه وسلم وبجميع الأنبياء صلوات الله عليهم والشهداء لا برزخية كما هي حاصلة لسائر المؤمنين بل لجميع الناس كما نص عليه العلامة السيوطي في رسالته إنباء الأذكياء بحيوة الأنبياء حيث قال قال الشيخ تقي الدين السبكي حيوة الأنبياء والشهداء في القبر كحيوتهم في الدنيا ويشهد له صلوة موسى عليه السلام في قبره فإن الصلوة تستدعي جسدًا حيًا الى آخر ما قال فثبت بهذا أن حيوته دنيوية برزخية لكونها في عالم

کی قبر میں حیات کے متعلق کوئی خاص حیات آپ کو حاصل ہے یا عام مسلمانوں کی طرح برزخی حیات ہے۔

جواب

ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور آپ کی حیات دنیا کی سی ہے بلا مکلف ہونے کے اور یہ حیات مخصوص ہے آں حضرتؐ اور تمام انبیاء علیہم السلام اور شہداء کے ساتھ برزخی نہیں ہے جو حاصل ہے تمام مسلمانوں بلکہ سب آدمیوں کو چنانچہ علامہ سیوطی نے اپنے رسالہ "انباء الاذکیا بحیاۃ الانبیاء" میں بتصریح لکھا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ علامہ تقی الدین سبکی نے فرمایا ہے کہ انبیاء وشہداء کی قبر میں حیات ایسی ہے جیسی دنیا میں تھی اور موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قبر میں نماز پڑھنا اس کی دلیل ہے کیونکہ نماز زندہ جسم کو چاہتی ہے۔ الخ پس اس سے ثابت ہوا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات دنیوی ہے اور اس معنے کر برزخی بھی ہے کہ عالم

البرزخ ولشيخنا شمس الاسلام و
الدين محمد قاسم العلوم على
المستفيدين قدس الله سره العزيز
في هذا المبحث رسالة مستقلة
دقيقة المأخذ بديعة المسلك لم
ير مثلها قد طبعت وشاعت في الناس
واسمها آب حيات أي ماء الحيوة

برزخ میں حاصل ہے اور ہمارے شیخ مولانا
محمد قاسم صاحب قدس سرہ کا اس بحث میں
ایک مستقل رسالہ بھی ہے نہایت دقیق اور
انوکھے طرز کا بے مثل جو طبع ہو کر لوگوں میں
شائع ہو چکا ہے۔ اس کا نام آب حیات
ہے۔

السوال السادس

چھٹا سوال

هل للداعي في المسجد النبوي أن
يجعل وجهه الى القبر المنيف ويسأل
من المولى الجليل متوسلا بنبيه
الفخيم النبيل۔

کیا جائز ہے مسجد نبوی میں دعا کرنے والے کو
یہ صورت کہ قبر شریف کی طرف منہ کر کے
کھڑا ہو اور حضرتؐ کا واسطہ دے کر حق تعالیٰ
سے دعا مانگے۔

الجواب

جواب

اختلف الفقهاء في ذلك كما ذكره
الملا علي القاري رحمه الله تعالى
في المسلك المتقسط فقال ثم
اعلم انه ذكر بعض مشائخنا كابي
الليث ومن تبعه كالكرماني والسروجي

اس میں فقہاء کا اختلاف ہے جیسا کہ ملا
علی قاریؒ نے مسلک متقسط میں ذکر کیا ہے
فرماتے ہیں معلوم کرو کہ ہمارے بعض مشائخ
ابو اللیث اور ان کے پیرو کرمانی و سروجی
وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ زیارت کرنے والے

انه يقف الزائر مستقبل القبلة كذا
رواه الحسن عن ابي حنيفة رضي
الله عنهما ثم نقل عن ابن الهمام
بأن ما نقل عن ابي الليث مردود
بما روى ابو حنيفة عن ابن عمر
رضي الله عنه انه قال من السنة
ان تاتي قبر رسول الله صلى الله عليه
وسلم فتستقبل القبر بوجهك ثم
تقول "السلام عليك ايها النبي و
رحمة الله وبركاته" ثم ايده برواية
اخرى اخرجها مجد الدين اللغوي
عن ابن المبارك قال سمعت ابا حنيفة
يقول قدم ابو ايوب السختياني وانا
بالمدينة فقلت لانظرن ما يصنع
فجعل ظهره مما يلي القبلة ووجهه
مما يلي وجه رسول الله صلى الله
عليه وسلم وبكى غير متباك فقام
مقام فقيه ثم قال العلامة القاري
بعد نقله وفيه تنبيه على ان هذا
هو مختار الامام بعد ما كان مترددا
في مقام المرام ثم الجمع بين الروايتين

کہ قبلہ کی طرف منہ کرکے کھڑا ہونا چاہیے جیسا
کہ امام حسن نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے
روایت کی ہے۔ اس کے بعد ابن ہمام سے
نقل کیا ہے کہ ابو اللیث کی روایت نا مقبول
ہے۔ اس لیے کہ امام ابوحنیفہؒ نے حضرت
ابن عمر رضی اللہ عنہم سے روایت کی ہے کہ
سنت یہ ہے کہ جب تم قبر شریف پر حاضر
ہو تو قبر مطہر کی طرف منہ کرکے اس طرح کہو
"آپ پر سلام نازل ہو اے نبی اور اللہ تعالیٰ کی
رحمت و برکات نازل ہوں" پھر اس کی تائید میں
دوسری روایت لائے ہیں جس کو مجدالدین لغوی نے
ابن المبارک سے نقل کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں میں
نے امام ابوحنیفہؒ کو اس طرح فرماتے سنا کہ جب
ابو ایوب سختیانیؒ مدینہ منورہ میں آئے تو میں بھی وہیں تھا
میں نے کہا میں ضرور دیکھوں گا یہ کیا کرتے ہیں
سو انہوں نے قبلہ کی طرف پشت کی اور رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ مبارک کی طرف اپنا منہ
کیا اور بلا تصنع روئے تو بڑے فقیہ کی طرح قیام
کیا پھر اس کو نقل کرکے علامہ قاری فرماتے
ہیں اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہی صورت امام صاحب
کی پسندیدہ ہے۔ اس سے پہلے ان کو تردد تھا۔ پھر علامہ

ممكن الخ كلام الشريف فظهر بهذا انه يجوز كلا الامرين لكن المختار ان يستقبل وقت الزيارة وجهه الشريف صلى الله عليه وسلم وهو المأخوذ به عندنا وعليه عملنا وعمل مشائخنا وهكذا الحكم في الدعاء كما روي عن مالك رحمه الله تعالى لما سأله بعض الخلفاء وقد صرح به مولانا الكنكوهي في رسالته زبدة المناسك واما مسئلة التوسل فقد مرت في نمرة ٣، ٤، ٥

سے یہ بھی کہا کہ دونوں روایتوں میں تطبیق ممکن ہے الخ۔ غرض اس سے ظاہر ہو گیا کہ جائز دونوں صورتیں ہیں مگر اولیٰ یہی ہے کہ زیارت کے وقت چہرۂ مبارک کی طرف منہ کر کے کھڑا ہونا چاہیے اور یہی ہمارے نزدیک معتبر ہے اور اسی پر ہمارا اور ہمارے مشائخ کا عمل ہے اور یہی حکم دعا مانگنے کا ہے جیسا کہ امام مالک سے مروی ہے جبکہ ان سے کسی خلیفہ نے یہ مسئلہ دریافت کیا تھا اور اس کی تصریح مولانا گنگوہی نے رسالہ زبدۃ المناسک میں کر دی ہے اور توسل کا مسئلہ بھی نمبر ۳، ۴، ۵ میں گزر چکا ہے

السؤال السابع

ساتواں سوال

ما قولكم في تكثير الصلوة على النبي صلى الله عليه وسلم وقراءة دلائل الخيرات والاوراد.

کیا فرماتے ہو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کثرت درود بھیجنے اور دلائل الخیرات اور وظائف کے پڑھنے کی بابت۔

الجواب

جواب

يستحب عندنا تكثير الصلوة على النبي صلى الله عليه وسلم وهو من ارجى

ہمارے نزدیک حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف کی کثرت مستحب اور نہایت موجب

الطاعات واحب المندوبات سواء كان بقراءة الدلائل والاوراد الصلواتية المؤلفة في ذلك او بغيرها ولكن الافضل عندنا ما صح بلفظه صلى الله عليه وسلم ولو صلى بغير ما ورد عنه صلى الله عليه وسلم لم يخل من الفضل ويستحق بشارة من صلى علي صلاة صلى الله عليه عشرا وكان شيخنا العلامة الكنكوهي يقرء الدلائل وكذلك المشائخ الآخر من ساداتنا وقد كتب في ارشاداته مولانا ومرشدنا قطب العالم حضرة الحاج امداد الله قدس الله سره العزيز وامر اصحابه بان يقرءوه وكانوا يروون الدلائل رواية وكان يجيز اصحابه بالدلائل مولانا الكنكوهي رحمة الله عليه.

البتہ ثواب طاعت ہے خواہ دلائل الخیرات پڑھ کر ہو یا درود شریف کے دیگر رسائل مؤلفہ کی تلاوت سے ہو لیکن افضل ہمارے نزدیک وہ درود ہے جس کے لفظ بھی حضرت سے منقول ہیں گو غیر منقول کا پڑھنا بھی فضیلت سے خالی نہیں اور اس بشارت کا مستحق ہو ہی جائیگا کہ جس نے مجھ پر ایک بار درود پڑھا حق تعالیٰ اس پر دس مرتبہ رحمت بھیجے گا۔ خود ہمارے شیخ حضرت مولانا گنگوہی قدس سرہ اور دیگر مشائخ دلائل الخیرات پڑھا کرتے تھے۔

اور مرشدنا حضرت حاجی امداد اللہ شاہ مہاجر مکی قدس سرہ نے اپنے ارشادات میں تحریر فرماکر مریدوں کو امر بھی کیا ہے کہ دلائل کا ورد بھی رکھیں اور ہمارے مشائخ ہمیشہ دلائل کی روایت کرتے رہے اور مولانا گنگوہی بھی اپنے مریدوں کو اجازت دیتے رہے ہے۔

السؤال الثامن والتاسع والعاشر — آٹھواں نواں اور دسواں سوال

هل يصح لرجل ان يقلد احدا من الائمة الاربعة في جميع الاصول والفروع ام

تمام اصول و فروع میں چاروں اماموں میں سے کسی ایک امام کا مقلد بن جانا درست ہے یا نہیں

وعلى تقدير الصحة هل هو مستحب ام واجب ومن تقلدون من الائمة فروعاً واصولاً

اور اگر درست ہے تو مستحب ہے یا واجب، اور تم کس امام کے مقلد ہو۔

الجواب

لابد للرجل في هذا الزمان ان يقلد احدا من الائمة الاربعة رضي الله تعالى عنهم بل يجب فانا جربنا كثيرا ان مآل ترك تقليد الائمة واتباع راي نفسه وهواها السقوط في حفرة الالحاد والزندقة اعاذنا الله منها ولاجل ذلك نحن ومشايخنا مقلدون في الاصول والفروع لامام المسلمين ابي حنيفة رضي الله تعالى عنه اماتنا الله عليه وحشرنا في زمرته ولمشايخنا في ذلك تصانيف عديدة شاعت واشتهرت في الآفاق.

جواب

اس زمانہ میں نہایت ضروری ہے کہ چاروں اماموں میں سے کسی ایک کی تقلید کی جائے بلکہ واجب ہے کیونکہ ہم نے تجربہ کیا ہے کہ ائمہ کی تقلید چھوڑنے اور اپنے نفس و ہوا کے اتباع کرنے کا انجام الحاد و زندقہ کے گڑھے میں جا گرنا ہے۔ اللہ پناہ میں رکھے اور اسی وجہ ہم اور ہمارے مشائخ تمام اصول و فروع میں امام المسلمین ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے مقلد ہیں۔ خدا کرے اسی پر ہماری موت ہو اور اسی زمرہ میں ہمارا حشر ہو، اور اس بحث میں ہمارے مشائخ کی بہترین تصانیف دنیا میں مشہور و شائع ہو چکی ہیں۔

السؤال الحادي عشر

گیارہواں سوال

وهل يسوغ عندكم الاشتغال

کیا صوفیہ کرام کے اشغال میں مشغول ہونا اور ان سے

الصوفية وبيعتهم وهل تقولون بصحة وصول الفيوض الباطنية عن صدور الأكابر وقبورهم وهل يستفيد أهل السلوك من روحانية المشائخ الأجلة أم لا؟

بیعت ہونا تمہارے نزدیک جائز ہے یا نہیں اور اکابر کے سینہ اور قبر کے باطنی فیضان پہنچنے کے تم قائل ہو یا نہیں اور مشائخ کی روحانیت سے اہل سلوک کو نفع پہنچتا ہے یا نہیں۔

الجواب

جواب

يستحب عندنا إذا فرغ الإنسان من تصحيح العقائد وتحصيل المسائل الضرورية من الشرع أن يبايع شيخاً راسخ القدم في الشريعة زاهداً في الدنيا راغباً في الآخرة قد قطع عقبات النفس وتمرن في المنجيات وتبتل عن المهلكات كاملاً مكملاً ويضع يده في يده ويحبس نظره في نظره ويشتغل باشتغال الصوفية من الذكر والفكر والفناء الكلي فيه ويكتسب النسبة التي هي النعمة العظمى والغنيمة الكبرى وهي المعبر عنها بلسان الشرع بالإحسان وأما من لم يتيسر له ذلك ولم يقدر له ما هنالك فيكفيه الانسلاك بسلكهم والانخراط في حزبهم فقد قال رسول الله صلى

ہمارے نزدیک مستحب ہے کہ انسان جب عقائد کی درستی اور شرع کے مسائل ضروریہ کی تحصیل سے فارغ ہو جائے تو ایسے شیخ سے بیعت ہو جو شریعت میں راسخ القدم ہو دنیا سے بے رغبت ہو آخرت کا طالب ہو نفس کی گھاٹیوں سے گذر چکا ہو خوگر ہو نجات دہندہ اعمال کا اور علیحدہ ہو مہلک افعال سے خود بھی کامل ہو اور دوسروں کو بھی کامل بنا سکتا ہو ایسے مرشد کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر اپنی نظر اس کی نظر میں محبوس رکھے اور صوفیہ کے اشغال یعنی ذکر و فکر اور اس میں فنائے کامل کے ساتھ مشغول ہو اور اس نسبت کا اکتساب کرے جو نعمت عظمیٰ اور غنیمت کبریٰ ہے جس کو شرع میں لسان کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے اور جس کو یہ نعمت میسر نہ ہو اور وہاں تک رسائی نہ ہو سکے اس کو بزرگوں کے سلسلہ میں شامل ہو جانا ہی کافی ہے کیونکہ رسول اللہ صلی

الله عليه وسلم المرء مع من أحب أولئك قوم لا يشقى جليسهم بحمد الله تعالى وحسن إنابته نحن ومشائخنا قد دخلوا في بيعتهم واشتغلوا بأشغالهم وتصدوا للإرشاد والتلقين والحمد لله على ذلك وأما الاستفادة من روحانية المشائخ الأجلة ووصول الفيوض الباطنية من صدورهم أو قبورهم فيصح على الطريقة المعروفة في أهلها وخواصها لا بما هو شائع في العوام!

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ آدمی اس کے ساتھ ہے جس کے ساتھ اسے محبت ہو۔ وہ ایسے لوگ ہیں جن کے پاس بیٹھنے والا محروم نہیں رہ سکتا اور بحمد اللہ ہم اور ہمارے مشائخ ان حضرات کی بیعت میں داخل اور ان کے اشغال کے شاغل اور ارشاد و تلقین کے درپے رہے ہیں والحمد للہ علیٰ ذلک، اب رہا مشائخ کی روحانیت سے استفادہ اور ان کے سینوں اور قبروں سے باطنی فیض پہنچنا سو بیشک صحیح ہے مگر اس طریق سے جو اس کے اہل اور خواص کو معلوم ہے نہ اس طرز سے جو عوام میں رائج ہے۔

السؤال الثاني عشر

بارھواں سوال

قد كان محمد بن عبد الوهاب النجدي يستحل دماء المسلمين وأموالهم وأعراضهم وكان ينسب الناس كلهم إلى الشرك ويسب السلف فكيف ترون ذلك وهل تجوزون تكفير السلف والمسلمين وأهل القبلة أم كيف مشربكم؟

محمد بن عبد الوہاب نجدی حلال سمجھتا تھا مسلمانوں کے خون اور ان کے مال و آبرو کو اور تمام لوگوں کو منسوب کرتا تھا شرک کی جانب اور سلف کی شان میں گستاخی کرتا تھا۔ اس کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے اور کیا سلف اور اہل قبلہ کی تکفیر کو تم جائز سمجھتے ہو یا کیا مشرب ہے؟

الجواب

الحكم عند تأويلهم كما قال صاحب
الدر المختار وخوارج هم قوم
لهم منعة خرجوا عليه بتأويل يرون
انه على باطل كفر او معصية توجب
قتاله بتأويلهم يستحلون دماءنا و
اموالنا ويسبون نساءنا الى ان قال
وحكمهم حكم البغاة ثم قال وانما
لم نكفرهم لكونه عن تاويل وان كان
باطلا۔ وقال الشامى فى حاشيته كما
وقع فى زماننا فى اتباع عبد الوهاب
الذين خرجوا من نجد وتغلبوا على
الحرمين وكانوا ينتحلون مذهب
الحنابلة لكنهم اعتقدوا انهم هم
المسلمون وان من خالف اعتقادهم
مشركون واستباحوا بذلك قتل اهل
السنة وقتل علمائهم حتى كسر الله
شوكتهم ثم اقول ليس هو ولا احد
من اتباعه وشيعته من مشائخنا فى
سلسلة من سلاسل العلم من الفقه

جواب

ہمارے نزدیک ان کا حکم وہی ہے جو صاحب
در مختار نے فرمایا ہے اور خوارج ایک جماعت
ہے جو شوکت والی جنہوں نے امام پر چڑھائی کی تھی
تاویل سے کہ امام کو باطل یعنی کفر یا ایسی معصیت
کا مرتکب سمجھتے تھے جو قتال کو واجب کرتی ہے
اس تاویل سے یہ لوگ ہماری جان و مال کو حلال
سمجھتے اور ہماری عورتوں کو قید بناتے ہیں آگے
فرماتے ہیں ان کا حکم باغیوں کا ہے اور پھر یہ
بھی فرمایا کہ ہم ان کی تکفیر صرف اس لیے نہیں
کرتے کہ یہ فعل تاویل سے ہے اگرچہ باطل ہی سہی
اور علامہ شامی نے اس کے حاشیے میں فرمایا ہے
جیسا کہ ہمارے زمانے میں عبدالوہاب کے تابعین
سے سرزد ہوا کہ نجد سے نکل کر حرمین شریفین پر متغلب
ہوئے اپنے کو حنبلی مذہب بتاتے رہے مگر ان کا
عقیدہ یہ تھا کہ بس وہی مسلمان ہیں اور جو ان کے
عقیدے کے خلاف ہو وہ مشرک ہے اور اسی بنا پر
انہوں نے اہل سنت اور علمائے اہل سنت کا قتل مباح
سمجھ رکھا تھا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی شوکت
توڑ دی اس کے بعد میں کہتا ہوں کہ عبدالوہاب

في الحديث والتفسير والتصوف ولا
استحلال دماء المسلمين وأموالهم و
أعراضهم فأما أن يكون بغير حق أو
بحق فإن كان بغير حق فإما أن يكون
من غير تأويل فكفر وخروج عن
الإسلام وإن كان بتأويل لا يسوغ
في الشرع ففسق وأما إن كان بحق
فجائز بل واجب وأما تكفير السلف
من المسلمين فحاشا أن نكفر أحدًا
منهم بل هو عندنا رفض وابتداع
في الدين وتكفير أهل القبلة من
المبتدعين فلا نكفرهم ما لم ينكروا
حكمًا ضروريًا من ضروريات الدين
فإذا ثبت إنكار أمر ضروري من الدين
نكفرهم ونحتاط فيه وهذا دأبنا و
دأب مشايخنا رحمهم الله تعالى۔

اس کا یہ کہ کوئی شخص ایسا ہو جائے کسی سلسلہ مشائخ
میں نہیں نہ تفسیر و نحو و حدیث کے کسی سلسلہ
میں نہ تصوف میں۔ اب رہا مسلمانوں کی جان
مال و آبرو کا حلال کہنا، سو اگر ناحق ہوگا یعنی
پھر اگر ناحق ہے تو اگر بلا تاویل ہوگا تو کفر اور
خارج از اسلام ہوتا ہے۔ اور اگر ایسی تاویل
سے ہے جو شرعاً جائز نہیں تو فسق ہے۔ اور
اگر حق ہو تو جائز بلکہ واجب ہے۔ باقی رہا
سلف اہل اسلام کو کافر کہنا سو حاشا ہم ان
میں سے کسی کو کافر کہتے یا سمجھتے ہوں بلکہ یہ
فعل ہمارے نزدیک رفض اور دین میں اختراع
ہے ہم تو ان بدعتیوں کو بھی جو اہل قبلہ ہیں جب
تک دین کے کسی ضروری حکم کا انکار نہ کریں
کافر نہیں کہتے۔ ہاں جس وقت دین کے کسی
ضروری امر کا انکار ثابت ہو جائیگا تو کافر کہیں گے
اور احتیاط کریں گے یہی طریقہ ہمارا اور ہمارے
جملہ مشائخ رحمہم اللہ کا ہے۔

السؤال الثالث عشر والرابع عشر — تیرھواں اور چودھواں سوال

ما قولكم في أمثال قوله تعالى الرحمن

کیا کہتے ہو حق تعالیٰ کے اس قسم کے قول میں کہ

على العرش استوى هل تجوزون
اثبات جهة ومكان للباري تعالى
ام كيف رأيكم فيه ؟

الجواب

قولنا في امثال تلك الآيات انا نؤمن
بها ولا يقال كيف ونؤمن بالله سبحانه
وتعالى متعال ومنزه عن صفات
المخلوقين وعن سمات النقص و
الحدوث كما هو رأي قدمائنا. واما
ما قال المتأخرون من ائمتنا في تلك
الآيات يأولونها بتأويلات صحيحة
سائغة في اللغة والشرع بانه يمكن ان
يكون المراد من الاستواء الاستيلاء
ومن اليد القدرة الى غير ذلك تقريبا
الى افهام القاصرين فحق ايضا عندنا
واما الجهة والمكان فلا نجوز اثباتهما
له تعالى ونقول انه تعالى منزه ومتعال
عنهما وعن جميع سمات الحدوث

رحمٰن عرش پر مستوی ہوا کیا جائز سمجھتے ہو باری
تعالیٰ کے لیے جہت و مکان کا ثابت کرنا یا کیا
رائے ہے ؟

جواب

اس قسم کی آیات میں ہمارا مذہب یہ ہے
کہ ان پر ایمان لاتے ہیں اور کیفیت سے بحث
نہیں کرتے یقیناً جانتے ہیں کہ اللہ سبحانہ
تعالیٰ مخلوق کے اوصاف سے منزہ اور نقص و
حدوث کی علامات سے مبرا ہے جیسا کہ ہمارے
متقدمین کی رائے ہے اور ہمارے متاخرین
اماموں نے ان آیات میں جو صحیح اور لغت و
شرع کے اعتبار سے جائز تاویلیں فرمائی ہیں
تاکہ کم فہم سمجھ لیں مثلاً یہ کہ ممکن ہے استواء سے
مراد غلبہ ہو اور ہاتھ سے مراد قدرت، تو یہ بھی
ہمارے نزدیک حق ہے البتہ جہت و مکان کا
اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت کرنا ہم جائز نہیں سمجھتے
اور یوں کہتے ہیں کہ وہ جہت و مکانیت اور
جملہ علامات حدوث سے منزہ و عالی ہے۔

السؤال الخامس عشر

پندرھواں سوال

هل ترون احداً افضل من النبي صلى الله عليه وسلم من الكائنات؟

کیا تمہاری رائے یہ ہے کہ مخلوق میں سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی کوئی افضل ہے؟

الجواب

جواب

اعتقادنا واعتقاد مشائخنا ان سيدنا ومولانا وحبيبنا وشفيعنا محمداً رسول الله صلى الله عليه وسلم افضل الخلائق كافة وخيرهم عند الله تعالى لا يساويه احد بل لا يدانيه في القرب من الله تعالى والمنزلة الرفيعة عنده وهو سيد الانبياء والمرسلين وخاتم الاصفياء والنبيين كما ثبت بالنص وهو الذي نعتقده وندين الله تعالى به وقد صرح به مشائخنا في غير ما تصنيف

ہمارا اور ہمارے مشائخ کا عقیدہ یہ ہے کہ سیدنا ومولانا وحبیبنا وشفیعنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوق سے افضل اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بہتر ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے قرب ومنزلت میں کوئی شخص آپ کے برابر تو کیا، قریب بھی نہیں ہو سکتا۔ آپ سردار ہیں مجملہ انبیاء اور رسل کے اور خاتم ہیں سارے برگزیدہ گروہ کے جیسا کہ نصوص سے ثابت ہے اور یہی ہمارا عقیدہ ہے اور یہی دین وایمان۔ اس کی تصریح ہمارے مشائخ بہتیری تصانیف میں کر چکے ہیں۔

السوال السادس عشر

سولھواں سوال

أتجوزون وجود نبي بعد النبي عليه الصلوٰة والسلام وهو خاتم النبيين وقد تواتر معنى قوله عليه السلام لا نبي بعدي وانعقد عليه الإجماع وكيف رأيكم فيمن جوز وقوع ذلك مع وجود هذه النصوص وهل قال أحد منكم أو من أكابركم ذلك.

کیا کسی نبی کا وجود جائز سمجھتے ہو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد حالانکہ آپ خاتم النبیین ہیں اور معناً درجۂ تواتر کو پہنچ گیا ہے آپ کا ارشاد کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں اور اس پر اجماع امت منعقد ہو چکا ہے اور جو شخص باوجود ان نصوص کے کسی نبی کا وقوع جائز جانے اس کے متعلق تمہاری رائے کیا ہے اور کیا تم میں سے یا تمہارے اکابر میں سے کسی نے ایسا کہا ہے۔

الجواب

جواب

اعتقادنا واعتقاد مشايخنا أن سيدنا ومولانا وحبيبنا وشفيعنا محمدا رسول الله صلى الله عليه وسلم خاتم النبيين لا نبي بعده كما قال الله تبارك وتعالى في كتابه ولكن رسول الله وخاتم النبيين وثبت بأحاديث كثيرة متواترة المعنى وبإجماع الأمة وحاشا أن يقول أحد

ہمارا اور ہمارے مشائخ کا عقیدہ یہ ہے کہ ہمارے سردار و آقا اور پیارے شفیع محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے۔ ولکن محمد اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔ اور یہی ثابت ہے بکثرت حدیثوں سے جو معناً حد تواتر تک پہنچ گئیں اور نیز اجماع امت سے سو حاشا کہ

ما خلاف ذلك فانه من انكر ذلك
فهو عندنا كافر لانه منكر للنص
القطعي الصريح نعم شيخنا ومولانا العلامة
الاذكى المدققين المولوي محمد قاسم
النانوتوي رحمه الله تعالى ابدى بدقة
نظره تدقيقا بديعا اكمل خاتميته
على وجه الكمال واتمها على وجه
التمام فانه رحمه الله تعالى قال في
رسالته المسماة بتحذير الناس ما
حاصله ان الخاتمية جنس تحته
نوعان احدهما خاتمية زمانية
وهو ان يكون زمان نبوته صلى الله
عليه وسلم متاخرا عن زمان نبوة
جميع الانبياء ويكون خاتما لنبوتهم
بالزمان والثاني خاتمية ذاتية و
هي ان يكون نفس نبوته صلى الله
عليه وسلم ختمت بها وانتهت اليها
نبوة جميع الانبياء وكما انه صلى الله
عليه وسلم خاتم النبيين بالزمان كذلك
هو صلى الله عليه وسلم خاتم النبيين بالذات فان كل ما
بالعرض يختم على ما بالذات وينتهي اليه و
لا يتعداه ولما كان نبوته

ہم میں سے کوئی اس کے خلاف کیسے کر سکتا ہو
اس کا منکر ہے وہ ہمارے نزدیک کافر ہے
اس لیے کہ منکر ہے نص صریح قطعی کا، ہاں ہمارے
شیخ و مولانا مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی
رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی دقت نظر سے عجیب
دقیق مضمون بیان فرما کر آپ کی خاتمیت کو
کامل و تمام ظاہر فرمایا ہے جو کچھ مولانا نے اپنے
رسالہ "تحذیر الناس" میں بیان فرمایا ہے اس
کا حاصل یہ ہے کہ خاتمیت ایک جنس ہے جس
کے تحت میں دو نوع داخل ہیں، ایک خاتمیت
باعتبار زمانہ وہ یہ کہ آپ کی نبوت کا زمانہ تمام
انبیاء کی نبوت کے زمانہ سے متاخر ہے اور
آپ بحیثیت زمانہ کے سب کی نبوت کے
خاتم ہیں، اور دوسری نوع خاتمیت باعتبار
ذات، جس کا مطلب یہ ہے کہ آپ ہی کی
نبوت ہے جس پر تمام انبیاء کی نبوت ختم و
منتہی ہوئی اور جیسا کہ آپ خاتم النبیین ہیں
باعتبار زمانہ اسی طرح آپ خاتم النبیین ہیں
بالذات کیونکہ ہر وہ شے جو بالعرض ہو ختم ہوتی
ہے اس پر جو بالذات ہو اس سے آگے
سلسلہ نہیں چلتا اور جبکہ آپ کی نبوت بالذات

صلی اللہ علیہ وسلم بالذات ونبوۃ
سائر الانبیاء بالعرض لان نبوتہم
علیہم السلام بواسطۃ نبوتہ صلی اللہ
علیہ وسلم وھو الفرد الاکمل الاوحد
الاجمل قطب دائرۃ النبوۃ والرسالۃ
وواسطۃ عقدھا فھو خاتم النبیین
ذاتاً وزماناً ولیس خاتمیتہ صلی اللہ
علیہ وسلم منحصرۃ فی الخاتمیۃ
الزمانیۃ فانہ لیس کبیر فضل
ولا زیادۃ رفعۃ ان یکون زمانہ
صلی اللہ علیہ وسلم متاخرا من زمان
الانبیاء قبلہ بل السیادۃ الکاملۃ و
الرفعۃ البالغۃ والمجد الباھر و
الفخر الزاھر تبلغ غایتہا اذا کان
خاتمیتہ صلی اللہ علیہ وسلم ذاتاً و
زماناً واما اذا اقتصر علی الخاتمیۃ
الزمانیۃ فلا تبلغ سیادتہ ورفعتہ صلی
اللہ علیہ وسلم کمالہا ولا یحصل لہ
الفضل بکلیتہ وجامعیتہ وھذا
من تحقیق منہ رحمہ اللہ تعالی ظہر لہ
فی مکاشفات فی اعظام شانہ و

ہے اور تمام انبیاء علیہم السلام کی نبوت بالعرض
اس لیے کہ سارے انبیاء کی نبوت آپ کی نبوت
کے واسطہ سے ہے اور آپ ہی فرد اکمل یگانہ
اور دائرہ رسالت ونبوت کے مرکز اور عقد
نبوت کے واسطہ ہیں پس آپ خاتم النبیین
ہیں ذاتاً بھی اور زماناً بھی اور آپ کی خاتمیت
صرف زمانہ کے اعتبار سے نہیں ہے اس لیے
کہ یہ کوئی بڑی فضیلت نہیں کہ آپ کا زمانہ انبیاء
سابقین کے زمانہ سے پیچھے ہے بلکہ کامل
سرداری اور غایت رفعت اور انتہا درجہ
کا شرف اسی وقت ثابت ہوگا جبکہ آپ کی
خاتمیت ذات اور زمانہ دونوں اعتبار سے
ہو ورنہ محض زمانہ کے اعتبار سے خاتم الانبیاء
ہونے سے آپ کی سیادت ورفعت مرتبہ
کمال کو پہنچے گی اور نہ آپ کو جامعیت فضل
کلی کا شرف حاصل ہوگا اور یہ تحقیق مصنف جناب
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جلالت و
رفعت شان وعظمت کے بیان میں مولانا
کا مکاشفہ ہے ہمارے خیال میں تمام
متقدمین اور اولیاء متبحرین میں سے کسی کا
ذہن اس میدان کے نواح تک بھی نہیں گیا ہم

أجلال برهانه وتفضيله وتبجيله صلى الله عليه وسلم كما حققه المحققون من ساداتنا العلماء كالشيخ الأكبر والتقي السبكي وقطب العالم الشيخ عبد القدوس الگنگوهي رحمهم الله تعالى لم يحم حول سرادقات ساحته فما نظن رمى ذهن كثير من العلماء المتقدمين والأذكياء المتبحرين هو عند المبتدعين من أهل الهند كفر وضلال ويوسوسون إلى أتباعهم وأوليائهم أنه إنكار لخاتميته صلى الله عليه وسلم. فهيهات وهيهات و لعمري إنه لافترى الفرية ولعظم زور وبهتان بلا امتراء ما حملهم على ذلك إلا الحقد والشحناء والحسد والبغضاء لأهل الله تعالى وخواص عباده وكذلك جرت السنة الإلهية في أنبيائه وأوليائه.

وہ ہندوستان کے بدعتیوں کے نزدیک کفر و ضلال بن گیا۔

یہ بدعتی اپنے چیلوں اور تابعین کو یہ وسوسہ دلاتے ہیں کہ یہ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کا انکار ہے۔ افسوس، صد افسوس! قسم ہے اپنی زندگی کی کہ ایسا کہنا پہلے درجہ کا افترا ہے اور بڑا جھوٹ و بہتان ہے۔ جس کا باعث بغض کینہ و عداوت و بغض ہے۔ اہل اللہ اور اس کے خاص بندوں کے ساتھ اور سنت اللہ اسی طرح جاری رہی ہے انبیاء اور اولیاء میں۔

السؤال السابع عشر

سترھواں سوال

هل تقولون إن النبي صلى الله عليه

کیا تم اس کے قائل ہو کہ جناب رسول اللہ

وسلم لا فضل علينا إلا كفضل الأخ الأكبر على الأخ الأصغر لا غير وهل كتب أحد منكم هذا المضمون في كتاب.

صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم پر بس اتنی ہی فضیلت ہے جیسے بڑے بھائی کو چھوٹے بھائی پر ہوتی ہے اور کیا تم میں سے کسی نے کسی کتاب میں یہ مضمون لکھا ہے۔

الجواب

ليس أحد منا ولا من أسلافنا الكرام معتقدا بهذا البتة ولا نظن شخصا من ضعفاء الإيمان أيضا يتفوه بمثل هذه الخرافات ومن يقل أن النبي عليه السلام ليس له فضل علينا إلا كما يفضل الأخ الأكبر على الأصغر فنعتقد في حقه أنه خارج عن دائرة الإيمان وقد صرحت تصانيف جميع الأكابر من أسلافنا بخلاف ذلك وقد بينوا وصرحوا وجوه فضائله وانما انه عليه السلام علينا معشر الأمة بوجوه عديدة بحيث لا يمكن إثبات مثل بعض تلك الوجوه لشخص من الخلائق فضلا عن جملتها وإن

جواب

ہم میں اور ہمارے بزرگوں میں سے کسی کا یہ عقیدہ نہیں ہے اور ہمارے خیال میں کوئی ضعیف الایمان بھی ایسی خرافات زبان سے نہیں نکال سکتا اور جو اس کا قائل ہو کہ نبی کریم علیہ السلام کو ہم پر بس اتنی ہی فضیلت ہے جتنی بڑے بھائی کو چھوٹے بھائی پر ہوتی ہے تو اس کے متعلق ہمارا عقیدہ ہے کہ وہ دائرۂ ایمان سے خارج ہے اور ہمارے تمام گزشتہ اکابر کی تصنیفات میں اس عقیدہ واہیہ کا خلاف مصرح ہے اور وہ حضرات جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قدر وجوہ فضائل امت پر تصریحاً اس قدر بیان کر چکے اور لکھ چکے ہیں کہ ان میں سے کچھ کو مخلوق میں سے کسی شخص کے لئے ثابت نہیں ہو سکتے، اگر کوئی شخص

افتری احد بمثل هذه الخرافات
الواهية علينا وعلى اسلافنا فلا
اصل له ولا ينبغي ان يلتفت اليه
اصلا فان كونه عليه السلام افضل
البشر قاطبة واشرف الخلق كافة و
سيادته عليه السلام على المرسلين
وامامته النبيين من الامور
القطعية التي لا يمكن لمؤمن مسلم
ان يتردد فيه اصلا ومع هذا ان
نسب الينا احد من امثال هذه
الخرافات فليبين محل من تصانيفنا حتى
تظهر على كل منصف فهيم جهالته
وسوء فهمه مع الحادة وسوء ديانته
بحوله تعالى وقوته القوية۔

ایسی واہیات خرافات کا ہم پر یا ہمارے
بزرگوں پر بہتان باندھے رہیے اس کی بے اصل ہے اور
اس کی طرف توجہ بھی مناسب نہیں اس لیے
کہ حضرت کا افضل البشر اور تمام مخلوقات
سے اشرف اور جمیع پیغمبروں کا سردار اور
سارے نبیوں کا امام ہونا ایسا قطعی امر ہے
جس میں ادنیٰ مسلمان بھی تردد نہیں کر سکتا اور
باوجود اس کے بھی اگر کوئی شخص ایسی خرافات
ہماری جانب منسوب کرے تو اسے ہماری
تصنیفات میں موقع و محل بتانا چاہیے تاکہ
ہم ہر سمجھدار منصف پر اس کی جہالت بد فہمی
اور الحاد و بد دینی ظاہر کریں۔

السؤال الثامن عشر

هل تقولون ان علم النبي عليه
السلام مقتصر على الاحكام الشرعية
فقط ام اعطي علوما متعلقة بالذات
والصفات والافعال للباري عز اسمه
والاسرار الخفية والحكم الالهية و

اٹھارھواں سوال

کیا تم اس کے قائل ہو کہ نبی علیہ السلام کو صرف
احکام شرعیہ کا علم ہے یا آپ کو حق تعالیٰ شانہٗ
کی ذات و صفات و افعال اور مخفی اسرار و
حکمت الٰہیہ وغیرہ کے اس قدر علوم
عطا ہوئے ہیں جن کے پاس تک مخلوق

غير ذلك مما لم يصل الى سرادقات جلاله
احد من الخلائق كائنا من كان۔

ہیں جس سے کوئی نہیں پہنچ سکتا۔

الجواب

نقول باللسان ونعتقد بالجنان ان
سيدنا رسول الله صلى الله عليه وسلم
اعلم الخلق قاطبة بالعلوم المتعلقة
بالذات والصفات والتشريعات من
الاحكام العملية والحكم النظرية و
الحقائق الحقة والاسرار الخفية
وغيرها من العلوم ما لم يصل الى
سرادقات ساحته احد من الخلائق
لا ملك مقرب ولا نبي مرسل ولقد
اعطي علم الاولين والآخرين وكان
فضل الله عليه عظيما ولكن لا يلزم
من ذلك علم كل جزئي جزئي من الامور
الحادثة في كل آن من اوان الزمان
حتى يضر غيبوبة بعضها عن مشاهدته
الشريفة ومعرفته المنيفة باعلميته
عليه السلام وسعته في العلوم وفضله
في المعارف على كافة الانام وان اطلع

جواب

ہم زبان سے قائل اور قلب سے معتقد اس امر کے
ہیں کہ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام
مخلوقات سے زیادہ علوم عطا ہوئے ہیں جن کو
ذات و صفات اور تشریعات یعنی احکام عملیہ و
حکم نظریہ اور حقائق حقہ اور اسرار خفیہ
وغیرہ سے تعلق ہے کہ مخلوق میں سے کوئی بھی
ان کے پاس تک نہیں پہنچ سکتا نہ مقرب فرشتہ
اور نہ نبی و رسول اور بیشک آپ کو اولین و
آخرین کا علم عطا ہوا اور آپ پر حق تعالیٰ کا فضل
عظیم ہے لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ
کو زمانہ کی ہر آن میں حادث ہونے والے
واقعات میں سے ہر ہر جزئی کی اطلاع و علم ہو کہ
اگر کوئی واقعہ آپ کے مشاہدۂ شریفہ سے غائب
رہے تو آپ کے علم اور معارف میں سارے خلائق
سے افضل ہونے اور وسعت علمی میں نقص آجائے
اگرچہ آپ کے علاوہ کوئی دوسرا شخص اس جزئی
سے آگاہ ہو جیسا کہ سلیمان علیہ السلام پر ہدہد واقف

عليها بعض من سواه من الخلائق و الهدهد كان لم يحط بعلمه سليمان عليه السلام في غيبه بما اطلع عليه الهدهد من عجائب الحوادث حيث يقول في القرآن قال: أَحَطتُ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهِ وَجِئْتُكَ مِن سَبَإٍ بِنَبَإٍ يَقِينٍ

مجھے یقین رہا کہ جس سے ڈھونڈ کر آیا ہوں ہوئی ایسی ہے سلیمان علیہ السلام کے احاطہ میں نہیں تھی نہیں آیا چنانچہ ہُد ہُد کہتی ہے کہ میں نے ایسی خبر پائی جس کی آپ کو اطلاع نہیں اور شہر سبا میں سے میں ایک یقینی خبر لے کر آئی ہوں۔

السؤال التاسع عشر

انیسواں سوال

اترون ان ابليس اللعين اعلم من سيد الكائنات عليه السلام واوسع علماً مطلقاً وهل كتبتم ذلك في تصنيف وما حكمكم على من اعتقد ذلك ـ

کیا تمہاری یہ رائے ہے کہ ملعون شیطان کا علم سید الکائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم سے زیادہ اور مطلقاً وسیع تر ہے اور کیا یہ مضمون تم نے اپنی کسی تصنیف میں لکھا ہے اور جس کا یہ عقیدہ ہو اس کا حکم کیا ہے؟

الجواب

جواب

قد سبق منا تحرير هذه المسئلة ان النبي عليه السلام اعلم الخلق على الاطلاق بالعلوم والحكم والاسرار وغيرها من ملكوت الآفاق ونتيقن ان من قال ان فلاناً اعلم من النبي عليه السلام

اس مسئلہ کو ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام کا علم حکم و اسرار وغیرہ کے متعلق مطلقاً تمام مخلوقات سے زیادہ ہے اور ہمارا یقین ہے کہ جو شخص یہ کہے کہ فلاں شخص نبی کریم علیہ السلام سے اعلم ہے وہ کافر ہے اور ہمارے حضرات

فقد كفر وقد اتفق مشائخنا بتكفير
من قال ان ابليس اللعين اعلم من النبي
عليه السلام فكيف يمكن ان نوجد هذه
المسئلة في تاليف ما من كتبنا غير انه
غيبوبة بعض الحوادث الجزئية الحقيرة
عن النبي عليه السلام لعدم التفاته اليه
لا تورث نقصا ما في اعلميته عليه السلام
بعدما ثبت انه اعلم الخلق بالعلوم
الشريفة اللائقة بمنصبه الاعلى كما لا
يورث الاطلاع على اكثر تلك الحوادث
الحقيرة لشدة التفات ابليس اليها شرفا
وكمالا علميا فيه فانه ليس عليها مدار
الفضل والكمال ومن ههنا لا يصح ان
يقال ان ابليس اعلم من سيدنا رسول
الله صلى الله عليه وسلم كما لا يصح ان يقال
لصبي علم بعض الجزئيات انه اعلم من
عالم متبحر محقق في العلوم والفنون الذي
غابت عنه تلك الجزئيات ولقد تلونا
عليك قصة الهدهد مع سليمان على
نبينا وعليه السلام وقوله اِنِّيْ اَحَطْتُ
بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ ودواوين الحديث ...

اس شخص کے کافر ہونے کا فتویٰ دے چکے ہیں
جو یوں کہے کہ شیطان ملعون کا علم نبی علیہ السلام سے
زیادہ ہے پھر بھلا یہ مسئلہ کسی تصنیف میں بھی
کہاں پایا جا سکتا ہے۔ ہاں کسی جزئی حادثہ حقیر
کا حضرت کو اس لیے معلوم نہ ہونا کہ آپ نے اس
کی جانب توجہ نہیں فرمائی آپ کے اعلم ہونے میں
کسی قسم کا نقصان نہیں پیدا کر سکتا جبکہ ثابت ہو
چکا کہ آپ ان شریف علوم میں جو آپ کے منصب
اعلیٰ کے مناسب ہیں ساری مخلوق سے بڑھے
ہوئے ہیں جیسا کہ شیطان کو بہت سے حقیر حادثوں
کی شدت التفات کے سبب اطلاع مل جانے سے
اس مردود میں کوئی شرافت اور علمی کمال حاصل
نہیں ہو سکتا کیونکہ ان پر فضل و کمال کا مدار نہیں ہے
اس سے معلوم ہوا کہ یوں کہنا کہ شیطان کا علم سیدنا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے زیادہ ہے
ہرگز صحیح نہیں جیسا کہ کسی بچے کو جسے کسی جزئی
کی اطلاع ہو گئی ہے یوں کہنا صحیح نہیں کہ فلاں
بچہ کا علم اس متبحر محقق مولوی سے زیادہ ہے جس
کو جملہ علوم و فنون معلوم ہیں مگر یہ جزئی معلوم نہیں
اور ہم ہدہد کا قصہ سلیمان علیہ السلام کے ساتھ پیش
آنے والا قصہ سنا چکے ہیں اور یہ آیت پڑھ چکے ہیں

دفاتر التفاسير مشحونة بنظائرها الكاثرة
المشتهرة بين الانام وقد اتفق الحكماء
على ان افلاطون وجالينوس وامثالهما
من اعلم الاطباء بكيفيات الادوية و
احوالها مع علمهم ان ديدان النجاسة
اعرف باحوال النجاسة وذوقها وكيفياتها
فلم تضر عدم معرفة افلاطون وجالينوس
هذه الاحوال الردية في اعلميتهما ولم
يرض احد من العقلاء والحمقى بان يقول
ان الديدان اعلم من افلاطون مع انها
اوسع علما من افلاطون باحوال النجاسة
ومبتدعة ديارنا يثبتون للذات الشريفة
النبوية عليها الف الف تحية وسلام
جميع علوم الاسافل الاراذل والافاضل
الاكابر قائلين انه عليه السلام لما كان
افضل الخلق كافة فلابد ان يحتوي على
علومهم جميعها كل جزئي جزئي وكل كلي كلي
فانكرنا اثبات هذا الامر بهذا القياس
الفاسدة بغير نص من النصوص المعتبرة
الا ترى ان كل مؤمن افضل واشرف
من ابليس فيلزم على هذا القياس ان يكون

کہ مجھے وہ اطلاع ہے جو آپ کو نہیں اور کتب
حدیث و تفسیر اس قسم کی مثالوں سے لبریز ہیں نیز
حکماء کا اس پر اتفاق ہے کہ افلاطون و جالینوس
وغیرہ بڑے طبیب ہیں جن کو دواؤں کی کیفیت و
حالات کا بہت زیادہ علم ہے۔ حالانکہ یہ بھی معلوم
ہے کہ نجاست کے کیڑے نجاست کی حالتوں اور
اور مزے اور کیفیتوں سے زیادہ واقف ہیں مگر
افلاطون و جالینوس کا ان ردی حالات سے ناواقف
ہونا ان کے اعلم ہونے کو مضر نہیں اور کوئی عقلمند
بلکہ احمق بھی یہ کہنے پر راضی نہ ہوگا کہ کیڑوں کا علم
افلاطون سے زیادہ ہے حالانکہ ان کا نجاست کے
احوال سے افلاطون کی نسبت زیادہ واقف ہونا
یقینی امر ہے اور ہمارے ملک کے بدعتی سرور
کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تمام شریف کمین
و اعلیٰ و ادنیٰ علم ثابت کرتے ہیں اور یوں کہتے ہیں
کہ جب آنحضرت ساری مخلوق سے افضل ہیں تو
ضرور سب ہی کے علوم جزئی ہوں یا کلی آپ کو
معلوم ہوں گے اور ہم نے بغیر کسی معتبر نص کے
محض اس فاسد قیاس کی بنا پر اس علم کلی و جزئی
کے ثبوت کا انکار کیا۔ ذرا غور تو کیجئے کہ ہر مسلمان
کو شیطان پر فضل و شرف حاصل ہے پس اس قیاس

كل شئ من اسرار العناصر باحاطة علم
ابليس ويلزم على ذلك ان يكون سليمان
على نبينا وعليه السلام عالماً بما علمه
الهدهد وان يكون افلاطون وجالينوس
عارفين بجميع معارف الشيطان ولوازم
بطلانها مشاهدة كما هو الشاهد وهذا
خلاصة ما قلناه في البراهين القاطعة
لعرق الاغبياء المارقين القاصم لاعناق
الدجاجلة المفترين فلم يكن بحثنا فيه الا
عن بعض الجزئيات المستحدثة ومن اجل
ذلك اتينا فيه بلفظ الاشارة حتى تدل
ان المقصود بالنفي والاثبات هنالك
تلك الجزئيات لا غير لكن المفسدين
يحرفون الكلام ولا يخافون محاسبة
الملك العلام وانا جازمون ان من قال
ان فلاناً اعلم من النبي عليه السلام فهو
كافر كما صرح به غير واحد من علمائنا
الكرام ومن افترى علينا بغير ما ذكرنا فعليه
بالبرهان خائفاً عن مناقشة الملك
الديان والله على ما نقول وكيل ۔

کی بنا پر لازم آنے گا کہ ہر ادنیٰ کو بھی شیطان کے
ہتھکنڈوں سے آگاہ ہونا، اور لازم آئے گا کہ حضرت
سلیمان علیہ السلام کو خبر ہو اس واقعہ کی جس سے ہدہد
نے جانا اور افلاطون و جالینوس واقف ہوں
گیدڑوں کی تمام واقفیتوں سے اور سارے لوازم
باطل ہیں چنانچہ مشاہدہ ہو رہا ہے۔ یہ ہمارے
قول کا خلاصہ ہے جو براہین قاطعہ میں بیان کیا
ہے جس سے کند ذہن بد دینوں کی رگیں کاٹ
دیں اور دجال و مفتری گروہ کی گردنیں توڑ دیں
سو اس میں ہماری بحث صرف بعض حادثات جزئیہ
میں تھی اور اسی لیے اشارہ کا لفظ ہم نے کہا تھا
تاکہ دلالت کرے کہ نفی و اثبات سے مقصود صرف
یہی جزئیات ہیں لیکن مفسدین کلام میں تحریف کیا
کرتے ہیں اور شاہنشاہ کے حساب سے ڈرتے نہیں۔
ہمارا پختہ عقیدہ ہے کہ جو شخص اس کا قائل ہو کہ فلاں
کا علم نبی علیہ السلام سے زیادہ ہے وہ کافر ہے
چنانچہ اس کی تصریح ایک نہیں ہمارے بہتیرے
علماء کر چکے ہیں اور جو شخص ہمارے بیان کے
خلاف ہم پر بہتان باندھے اس کو لازم ہے کہ
شاہنشاہ روز جزا سے خائف بن کر دلیل بیان
کرے اور اللہ ہمارے قول پر وکیل ہے

السؤال العشرون

أتعتقدون أن علم النبي صلى الله عليه وسلم يساوي علم زيد وبكر وبهائم أم تتبرؤون عن أمثال هذا وهل كتب الشيخ أشرف علي التهانوي في رسالته حفظ الإيمان هذا المضمون أم لا وبم تحكمون على من اعتقد ذلك.

بیسواں سوال

کیا تمہارا یہ عقیدہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا علم زید و بکر اور چوپایوں کے علم کے برابر ہے یا اس قسم کی خرافات سے تم بری ہو اور مولوی اشرف علی تھانوی نے اپنے رسالہ حفظ الایمان میں یہ مضمون لکھا ہے یا نہیں، اور جو یہ عقیدہ رکھے اس کا حکم کیا ہے؟

الجواب

أقول وهذا أيضا من افتراءات المبتدعين والدجاجلة الذين قد حرفوا معنى الكلام وأظهروا بحقد صدورهم خلاف مراد الشيخ دام ظله قاتلهم الله أنى يؤفكون قال الشيخ العلامة التهانوي في رسالته المسماة بحفظ الإيمان وهي رسالة صغيرة أجاب فيها عن ثلاثة مسائل سئل عنها. الأولى منها في السجدة التعظيمية للقبور والثانية في الطواف بالقبور والثالثة في إطلاق لفظ عالم الغيب على سيدنا رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال الشيخ ما حاصله

جواب

میں کہتا ہوں کہ یہ بھی بدعتیوں کا ایک افترا اور جھوٹ ہے کہ کلام کے معنی بدل دیے اور مولانا کی مراد کے خلاف ظاہر کیا خدا انہیں ہلاک کرے کہاں جاتے ہیں۔ علامہ تھانوی نے اپنے چھوٹے سے رسالہ حفظ الایمان میں تین سوالات کا جواب دیا ہے جو ان سے پوچھے گئے تھے، پہلا مسئلہ قبر کو تعظیمی سجدہ کی بابت ہے اور دوسرا قبروں کے طواف میں اور تیسرا یہ کہ لفظ عالم الغیب کا اطلاق سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جائز ہے یا نہیں؟ مولانا نے جو کچھ لکھا ہے اس کا حاصل یہ ہے

انه لا يجوز هذا الاطلاق وان كان	کہ جائز نہیں گو تاویل ہی سے کیوں نہ ہو کیونکہ
بتأويل لكونه موهما بالشرك كما منع	شرک کا وہم ہوتا ہے۔ چنانچہ قرآن میں صحابہ کو
من اطلاق قولهم راعنا في القرآن ومن	راعنا کہنے کی ممانعت اور مسلم کی حدیث میں غلام
قولهم عبدي وامتي في الحديث لما خرجه	یا باندی کو عبدی اور امتی کہنے کی ممانعت ہے
مسلم في صحيحه فان الغيب المطلق في	بات یہ ہے کہ اطلاقات شرعیہ میں وہی غیب
الاطلاقات الشرعية ما لم يقم عليه	مراد ہوتا ہے جس پر کوئی دلیل نہ ہو اور اس کے
دليل ولا الى دركه وسيلة وسبيل فعلى	حصول کا کوئی وسیلہ و سبیل نہ ہو۔ اسی بنا پر
هذا قال الله تعالى قل لا يعلم من في	حق تعالیٰ نے فرمایا ہے، کہ وہ نہیں جانتے جو
السموات والارض الغيب الا الله ولو	جو آسمانوں اور زمین میں ہیں غیب کو مگر اللہ
كنت اعلم الغيب وغير ذلك من الآيات	نیز ارشاد ہے، اگر میں غیب جانتا تو بہت سی بھلائی
ولو جوز ذلك بتاويل يلزم ان يجوز	جمع کر لیتا۔ اور اگر کسی تاویل سے اطلاق کو جائز
اطلاق الخالق والرازق والمالك والمعبود	سمجھا جاوے تو لازم آوے گا کہ خالق رازق معبود
وغيرها من صفات الله تعالى المختصة	مالک وغیرہ ان صفات کا جو ذات باری کے
بذاته تعالى وتقدس على المخلوق بذلك	ساتھ خاص ہیں اسی تاویل سے مخلوق پر اطلاق صحیح
التاويل وايضا يلزم عليه ان يصح نفي اطلاق	ہو جاوے نیز لازم آوے گا کہ [illegible]
لفظ عالم الغيب عن الله تعالى بالتاويل	لفظ عالم الغیب کی نفی حق تعالیٰ سے ہو سکے اس
الآخر انه تعالى ليس عالم الغيب بالواسطة	لیے کہ اللہ تعالیٰ بالواسطہ [illegible] عالم الغیب
والعرض فهل يأذن في نفيه عاقل متدين	نہیں ہے۔ ہیں کیا اس نفی اطلاق کی کوئی دیندار
حاشا وكلا ثم لو صح هذا الاطلاق على ذات	اجازت دے سکتا ہے، معاذ اللہ ہرگز نہیں [illegible] حضور
المقدسة صلى الله عليه وسلم على قول السائل	کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا اطلاق اگر بقول
فلتفسر منه ما اراد بهذا الغيب	سائل صحیح ہو تو ہم اسی سے دریافت کرتے ہیں

24
25

هل أراد كل واحد من أفراد الغيب أو
بعضه أي بعض كان فإن أراد بعض الغيوب
فلا اختصاص له بحضرة الرسالة صلى الله
عليه وسلم فإن علم بعض الغيوب وإن
كان قليلا حاصل لزيد وعمرو بل لكل
صبي ومجنون بل لجميع الحيوانات و
البهائم لأن كل واحد منهم يعلم شيئا لا
يعلم الآخر ويخفى عليه فلو جوز السائل
إطلاق عالم الغيب على أحد لعلمه بعض
الغيوب يلزم عليه أن يجوز إطلاقه على
سائر المذكورات ولو التزم ذلك لم
يبق من كمالات النبوة لأنه يشترك فيه
سائرهم ولو لم يلتزم طولب بالفارق و
لن يجد إليه سبيلا انتهى كلام الشيخ
التهانوي فانظروا رحمكم الله في كلام
الشيخ لن تجدوا مما كتب المفترعون من
أثر فافهموا أن يدعي أحد من المسلمين
أنما أراد بعلم رسول الله صلى الله عليه
وسلم وعلم زيد وبكر وبهائم من الشيخ
يحكم بطريق الإلزام على من يدعي جواز
إطلاق علم الغيب على رسول الله صلى

کہ اس غیب سے مراد کیا ہے بعض غیب یا ہر
فرد یا بعض غیب کوئی کیوں نہ ہو پس اگر بعض
غیب مراد ہے تو رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم
کی تخصیص نہ رہی کیوں کہ بعض غیب کا علم اگرچہ
تھوڑا سا ہو زید و عمر بلکہ ہر بچہ اور دیوانہ بلکہ
جملہ حیوانات اور چوپاؤں کو بھی حاصل ہے کیونکہ
ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہے کہ
دوسرے کو نہیں ہے تو اگر سائل کسی پر لفظ عالم
الغیب کا اطلاق بعض غیب کے جاننے کی وجہ سے
جائز رکھتا ہے تو لازم آتا ہے کہ اس اطلاق کو مذکورہ
بالا تمام چیزوں پر جائز سمجھا اور اگر سائل نے اس کو
مان لیا تو یہ اطلاق کمالات نبوت میں سے نہ رہا
کیوں کہ سب شریک ہو گئے اور اگر اس کو نہ مانے
تو وجہ فرق پوچھی جائے گی اور وہ ہرگز بیان نہ ہو
سکے گی۔ مولانا تھانوی کا کلام ختم ہوا۔ خدا تم پر
رحم فرمائے۔ ذرا مولانا کا کلام ملاحظہ فرماؤ۔ دشمنوں
کے تصرف کا کہیں پتہ بھی نہ پاؤ گے۔ حاشا کہ کوئی
مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم اور زید و بکر
و بہائم کے علم کو برابر کہے بلکہ مولانا تو بطریق الزام
یوں فرماتے ہیں کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
پر بعض غیب دانی کی وجہ سے عالم الغیب کے

الله عليه وسلم لعلمه بعض الغيوب أنه يلزم عليه أن يجوز إطلاقه على جميع الناس والبهائم فأين هذا عن مساواة العلم التي يفترونها عليه فلعنة الله على الكاذبين. ونعتقد بأن معتقد مساواة علم النبي عليه السلام مع زيد وبكر وبهائم ومجانين كافر قطعاً وحاشا الشيخ دام مجده أن يتفوه بهذا وإنه لمن أعجب العجائب.

اطلاق کرنا جائز ہوتا ہے اس پر لازم آتا ہے کہ جمیع انسان و بہائم پر بھی اس اطلاق کو جائز کہے پس کہاں یہ اور کہاں وہ علمی مساوات جس کا مبتدعین نے مولانا پر افترا باندھا جھوٹوں پر خدا کی پھٹکار، ہمارے نزدیک تحقیق ہے کہ جو شخص نبی علیہ السلام کے علم کو زید و بکر و بہائم و مجانین کے علم کے برابر سمجھے یا کہے وہ قطعاً کافر ہے اور حاشا کہ مولانا دام مجدہٗ ایسی واہیات منہ سے نکالیں یہ تو بڑی ہی عجیب بات ہے۔

السؤال الواحد والعشرون

اکیسواں سوال

أتقولون أن ذكر ولادته صلى الله عليه وسلم مستقبح شرعاً من البدعات السيئة المحرمة أم غير ذلك.

کیا تم اس کے قائل ہو کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ولادت شرعاً قبیح سیئہ حرام ہے یا اور کچھ؟

الجواب

جواب

حاشا أن يقول أحد من المسلمين فضلاً أن نقول نحن أن ذكر ولادته الشريفة عليه الصلاة والسلام بل وذكر غبار نعاله وبول حماره صلى الله

حاشا کہ ہم تو کیا کوئی بھی مسلمان ایسا نہیں ہے کہ آنحضرت کی ولادت شریفہ کا ذکر بلکہ آپ کی جوتیوں کے غبار اور آپ کی سواری کے گدھے کے پیشاب کا تذکرہ بھی قبیح و بدعت سیئہ یا حرام

عليه وسلم مستقبح من البدعات السيئة
المحرمة فالاحوال التي لها ادنى تعلق
برسول الله صلى الله عليه وسلم ذكرها
من احب المندوبات واعلى المستحبات
عندنا سواء كان ذكر ولادته الشريفة او
ذكر بوله وبرازه وقيامه وقعوده ونومه
ونبهته كما هو مصرح في رسالتنا المسماة
بالبراهين القاطعة في مواضع شتى منها
وفي فتاوى مشائخنا رحمهم الله تعالى
كما في فتوى مولانا احمد على المحدث
السهارنفوري تلميذ الشاه محمد اسحق
الدهلوي ثم المهاجر المكي ننقله مترجما
لتكون نموذجا عن الجميع سئل هو رحمه
الله تعالى عن مجلس الميلاد باي طريق
يجوز وباي طريق لا يجوز فاجاب بان
ذكر الولادة الشريفة لسيدنا رسول الله
صلى الله عليه وسلم بروايات صحيحة في
اوقات خالية عن وظائف العبادات
الواجبات وبكيفيات لم تكن مخالفة عن
طريقة الصحابة واهل القرون الثلاثة
المشهود لها بالخير وبالاعتقادات التي

کہے وہ بدعت ضلالت ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم سے ذرا سا بھی علاقہ ہے ان کا ذکر ہمارے
نزدیک نہایت پسندیدہ اور اعلیٰ درجہ کا مستحب
ہے خواہ ذکر ولادت شریفہ ہو یا آپ کے بول براز
نشست و برخاست اور بیداری و خواب کا
تذکرہ ہو جیسا کہ ہمارے رسالہ براہین قاطعہ
میں متعدد جگہ بصراحت مذکور ہے اور ہمارے مشائخ
کے فتاویٰ میں مسطور ہے چنانچہ شاہ محمد اسحٰق
صاحب دہلوی مہاجر مکی کے شاگرد مولانا احمد علی
محدث سہارنپوریؒ کا فتویٰ عربی میں ترجمہ کر
کے ہم نقل کرتے ہیں تاکہ سب کی طرف سے نمونہ
بن جائے۔ مولانا سے کسی نے سوال کیا تھا کہ
مجلس میلاد شریف کس طریقہ سے جائز ہے اور
کس طریقے سے ناجائز۔ تو مولانا نے اس کا یہ
جواب لکھا کہ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت
شریف کا ذکر صحیح روایات سے ان اوقات میں
جو عبادات واجبہ سے خالی ہوں ان کیفیات
سے جو صحابہ کرام اور ان اہل قرون ثلاثہ کے
طریقے کے خلاف نہ ہوں جن کے خیر ہونے کی
شہادت حضرت سے ملی ہے ان عقیدوں
سے جو شرک و بدعت کے موہم نہ ہوں ان آداب

موصمة بالشرك والبدعة وبالآداب
التي لم تكن مخالفة عن سيرة الصحابة
التي هي مصداق قوله عليه السلام ما انا
عليه واصحابي وفي مجالس خالية عن
المنكرات الشرعية موجب للخير والبركة
بشرط ان يكون مقرونا بصدق النية
والاخلاص واعتقاد كونه داخلا في جملة
الاذكار الحسنة المندوبة غير مقيد بوقت
من الاوقات فاذا كان كذلك لا نعلم
احدا من المسلمين ان يحكم عليه بكونه
غير مشروع او بدعة الى آخر الفتوى فعلم
من هذا انا لا ننكر ذكر ولادته الشريفة
بل ننكر على الامور المنكرة التي اختلطت
معها كما شاهدتموها في المجالس المولودية
التي في الهند من ذكر الروايات الواهيات
الموضوعة واختلاط الرجال والنساء و
الاسراف في ايقاد الشموع والتزيينات و
اعتقاده كونه واجبا بالطعن والسب و
التكفير على من لم يحضر معهم مجلسهم و
غيرها من المنكرات الشرعية التي لا يكاد
يوجد خاليا منها فلو خلا من المنكرات

سے کے ساتھ جو صحابہ کی اس سیرت کے مخالف نہ
ہوں، جو حضرت کے ارشاد ما انا علیہ واصحابی
کی مصداق ہے اور ان مجالس میں جو منکرات شرعیہ
سے خالی ہوں سبب خیر و برکت ہے بشرطیکہ
صدق نیت اور اخلاص اور اس عقیدہ سے
کیا جاوے کہ یہ بھی منجملہ دیگر اذکار حسنہ کے ذکر
حسن ہے کسی وقت کے ساتھ مخصوص نہیں پس
جب ایسا ہوگا تو ہمارے علم میں کوئی مسلمان بھی
اس کے ناجائز یا بدعت ہونے کا حکم نہ دیگا الخ
اس سے معلوم ہو گیا کہ ہم ولادت شریفہ کے
منکر نہیں بلکہ ان ناجائز امور کے منکر ہیں جو اس
کے ساتھ مل گئے ہیں جیسا کہ ہندوستان کے
مولود کی مجلسوں میں آپ نے خود دیکھا ہے کہ
واہیات موضوع روایات بیان ہوتی ہیں،
مردوں عورتوں کا اختلاط ہوتا ہے، چراغوں کے
روشنی کرنے اور دوسری آرائشوں میں فضول خرچی
ہوتی ہے اور اس مجلس کو واجب سمجھ کر جو شامل نہ
ہوں اس پر طعن و تکفیر ہوتی ہے اس کے علاوہ
اور منکرات شرعیہ ہیں جن سے شاید ہی کوئی مجلس
میلاد خالی ہو پس اگر مجلس مولود منکرات سے خالی
ہو تو حاشا کہ ہم یوں کہیں کہ ذکر ولادت شریفہ

حاشا ان نقول لمن ذكر الولادة الشريفة منكر وبدعة وكيف يظن بمسلم هذا القول الشنيع فهذا القول علينا ايضا من افتراءات الملاحدة الدجالين الكذابين قاتلهم الله تعالى ولعنهم براً وبحراً سهلاً وجبلاً

حاشا ہرگز ایسا نہیں کہتے ہیں اور ایسے قول شنیع کا کسی مسلمان کی طرف کیوں کر گمان ہو سکتا ہے پس ہم پر یہ بہتان بھی بے دین دجالوں کا افترا ہے۔ خدا ان کو رسوا کرے اور لعنت کرے خشکی و تری، نرم و سخت زمین میں۔

السؤال الثاني والعشرون

بائیسواں سوال

هل ذكرتم في رسالة ما ان ذكر ولادته صلى الله عليه وسلم كجنم اشتمى كنهيا أم لا؟

کیا تم نے کسی رسالہ میں یہ ذکر کیا ہے کہ حضرت کی ولادت کا ذکر کنھیا کے جنم اشٹمی کی طرح ہے یا نہیں؟

الجواب

جواب

هذا ايضا من افتراءات الدجالة المبتدعين علينا وعلى اكابرنا وقد بينا سابقا ان ذكره عليه السلام من احسن المندوبات وافضل المستحبات فكيف يظن بمسلم ان يقول معاذ الله ان ذكر الولادة الشريفة مشابه بفعل الكفار وانما اخترعوا هذه الفرية من

یہ بھی بدعتی دجالوں کا بہتان ہے جو ہم پر اور ہمارے بزرگوں پر باندھا ہے ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ حضرت کا ذکر ولادت محبوب اور افضل ترین مستحب ہے پھر کسی مسلمان کی طرف کیونکر گمان ہو سکتا ہے کہ معاذ اللہ یوں کہے کہ ذکر ولادت شریفہ فعل کفار کے مشابہ ہے بلکہ اس بہتان کی بندش مولانا گنگوہی قدس سرہ کی اس عبارت سے

عبارة مولانا الگنگوهی قدس الله سره
العزیز التی نقلناها فی البراهین علی صفحة
۱۴۱، وحاشا الشیخ ان یتکلم بمراده
بعید بمراحل عما نسبوا الیه کما سیظهر
عن ما نذکره وهی تنادی باعلی نداء ان
من نسب الیه ما ذکر فی کتابه مفتر و
حاصل ما ذکره الشیخ رحمه الله تعالی
فی مبحث القیام عند ذکر الولادة الشریفة
ان من اعتقد قدوم روحه الشریفة من
عالم الارواح الی عالم الشهادة وتیقن
بنفس الولادة المنیفة فی المجلس المولودیة
فعامل ما کان واجبا فی الساعة الولادة
الماضیة الحقیقیة فهو مخطئ متشبه
بالمجوس فی اعتقادهم تولد معبودهم
المعروف (بکنهیا) کل سنة ومعاملتهم
فی ذلک الیوم ما عومل به وقت ولادته
الحقیقیة او متشبه بروافض الهند فی
معاملتهم بسیدنا الحسین واتباعه من شهداء
کربلاء رضی الله عنهم اجمعین حیث یأتون
بحکایة جمیع ما فعل معهم فی کربلاء یوم
عاشوراء قولا وفعلا فیبنون النعش و

حضرت مولانا گنگوہی کی تحریر جس کو ہم نے براہین کے صفحہ ۱۴۱
پر نقل کیا ہے اور حاشا کہ مولانا ایسی واہیات
بات فرماویں۔ آپ کی مراد اس سے کوسوں
دور ہے جو آپ کی طرف منسوب ہوا چنانچہ
ہمارے بیان سے عنقریب معلوم ہو جائے گا
اور حقیقت حال کھلا تو بلند آواز سے ظاہر ہو گی کہ جس نے اس
مضمون کو آپ کی طرف نسبت کیا وہ جھوٹا مفتری
ہے۔ مولانا نے ذکر ولادت شریفہ کے وقت
قیام کی بحث میں جو کچھ بیان کیا ہے اس کا
حاصل یہ ہے کہ جو شخص یہ عقیدہ رکھے کہ حضرت
کی روح پرفتوح عالم ارواح سے عالم دنیا کی طرف
آتی ہے اور مجلس مولود میں نفس ولادت کے
وقوع کا یقین رکھ کر وہ برتاؤ کرے جو واقعی ولادت
کی گزشتہ ساعت میں کرنا ضروری تھا، تو یہ
شخص غلطی پر ہے اور مجوس کی مشابہت کرتا ہے
اس عقیدہ میں کہ وہ بھی اپنے معبود یعنی کنھیا کی
ہر سال ولادت مانتے اور اس دن وہی برتاؤ
کرتے ہیں جو کنھیا کی حقیقت ولادت کے
وقت کیا گیا، اور یا روافض اہل ہند کی مشابہت
کرتا ہے جو امام حسین اور ان کے اتباع شہدائے
کربلا رضی اللہ عنہم کے ساتھ ترتا ؤ عاشورہ کے دن

الكفن والتبهور ويبقون فيها ويظهرون
اعلام الحرب والقتال ويصبغون الثياب
بالدم ويبرحون عليها وامثال ذلك من
الخرافات كما لا يخفى على من شاهد
احوالهم في هذه الديار ونص عبارته
العربية هكذا واما توجيه (الى القيام)
بقدوم روحه الشريفة صلى الله عليه وسلم
من عالم الارواح الى عالم الشهادة
فيقومون تعظيما له فهذا ايضا من حماقتهم
لان هذا الوجه يقتضي القيام عند
تحقق نفس الولادة الشريفة ومتى
تتكرر الولادة في هذه الايام فهذه
الاعادة للولادة الشريفة مماثلة بفعل
مجوس الهند حيث يأتون بعين حكاية
ولادة معبودهم (كنهيا) او مماثلة
للروافض الذين ينقلون شهادة اهل
البيت رضي الله عنهم كل سنة (اي فعلا
وعملا) فمعاذ الله فعلهم هذا حكاية
للولادة المنيفة الحقيقية وهذه الحركة
بلا شك وشبهة حرية باللوم والحرمة
والفسق بل فعلهم هذا يزيد على

بھی سادہ ان باتوں کی نقل بنا کرتے ہیں چنانچہ روز
دہم عاشورہ کے دن میدان کربلا میں ان حضرات
کے ساتھ کیا گیا چنانچہ نعش بنا کر کفن دے کر اور
قبر بنا کر دفناتے ہیں جنگ و قتال کے جھنڈے
چڑھاتے، کپڑوں کو خون میں رنگتے اور ان پر
نوحہ کرتے ہیں اسی طرح دیگر خرافات ہوتی ہیں
جیسا کہ ہر وہ شخص جانتا ہے جس نے ہمارے ملک
میں ان کی حالت دیکھی ہے مولانا کی اس عبارت
کی اصل عربی یہ ہے :— قیام کی یہ وجہ بیان
کرنا کہ روح شریف عالم ارواح سے عالم شہادت
کی جانب تشریف لاتی ہے پس حاضرین مجلس اس
کی تعظیم کو کھڑے ہو جاتے ہیں پس یہ بھی حماقت
ہے کیونکہ یہ وجہ نفس ولادت شریف کے وقت
کھڑے ہو جانے کو چاہتی ہے اور ظاہر ہے کہ
ولادت شریفہ بار بار ہوتی نہیں پس ولادت شریفہ
کا اعادہ ہندوؤں کے فعل کے مثل ہے کہ وہ
اپنے معبود کنھیا کی اصل ولادت کی ہو بہو نقل اتارتے
ہیں یا رافضیوں کے مشابہ ہے کہ ہر سال شہادت
اہل بیت کی قولاً وفعلاً تصویر کھینچتے ہیں پس
معاذ اللہ بدعتیوں کا یہ فعل واقعی ولادت شریفہ کی
نقل ہو گیا اور یہ حرکت بیشک و شبہ ملامت کے قابل

فمن أولئك فإنهم يفعلونه في كل عام مرة واحدة وهؤلاء يفعلون هذه المزخرفات الفرضية متى شاؤوا وليس لهذا نظير في الشرع بأن يفرض أمر ويعامل معه معاملة الحقيقة بل هو محرم شرعاً. فانظروا يا أولي الألباب أن حضرة الشيخ قدس الله سره العزيز إنما أنكر على جهلاء الهند المعتقدين منهم هذه العقيدة الكاسدة الذين يقومون لمثل هذه الخيالات الفاسدة فليس فيه تشبيه لمجلس ذكر الولادة الشريفة بفعل المجوس والروافض حاشا أكابرنا أن يتفوهوا بمثل ذلك ولكن الظالمين على أهل الحق يفترون وبآيات الله يجحدون.

اور درست و فسق ہے کیونکہ ان کا یہ فعل ان کے فعل سے بھی بڑھ گیا کہ وہ تو سال بھر میں ایک ہی بار نقل اتارتے ہیں اور یہ لوگ اس فرضی مزخرفات کو جب چاہتے ہیں کر گزرتے ہیں اور شریعت میں اس کی کوئی نظیر موجود نہیں کہ کسی امر کو فرض کر کے اس کے ساتھ حقیقت کا سا برتاؤ کیا جائے بلکہ ایسا فعل شرعاً حرام ہے الخ ـــ پس اے صاحبو عقل خود فرمائیے کہ شیخ قدس سرہ نے تو ہندوستان کے جاہلوں کے اس جھوٹے عقیدہ پر انکار فرمایا ہے جو ایسے واہیات فاسد خیالات کی بنا پر قیام کرتے ہیں۔ اس میں کہیں بھی مجلس ذکر ولادت شریفہ کو مجوس اور روافض کے فعل سے تشبیہ نہیں دی گئی۔ حاشا کہ ہمارے بزرگ ایسی بات کہیں؛ ولیکن ظالم لوگ اہل حق پر افترا کرتے ہیں اور اللہ کی نشانیوں کا انکار کرتے ہیں۔

السؤال الثالث والعشرون

تیئیسواں سوال

هل قال الشيخ الأجل علامة الزمان المولوي رشيد أحمد الكنكوهي عليه

کیا علامۂ زماں مولوی رشید احمد گنگوہی نے کہا ہے کہ حق تعالیٰ معاذ اللہ جھوٹ بولتا ہے

كذب الباري تعالى وعدم تضليل قائل ذلك أم هذا من الافتراءات عليه وعلى المقدير الثاني كيف الجواب عما يقوله البريلوي أنه يوجد عنده تمثال فتوى الشيخ المرحوم بفتوگراف المشتمل على ذلك

اور ایسا کہنے والا گمراہ نہیں ہے، یا یہ ان پر بہتان ہے، اگر بہتان ہے تو بریلوی کی اس بات کا کیا جواب ہے، وہ کہتا ہے کہ میرے پاس مولانا مرحوم کے فتوے کا فوٹو ہے جس میں یہ لکھا ہوا ہے۔

الجواب

الذي نسبوا إلى الشيخ الأجل الأوحد الأجل علامة زمانه فريد عصره و أوانه مولانا رشيد أحمد گنگوهي من أنه كان قائلا بفعلية الكذب من الباري تعالى شأنه وعدم تضليل من تفوه بذلك فكذب عليه رحمه الله تعالى وهو من الأكاذيب التي افتراها الأبالسة الدجالون الكذابون فقاتلهم الله أنى يؤفكون وجنابه بريء من تلك الزندقة والإلحاد ويكذبهم فتوى الشيخ نور الله مرقده التي طبعت وشاعت في المجلد الأول من فتاواه الموسومة بالفتاوى الرشيدية على صفحة ۱۱۹ منها وهي عربية مصححة مختومة

جواب

علامہ زماں یکتائے دوراں شیخ اجل مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی کی طرف مبتدعین نے جو یہ منسوب کیا ہے کہ آپ نعوذ باللہ حق تعالیٰ کے جھوٹ بولنے اور ایسا کہنے والے کو گمراہ نہ کہنے کے قائل تھے، یہ بالکل آپ پر جھوٹ بولا گیا اور یہ بہتان انہیں جھوٹے بہتانوں میں سے ہے جن کی بنا شیطان جھوٹے دجالوں نے رکھی ہے پس خدا ان کو ہلاک کرے کہاں بہکے جاتے ہیں جناب مولانا اس زندقہ و الحاد سے بری ہیں اور ان کی تکذیب خود مولانا کا فتویٰ کر رہا ہے جو جلد اول فتاویٰ رشیدیہ کے صفحہ ۱۱۹ پر طبع ہو کر شائع ہو چکا ہے۔ تحریر اس کی عربی میں ہے جس پر تصحیح و مواہیر علماء مکہ کرمہ ثبت ہیں۔

بمقام علماء مكة المكرمة

وصورة سؤاله هكذا :-

بسم الله الرحمن الرحيم

نحمده ونصلي على رسوله الكريم

ما قولكم دام فضلكم في ان الله تعالى هل يتصف بصفة الكذب ام لا ومن يعتقد انه يكذب كيف حكمه افتونا ماجورين.

الجواب

ان الله تعالى منزه من ان يتصف بصفة الكذب وليس في كلامه شائبة الكذب ابدا كما قال الله تعالى ومن اصدق من الله قيلا، ومن يعتقد او يتفوه بان الله تعالى يكذب فهو كافر ملعون قطعا ومخالف للكتاب والسنة واجماع الامة نعم اعتقاد اهل الايمان ان ما قال الله في القرآن في فرعون وهامان وابي لهب انهم جهنميون فهو حكم قطعي لا يفعل خلافه ابدا لكنه تعالى قادر على ان يدخلهم الجنة وليس بعاجز

سوال کی صورت یہ ہے:-

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

آپ کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کہ اللہ تعالیٰ صفت کذب کے ساتھ متصف ہو سکتا ہے یا نہیں اور جو یہ عقیدہ رکھے کہ خدا جھوٹ بولتا ہے اس کا کیا حکم ہے، فتویٰ دو، اجر ملے گا۔

جواب

بے شک اللہ تعالیٰ اس سے منزہ ہے کہ کذب کے ساتھ متصف ہو اس کے کلام میں ہرگز کذب کا شائبہ بھی نہیں جیسا کہ وہ خود فرماتا ہے اور اللہ سے زیادہ سچا کون۔ اور جو شخص یہ عقیدہ رکھے یا زبان سے نکالے کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ بولتا ہے وہ کافر قطعی ملعون اور کتاب سنت و اجماع امت کا مخالف ہے ہاں اہل ایمان کا یہ عقیدہ ضرور ہے کہ حق تعالیٰ نے قرآن میں فرعون و ہامان و ابولہب کے متعلق جو یہ فرمایا ہے کہ وہ دوزخی ہیں تو یہ حکم قطعی ہے اس کے خلاف کبھی نہ کرے گا لیکن اللہ ان کو جنت میں داخل کرنے پر قادر ضرور ہے، عاجز نہیں ان

عن ذلك ولا يفعل هذا مع اختياره
قال الله تعالى ولو شئنا لآتينا كل
نفس هداها ولكن حق القول مني
لأملأن جهنم من الجنة والناس
أجمعين فتبين من هذه الآية
أنه تعالى لو شاء لجعلهم كلهم مؤمنين
ولكنه لا يخالف ما قال وكل ذلك
بالاختيار لا بالاضطرار وهو فاعل
مختار فعال لما يريد هذه عقيدة
جميع علماء الأمة كما قال البيضاوي
تحت تفسير قوله تعالى إن تغفر لهم الخ
وعدم غفران الشرك مقتضى الوعيد
فلا امتناع فيه لذاته والله أعلم بالصواب

كتبه الأحقر رشيد أحمد گنگوهي عفي عنه

خلاصة تصحيح علماء مكة المكرمة

زادها الله شرفها الحمد لمن هو به
حقيق ومنه أسأل العون والتوفيق
ما أجاب به العلامة رشيد أحمد المذكور
هو الحق الذي لا محيص منه وصلى
الله على خاتم النبيين وعلى آله وصحبه
وسلم أمر برقمه خادم الشريعة راجي

البتہ اپنے اختیار سے ایسا کرے گا نہیں چنانچہ فرمایا
ہے اور اگر ہم چاہتے ہر نفس کو ہدایت دے
دیتے لیکن میرا قول ثابت ہو چکا کہ ضرور دوزخ
بھروں گا جن و انس دونوں سے۔ پس اس آیت
سے ظاہر ہو گیا کہ اگر اللہ چاہتا تو سب کو مومن
بنا دیتا لیکن وہ اپنے قول کے خلاف نہیں کرتا
اور یہ سب باختیار ہے مجبوری نہیں کیونکہ
وہ فاعل مختار ہے جو چاہے کرے۔ یہی
عقیدہ تمام علماء امت کا ہے۔ جیسا کہ
بیضاوی نے قول اللہ تعالیٰ وان تغفر لہم
کی تفسیر کے تحت میں کہا ہے کہ مشرک کا نہ
بخشنا وعید کا مقتضیٰ ہے۔ پس اس میں لذاتہ
امتناع نہیں ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

مکہ مکرمہ زاد اللہ شرفہا کے علماء کی تصحیح
کا خلاصہ یہ ہے۔ حمد اسی کو زیبا ہے جو اس کا
مستحق ہے اور اسی کی اعانت و توفیق درکار
ہے۔ علامہ رشید احمد کا جواب مذکور حق
ہے جس سے مفر نہیں ہو سکتا۔ وصلی اللہ علی
خاتم النبیین وعلی آلہ وصحبہ وسلم۔ لکھنے کا حکم فرمایا
خادم شریعت امیدوار لطف خفی

عليه في زمانه فإنه محترف ملبس دجال مكار وبما يصور الإظهار وليس بأقل من المسيح القادياني فإنه يدعي الرسالة ظاهرا وهذا يستتر بالمجددية ويكفر علماء الأمة كما كفر الوهابية أتباع محمد بن عبد الوهاب الأمة خذله الله تعالى كما خذلهم.

تحریف و تلبیس و دجل و مکر کی اس کو عادت ہے۔ اگرچہ ظاہری بالیتا ہے مسیح قادیانی سے کچھ کم نہیں، اس لیے کہ وہ رسالت کا کھلم کھلا مدعی تھا اور یہ مجددیت کو چھپائے ہوئے ہے علمائے امت کو کافر کہتا رہتا ہے جس طرح محمد بن عبد الوہاب کے وہابی چیلے امت کی تکفیر کیا کرتے تھے، خدا اس کو بھی انہیں کی طرح رسوا کرے

السؤال الرابع والعشرون

هل تعتقدون إمكان وقوع الكذب في كلام من كلام المولى عز وجل سبحانه أم كيف الأمر

چوبیسواں سوال

کیا تمہارا یہ عقیدہ ہے کہ حق تعالیٰ کے کسی کلام میں وقوع کذب ممکن ہے؟ یا کیا بات ہے۔

الجواب

نحن ومشايخنا رحمهم الله تعالى نعتقد ونتيقن بأن كل كلام صدر عن الباري عز وجل أو سيصدر عنه فهو مقطوع الصدق مجزوم بمطابقته للواقع وليس في كلام من كلامه تعالى شائبة كذب ومظنة خلاف أصلا بلا شبهة ومن اعتقد خلاف ذلك أو توهم بالكذب في

جواب

ہم اور ہمارے مشائخ اس کا یقین رکھتے ہیں کہ جو کلام بھی حق تعالیٰ سے صادر ہوا یا آئندہ ہوگا وہ یقیناً سچا اور بلاشبہ واقع کے مطابق ہے اس کے کسی کلام میں کذب کا شائبہ اور خلاف کا وہم بھی بالکل نہیں ہے جو اس کے خلاف عقیدہ رکھے یا اس کے کسی کلام میں کذب کا وہم کرے وہ کافر، ملحد، زندیق ہے، اس میں ا...

شيء من كلامه فهو كافر ملحد زنديق ليس
له شائبة من الإيمان.

کا شائبہ بھی نہیں.

السؤال الخامس والعشرون

هل نسبتم في تأليفكم إلى بعض الأشاعرة
القول بإمكان الكذب وعلى تقدير ذلك
فما المراد بذلك وهل عندكم نص على
هذا المذهب من المعتمدين بينوا الأمر
لنا على وجهه.

پچیسواں سوال

کیا تم نے اپنی کسی تصنیف میں اشاعرہ کی
طرف امکان کذب منسوب کیا ہے اور اگر کیا
ہے تو اس سے مراد کیا ہے اور اس مذہب
پر تمہارے پاس معتبر علما کی کوئی سند
ہے۔ واقعی امر بیان کرو۔

الجواب

الأصل فيه أنه وقع النزاع بيننا وبين
المنطقيين من أهل الهند والمبتدعة
منهم في مقدورية خلاف ما وعد به
الباري سبحانه وتعالى أو أخبر به أو
أراده وأمثالها فقالوا إن خلاف هذه
الأشياء خارج عن القدرة القديمة
مستحيل عقلا لا يمكن أن يكون
مقدورا له تعالى وواجب عليه ما يطابق
الوعد والخبر والإرادة والعلم وقلنا

جواب

اصل بات یہ ہے کہ ہمارے اور ہندی منطقیوں
و بدعتیوں کے درمیان اس مسئلہ میں نزاع ہوا
کہ حق تعالیٰ نے جو وعدہ فرمایا یا خبر دی یا
ارادہ کیا، اس کے خلاف پر اس کو قدرت
ہے یا نہیں۔ سو وہ لوگ کہتے ہیں کہ ان
باتوں کا خلاف اس کی قدرت قدیمہ سے خارج
اور عقلاً محال ہے۔ ان کا مقدور خدا ہونا ممکن
ہی نہیں اور حق تعالیٰ پر واجب ہے کہ وعدہ
اور خبر اور ارادہ اور علم کے مطابق کرے

إن أمثال هذه الأشياء مقدورة قطعاً
لكنه غير جائز الوقوع عند أهل السنة
والجماعة من الأشاعرة والماتريدية
شرعاً وعقلاً عند الماتريدية وشرعاً
فقط عند الأشاعرة فاعترضوا علينا
بأنه إن أمكن مقدورية هذه الأشياء
لزم إمكان الكذب وهو غير مقدور
قطعاً ومستحيل ذاتاً فأجبناهم بأجوبة
شتى مما ذكره علماء الكلام منها لو سلم
استلزام إمكان الكذب لمقدورية خلف
الوعد والإخبار وأمثالهما فهو أيضاً
غير مستحيل بالذات بل هو مثل
السفه والظلم مقدور ذاتاً ممتنع
عقلاً وشرعاً أو شرعاً فقط كما صرح
به غير واحد من الأئمة فلما رأوا
هذه الأجوبة تعشوا إلى الأرض ونسبوا
إلينا تجويز النقص بالنسبة إلى جنابه
تبارك وتعالى وأشاعوا هذا الكلام
بين السفهاء والجهلاء تغريراً للعوام
وابتغاء الشهوات والشهرة بين الأنام
وبلغوا أسباب سموات الافتراء فوضعوا

اور ہم یوں کہتے ہیں کہ ان جیسے افعال یقیناً قدرت
میں داخل ہیں البتہ اہل سنت والجماعت اشاعرہ
وماتریدیہ سب کے نزدیک ان کا وقوع جائز
نہیں ماتریدیہ کے نزدیک تو شرعاً جائز نہ عقلاً
اور اشاعرہ کے نزدیک صرف شرعاً جائز نہیں
پس بدعتیوں نے ہم پر اعتراض کیا کہ ان امور کا
تحت قدرت ہونا اگر جائز ہو تو کذب کا امکان
لازم آتا ہے اور وہ یقیناً تحت قدرت نہیں
اور ذاتاً محال ہے۔ تو ان کو علماء کلام کے ذکر کیے
ہوئے چند جواب دیئے جن میں یہ بھی تھا کہ اگر
وعدہ و خبر وغیرہ کا خلاف تحت قدرت ماننے
سے امکان کذب تسلیم بھی کر لیا جائے تو وہ
بھی تو بالذات محال نہیں بلکہ سفہ اور ظلم کی طرح
ذاتاً مقدور ہے اور عقلاً وشرعاً یا صرف شرعاً
ممتنع ہے جیسا کہ بہت سے علماء ان کی تصریح کر
چکے ہیں پس جب مخالفوں نے یہ جواب دیکھے تو
[illegible] پھیلانے کہ ہماری جانب یہ
منسوب کیا کہ جناب باری عز اسمہ کی جانب
نقص جائز سمجھتے ہیں اور عوام کو نفرت دلانے
اور مخلوق میں شہرت پا کر اپنا مطلب پورا کرنے
کو سفہاء و جہلاء میں اس افترا کی خوب شہرت

الثواب للعاصی انما هو رخاوة الفلسفة
السخیفة کذلك قلنا لهم ان ظنكم
النقص بمقدوره خلاف الوعد و
الاخبار والصدق وامثال ذلك مع
كونه ممتنع الصدور عنه تعالى شرعًا
فقط او عقلا وشرعا انما هو من بلاء
الفلسفة والمنطق وجهلكم الوخيم فهم
غلوا ما فعلوا لاجل التنزيه لكنهم لم
يقدروا على كمال القدرة فتصحيحًا
اما السلف فاهل السنة اجمعوا بعه
فجمعوا بين الامرين من تتميم القدرة
وتتميم التنزيه للواجب سبحانه وتعالى
وهذا الذي ذكرناه في البراهين مختصر
وها كم بعض النصوص عليه من الكتب
المعتبرة في المذهب (۱) قال في شرح
المواقف اوجب جميع المعتزلة والخوارج
عقاب صاحب الكبيرة اذا مات بلا
توبة ولم يجوزوا ان يعفو الله عنه
بوجهين الاول انه تعالى اوعد بالعقاب
على الكبائر واخبر به اي بالعقاب
عليها فلو لم يعاقب على الكبيرة وعفا

کی حماقت ہے۔ اسی طرح ہم نے بھی ان کو
جواب دیا کہ وعدہ و خبر و صدق وغیرہ کے
خلاف کو صرف تحت قدرت ماننے سے
حالانکہ صرف شرعاً و عقلاً دونوں طرح وقوع
ممتنع ہے نقص کا گمان کرنا تمہاری جہالت
کا ثمرہ اور منطق و فلسفہ کی بلا ہے۔ بس بدعتیوں
نے تنزیہ کے لیے جو کچھ کیا حق تعالیٰ کی عام و
کامل قدرت کا اس میں لحاظ نہ کیا اور ہمارے
سلف اہل السنۃ والجماعۃ نے [illegible]
لحاظ رکھ کر دونوں [illegible] کی قدرت کی مزید تعمیم
اور تنزیہ کی تتمیم۔ یہ سب تو مختصر مضمون جس کو
ہم نے براہین میں بیان کیا ہے۔ اب اصل
مذہب کے متعلق معتبر کتابوں کی بعض تصریحات
ملاحظہ کیجیے:

(۱) شرح مواقف میں مذکور ہے کہ تمام
معتزلہ اور خوارج نے مرتکب کبیرہ کے عذاب
کو جبکہ بلا توبہ مر جائے واجب کہا ہے اور
جائز نہیں سمجھا کہ حق تعالیٰ اسے معاف کرے اس کی
دو وجہ بیان کی ہیں: اوّل یہ کہ حق تعالیٰ نے
کبیرہ گناہوں پر عذاب کی خبر دی اور وعید فرمائی
ہے پس اگر عذاب نہ دے اور معاف کر دے

لزم الخلف في وعيده والكذب في خبره
وانه محال والجواب غايته وقوع
العقاب واين وجوب العقاب الذي
كلامنا فيه اذ لا شبهة في ان عدم
الوجوب مع الوقوع لا يستلزم خلفا و
لا كذبا لا يقال انه يستلزم جوازهما
وهو ايضا محال لانا نقول استحالته
ممنوعة كيف وهما من الممكنات التي
تشملها قدرته تعالى اه

(۲) وفي شرح المقاصد للعلامة التفتازاني
رحمه الله تعالى في خاتمة بحث القدرة
المنكرون لشمول قدرته طوائف منهم
النظام واتباعه القائلون بانه لا يقدر
على الجهل والكذب والظلم وسائر
القبائح اذ لو كان خلقها مقدورا له
لجاز صدوره عنه واللازم باطل لافضائه
الى السفه ان كان عالما بقبح ذلك
وباستغنائه عنه والى الجهل ان لم يكن
عالما. والجواب لا نسلم قبح الشيء بالنسبة
اليه كيف وهو تصرف في ملكه ولو سلم
فالقدرة لا تنافي امتناع صدوره نظرا

تو وعید کے خلاف اور خبر میں کذب لازم آتا
ہے اور یہ محال ہے اس کا جواب یہ ہے کہ
خبر وعید سے زیادہ سے زیادہ عذاب کا وقوع
لازم آتا ہے نہ کہ وجوب جس میں گفتگو ہے کیونکہ
بغیر وجوب کے وقوع عذاب میں نہ خلف
ہے نہ کذب کوئی یوں نہ کہے کہ اچھا خلف
اور کذب کا جواز لازم آئے گا اور یہ بھی محال
ہے کیونکہ ہم اس کا محال ہونا نہیں مانتے اور محال
کیونکر ہو سکتا ہے جبکہ خلف اور کذب ان ممکنات
میں داخل ہیں جن کو قدرت باری تعالیٰ شامل ہے

(۲) اور شرح مقاصد میں علامہ تفتازانی
رحمہ اللہ تعالیٰ نے قدرت کی بحث کے آخر میں کہا
ہے کہ قدرت کے منکر چند گروہ ہیں ایک نظام
اور اس کے تابعین جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جہل
اور کذب و ظلم وغیرہ کسی فعل قبیح پر قادر نہیں کیونکہ
ان افعال کا پیدا کرنا اگر اس کی قدرت میں ہوتی
ہو تو ان کا حق تعالیٰ سے صدور بھی جائز ہوگا اور
صدور ناجائز ہے کیونکہ اگر باوجود علم قبح کے
بے پروائی کے سبب صدور ہوگا تو سفہ لازم آئیگا
اور علم نہ ہوگا تو جہل لازم آئے گا جواب یہ ہے کہ
حق تعالیٰ کی جانب نسبت کرکے کسی شی کا قبح

(۵) وفی تحریر الاصول لصاحب فتح
القدیر الامام ابن الہمام وشرحہ لابن
امیر الحاج رحمہما اللہ تعالٰی ما نصہ
وحینئذ ای حین کان مستحیلا
علیہ ما ادرک فیہ نقص ظہر القطع
باستحالۃ اتصافہ ای اللہ تعالٰی بالکذب
ونحوہ تعالٰی عن ذلک وایضا لو لم
یمتنع اتصاف فعلہ بالقبح یرتفع
الامان عن صدق وعدہ وصدق
خبر غیرہ ای الوعد منہ تعالٰی وصدق
النبوۃ ای لم یجزم بصدقہ اصلا و
عند الاشاعرۃ کسائر الخلق القطع
بعدم اتصافہ تعالٰی بشیء من القبائح
دون الاستحالۃ العقلیۃ کسائر العلوم
التی یقطع فیہا بان الواقع احد
النقیضین مع عدم استحالۃ الآخر
لو قدر انہ الواقع کالقطع بمکۃ و
بغداد ای بوجودہما فانہ لا یحیل
عدمہما عقلا وحینئذ ای حین کان
الامر علی ہذا لا یلزم ارتفاع الامان
لانہ لا یلزم من جواز الشیء عقلا عدم

جبکہ کلام نفسی کے صدق پر کا علم قطعی حاصل ہے تو اس
طرح کہ کلام الٰہی میں وقوع کذب ممکن نہیں ہے اور نفس
پر علماء و انبیاء علیہم السلام کا اجماع ہے تو کذب کے
ممکن بالذات ہونے کے منافی نہیں جس طرح جملہ
علوم عادیہ قطعیہ اور جو ان کی ضد کے امکانات کو حاصل
ہوا کرتے ہیں امام رازی کے قول کا مخالف ہے
(۵) صاحب فتح القدیر امام ابن ہمام کی تحریر
الاصول اور ابن امیر الحاج کی شرح تحریر میں اس طرح
منصوص ہے اور اب یعنی جبکہ ہر اتصال حق تعالیٰ پر
محال ہوئے جس میں نقص پایا جاتا ہے ظاہر ہو گیا کہ
اللہ تعالیٰ کا کذب وغیرہ کے ساتھ متصف ہونا یقیناً
محال ہے نیز اگر فعل باری کا قبح کے ساتھ اتصاف
محال نہ ہو تو وعدہ اور خبر کی سچائی پر اعتماد نہ ہوگا
اور نبوت کی سچائی یقینی نہ رہے گی اور اشاعرہ کے
نزدیک حق تعالیٰ کا کسی قبیح کے ساتھ قطعی متصف
نہ ہونا ساری مخلوقات کی طرح ہے لیکن یہ ہے عقلاً
محال نہیں جیسا کہ تمام علوم جن میں یقین ہے کہ ایک
نقیض کا وقوع ہے وہاں دوسری نقیض محال نہیں
جبکہ دوسرے کا وقوع مقدر نہ ہو سکے مثلاً مکہ اور بغداد کا
موجود ہونا یقینی ہے مگر عقلاً محال نہیں ہے کہ موجود نہ
ہوں اور اب یعنی جب یہ صورت ہوئی تو امکان

والنبي فان انا سابينوه اليكم
حقه وصحته فالمرجو من مكارم
اخلاقكم ان تبينوا لنا هذه
الامور بيانا شافيا ليتضح صدق
القائلين وكذبهم ولا يبقى الريب
الذي حدث في قلوبنا من تشويشات
الناس.

کا دعوی ہے کیوں کر لوگ تمھاری طرف نسبت
کرتے ہیں کہ اس سے عیسائیت مقصد تھا اور اس کی
ترجیح کرنے پر تمھارے اخلاق پر انحصار ہے
امید ہے کہ ان مسائل کا شافی بیان کریں گے
تاکہ قائل کا صدق و کذب واضح ہو جائے اور جو
شک لوگوں کے شور کرنے سے ہمارے دلوں
میں تمھاری طرف سے پیدا ہوا ہے وہ باقی نہ رہے

الجواب

جملة قولنا وقول مشائخنا في
القادياني الذي يدعي النبوة والمسيحية
انا كنا في بدء امره ما لم يظهر لنا
منه سوء اعتقاد بل بلغنا انه
مؤيد الاسلام ويبطل جميع
الاديان التي سواه بالبراهين و
الدلائل كنا نحسن الظن به على ما
هو اللائق فالمسلم بالمسلم ونأول
بعض اقواله ونحمله على محمل حسن
ثم انه لما ادعى النبوة والمسيحية
وانكر رفع الله تعالى المسيح الى السماء
وظهر لنا من خبث اعتقاده وزندقته

جواب

ہمارا اور ہمارے مشائخ سب کا مدعی نبوت و مسیحیت
قادیانی کے بارے میں یہ قول ہے کہ شروع شروع
میں جب تک اس کی بد عقیدگی ہمیں ظاہر نہ ہوئی
بلکہ یہ خبر پہنچی کہ وہ اسلام کی تائید کرتا ہے اور
تمام مذاہب کو دلائل سے باطل کرتا ہے تو جیسا کہ
مسلمان کو مسلمان کے ساتھ زیبا ہے ہم
اس کے ساتھ حسن ظن رکھتے اور اس کے بعض
ناشائستہ اقوال کو تاویل کر کے محمل حسن پر محمول
کرتے رہے۔ اس کے بعد جب اس نے نبوت و
مسیحیت کا دعوی کیا اور عیسیٰ مسیح کے آسمان
پر اٹھائے جانے کا منکر ہوا اور اس کا خبث
عقیدہ اور زندقہ ہم پر ظاہر ہوا تو ہمارے

عن الحق وان عن لنا فی قولکم شبهة نراجعکم فیها حتی یظهر الحق ولم یبق فیه خفاء واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین وصلی اللہ علی سیدنا محمد سید الاولین والاخرین وعلی آلہ وصحبہ وازواجہ وذریاتہ اجمعین

قالہ بفمہ ورقمہ بقلمہ خادم طلبة علوم الاسلام کثیر الذنوب والاثام الاحقر **خلیل احمد** وفقہ اللہ التزود لغد

یوم الاثنین ثامن عشر من شہر شوال ۱۳۲۵ھ

دوبارہ پوچھ لیں گے یہاں تک کہ حق ظاہر ہوجائے اور خفا نہ رہے اور ہماری آخری پکار یہ ہے کہ سب تعریف اللہ کو زیبا ہے جو پالنے والا ہے تمام جہان کا اور اللہ کا درود وسلام نازل ہو اولین وآخرین کے سردار محمد پر اور ان کی اولاد واصحاب وازواج وذریات سب پر۔

زبان سے کہا اور قلم سے لکھا، خادم الطلبہ کثیر الذنوب والآثام حقیر خلیل احمد نے خدا ان کو توشۂ آخرت کی توفیق عطا فرمائے

۱۸ شوال ۱۳۲۵ھ

تمت — **تمام شد**

حیاتِ صحابہؓ کے درخشاں پہلو

تالیف: عبدالرحمان رافت الباشا ترجمہ: محمود احمد غضنفر

شمع رسالت کے پروانے، آسمانِ نبوت کے چمکتے ستارے، بستانِ نبوت کے مہکتے پھول، آفتابِ رسالت کی چمکتی شعاعیں اور آغوشِ نبوت کی پروردہ ہستیاں، یعنی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ جن کی قدسی صفات کا تذکرہ قرآن مجید اور دیگر آسمانی کتابوں میں بھی کیا گیا، جن کے سینوں پر انوارِ رسالت براہِ راست پڑے۔ جنہوں نے دینِ الٰہی کی سربلندی کے لیے اپنی ہر چیز راہِ خدا میں لٹا دی۔ بلاشبہ ان کی سیرت کا ہر پہلو درخشاں اور دوست کے لیے مشعلِ راہ ہے۔

صحابہ کرامؓ حضور اقدس ﷺ کی زیارت کثرت سے کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے مرض الموت میں جب پردہ اٹھا کر دیکھا اور صحابہ کرامؓ کو نماز کی حالت میں دیکھ کر مسکرائے تو صحابہ کرامؓ میں مسرت کی لہر دوڑ گئی۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے حضور ﷺ کے چہرے سے زیادہ حسین منظر نہیں دیکھا ہے۔

کچھ عاشقانِ رسولؐ ایسے بھی تھے جن کو اپنی آنکھیں اس لیے عزیز تھیں کہ ان سے حضور ﷺ کی زیارت ہوتی ہے۔ ایک صحابیؓ کی آنکھیں جاتی رہیں لوگ عیادت کو آئے تو کہنے لگے یہ آنکھیں تو مجھے اس لیے عزیز تھیں کہ ان سے حضور ﷺ کی زیارت ہوتی تھی جب وہ نہ رہے تو اب ان آنکھوں کے جانے کا کیا غم ہے؟

کچھ صحابہؓ ایسے بھی تھے جنہوں نے روز روز کا جھگڑا ہی چکا دیا تھا۔ زندگی کا سب کاروبار چھوڑ کر آپ ﷺ کی خدمت کے لیے وقف ہو گئے تھے۔ حضرت بلالؓ کو یہ سعادت نصیب ہوئی کہ آپ ﷺ کی خدمت کے لیے اپنے کو وقف کر دیا آپ ﷺ کے گھر کا سب کام کاج حضرت بلالؓ ہی کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی محبت کا یہ عالم تھا کہ جب بھی آپ ﷺ سفر کے لیے تشریف لے جاتے ساتھ ہو لیتے، آپ ﷺ کو جوتیاں پہناتے، آپ ﷺ کی جوتیاں اتارتے، سفر میں آپ کا بچھونا، مسواک، جوتا اور وضو کا پانی ان ہی کے پاس ہوتا تھا اسی لیے آپؓ کو صحابہ کرام صاحبِ رسول ﷺ کہتے تھے یعنی حضورؐ کے میر سامان۔

حضرت عقبہ بن عامرؓ آپ ﷺ کے مستقل خدمت گزار تھے آپ ﷺ سفر پر جاتے تو پیدل آپ ﷺ کے ساتھ ساتھ چلتے اور آپ ﷺ کی اونٹنی ہانکتے تھے۔

حضرت انسؓ کو ان کی والدہ حضور اقدس ﷺ کی خدمت کے لیے بچپن ہی میں وقف کر گئی تھیں۔ حضرت ابوہریرہؓ بھی بارگاہِ رسالت میں ہمیشہ حاضر رہے۔

دراصل یہی وہ چراغ ہیں جن سے روشنی حاصل کر کے دنیا کے ظلمت کدے میں سیدھی راہ تلاش کی جا سکتی ہے۔

صفحات ..... 536 سائز 18x22/8

حافظی بک ڈپو دیوبند ۲۴۷۵۵۴ (یوپی)